1

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

حم۔ یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔

	حٰمٓ حامیم	تَنْزِيْلُ نازل کرنا	الْكِتٰبِ کتاب	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَكِيْمِ حکمت والا	

تفسیر وتشریح: الحمد للہ اب ۲۶ ویں پارہ کی ابتدا سے سورۃ احقاف کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ تلاوت کردہ ابتدائی آیت کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام و زمانہ نزول' تاریخی پس منظر خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے تیسرے رکوع کی ابتدا میں لفظ احقاف آیا ہے۔ احقاف حقف کی جمع ہے اس کے لفظی معنٰی ہیں ریت کے لمبے لمبے بلند ٹیلے لیکن اصطلاحاً یہ صحرائے عرب کے جنوبی مغربی حصہ کا نام ہے جہاں اس وقت کوئی آبادی نہیں اور بجز ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا لیکن قدیم زمانہ میں یہاں قوم عاد آباد تھی۔ جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست و نابود کر دیا تھا چونکہ اس سورۃ میں اسی بڑے حادثہ کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام احقاف مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی باتفاق جمہور مکہ میں نازل ہوئی تھی اور سرکش قوم یعنی کفار قریش کو قوم عاد کی تباہی و بربادی یاد دلا کر خوف دلانے کے لئے نازل ہوئی تھی۔ یہ ان سات سورتوں میں سے جو حٰم سے شروع ہوتی ہیں ساتویں اور آخری سورۃ ہے۔ ان سات سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حٰم سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حٰم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور دربار الٰہی میں عرض کرے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے داخل نہ کیجیو۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۴۶ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۸ بیان کیا گیا ہے یعنی قرآن پاک کی ۸۷ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۲۶ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۵ آیات' ۴ رکوعات' ۷۵۰ کلمات اور ۲۷۰۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کا زمانہ نزول نبوت کے دسویں سال کے آخر یا گیارہویں سال کی ابتدا بیان کیا گیا ہے جو اس تاریخی واقعہ سے متعین ہوتا ہے جو اس سورۃ کے آخری رکوع میں جنات کے آنے اور قرآن سن کر اس سے متاثر ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ حدیث اور سیرۃ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ یعنی جنات کی ایک جماعت کا حاضر ہونا اور قرآن پاک کو سن کر اس سے متاثر ہو کر اپنی قوم جنات میں جا کر ایمان و اسلام کی تبلیغ کرنا اس وقت پیش آیا تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قیام مکہ کے زمانہ میں طائف بغرض تبلیغ و دعوت اسلام تشریف لے گئے تھے اور بظاہر وہاں سے ناکامی اور خستہ دلی کے ساتھ واپس مکہ تشریف لا رہے تھے کہ رات کے وقت نخلہ کے مقام پر آپ نے قیام فرمایا تھا اور صبح کی نماز میں بآواز بلند قرآن کریم پڑھ رہے تھے کہ جنات کی ایک جماعت کا ادھر سے گزر ہوا اور وہ قرآن سننے لگے جس کا مفصل بیان سورۃ جن ۲۹ ویں پارہ میں آیا ہے اور تمام معتبر تاریخی روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف بغرض تبلیغ تشریف لے جانے کا واقعہ مکہ سے ہجرت سے ۳ سال پہلے

کا واقعہ ہے۔اس طرح اس سورۃ کے نزول کا زمانہ نبوت کے دسویں سال کا متعین ہو جاتا ہے اور یہ ۱۰ نبوی کا وہ سال ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ میں انتہائی سختی کا سال تھا۔اس سال کو آپ نے غم کا سال فرمایا ہے۔یوں تو کفار مکہ قریش کی مخالفت اعلان نبوت کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی مگر جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ان کی اذیتوں اور تکلیفوں کے اپنی دعوت اور تبلیغ دین پر قائم ہیں اور بے نظیر جرات سے اپنا کام برابر کئے جا رہے ہیں تو تمام قریش نے یہ طے کیا کہ بنی عبدالمطلب اور بنی ہاشم سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے سپرد کر دیں ورنہ ہم ان سے بالکل قطع تعلق کر دیں گے۔مگر بنی عبدالمطلب نے اس کو منظور نہ کیا تو باتفاق رائے قریش میں یہ عہد نامہ لکھا گیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ تھا مکمل مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کیا جائے۔ رشتے ناطے نکاح بیاہ خرید وفروخت لین دین حتیٰ کہ کھانے پینے کی چیزیں سب بند کر دیئے جائیں اور یہ عہد نامہ لکھ کر بیت اللہ کے اندر معلق کر دیا گیا یہ نبوت کے ساتویں سال کا واقعہ ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام رفقاء اور اقربا مجبور ہو گئے اور گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی ایک گھاٹی میں محبوس اور محصور ہو کے رہنے لگے۔بنی ہاشم کے تمام افراد سوائے ابولہب کے بلا امتیاز مسلم و کافر سب کے سب ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ساتھ اس گھاٹی میں مقید اور محصور رہے۔سب طرف کے آمد و رفت کے راستے بند تھے۔خورد و نوش کا جو سامان ساتھ تھا وہ ختم ہو گیا تو سخت اضطراب پیش آیا۔ شدت بھوک کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانے کی نوبت آئی۔ سوکھا چمڑا ملتا تو اسے بھون کر کھاتے۔بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے کہ ان کی آواز گھاٹی کے باہر سنائی دیتی۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے فرمایا اور اس مرتبہ ایک بڑے قافلہ نے ہجرت کی جس کی تعداد ۸۳ مرد اور ۱۲ عورتیں بیان کی جاتی ہے۔ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی آل اصحاب نے تقریباً تین سال انہی مظالم اور مصائب کے ساتھ بسر کئے۔آخر ان ظالموں میں سے کچھ کو رحم آیا اور اس عہد کے توڑنے اور آپ سے محاصرہ اٹھانے پر آمادہ ہوئے۔ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ قریش کے عہد نامہ کو دیمک نے کھا لیا ہے اور بجز خدا کے نام کے اس میں کوئی حرف نہیں چھوڑا۔آپ نے لوگوں سے بیان کیا۔دیکھا گیا تو ٹھیک اسی طرح نکلا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ الغرض اس وقت آپ سے محاصرہ اٹھا دیا گیا۔اب گھاٹی سے نکل کر اپنے گھروں میں آئے تو چند ہی دن گزرے تھے کہ اسی نبوت کے دسویں سال آپ کے چچا ابوطالب نے جو حضرت علی مرتضیٰؓ کے والد تھے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر مددگار رہے تھے وفات پائی جن کے انتقال کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوا۔آپ کے چچا کی وفات کے تین ہی دن بعد آپ کی غمگسار زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ نے انتقال فرمایا۔یہ وہ زوجہ مطہرہ ہیں کہ جنہوں نے اپنا سارا مال و دولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان اور راہ خدا میں صرف کر دیا تھا۔یہ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لائی تھیں۔ آپ کی دو مونس و غمگسار اسی سال آگے پیچھے چل بسے۔قریش کے ظالموں کو آپ کے چچا ابوطالب کے رعب داب اور حضرت خدیجہ کی خاطر سے کچھ رکاوٹ تھی وہ بھی ان دونوں کے اٹھ جانے پر دور ہو گئی اور آپ کی ایذا رسانی میں اب کوئی دقیقہ کفار نے نہ چھوڑا۔اور اب قریش نے زیادہ تر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ آپ راہ میں جا رہے تھے کسی شریر نے آپ کے سر مبارک پر کیچڑ پھینک دی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح گھر میں داخل ہوئے۔صاحبزادیوں میں سے ایک انھیں پانی لے کر آئیں سر مبارک دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔آپ نے فرمایا اے پیاری بیٹی روؤ نہیں۔اللہ تیرے باپ کا محافظ ہے۔ایک دفعہ آپ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔قریش کے سردار بھی جلسہ

جمائے بیٹھے تھے۔ نماز پڑھتے دیکھ کر کہنے لگے کہ کوئی اونٹ کی اوجھڑی لاکران کی گردن پر رکھ دے۔ چنانچہ ایک شریر نے یہ کام کیا۔ اس بوجھ سے آپ کی پشت مبارک دب گئی۔ کسی نے آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے جا کراس کی خبر کی وہ آئیں تو کسی طرح اس گندگی کو ہٹا کر دور کیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے آپ کی گردن میں چادر کا پھندا ڈال کر چاہا کہ گلا گھونٹ دے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دوڑ کر آپ کو بچایا۔ مکہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر طائف کا سرسبز اور شاداب شہر تھا۔ آپ نے مکہ کے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر طے کیا کہ طائف جائیں اور وہاں کے سرداروں کو اسلام کا پیغام سنائیں۔ آپ اسی سال یعنی ۱۰ نبوی میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور یہ سارا سفر مکہ سے طائف تک پیدل طے فرمایا اور اہل طائف کو دین حق کی طرف دعوت دی اور ایک ماہ تک متواتر ان کی تبلیغ و ہدایت میں مصروف رہے۔ ایک ایک سردار و رئیس کے پاس جا کر بات کی مگر افسوس کہ ان میں سے ایک نے بھی آپ کی بات نہ مانی بلکہ آپ کو صاف صاف نوٹس دے دیا کہ آپ ان کے شہر سے نکل جائیں اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ظالموں نے اپنے شہر کے چند اوباش لوگوں کو ابھار دیا کہ وہ آپ کو دق کریں۔ وہ راستہ کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے اور جب آپ ادھر سے گزرنے لگے تو آپ کے پاؤں پر پتھر مارے جس سے آپ کے پاؤں مبارک لہولہان ہو گئے۔ آپ درد کے مارے کہیں بیٹھ جاتے تو وہ شریر بازو تھام کر اٹھا دیتے۔ یہ سنگدل بدنصیب اس سرور کائنات کے درپے تھے کہ اگر شان رحمت للعالمین مانع نہ ہوتی تو آپ کی ایک جنبش لب میں ان کی ساری بدمستیوں کا خاتمہ ہو سکتا تھا اور طائف کے بسنے والوں کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹایا جا سکتا تھا۔ آپ زخموں سے چور تھے اور جوتیاں آپ کی خون سے بھر گئی تھیں۔ اس حالت میں آپ نے طائف کے باہر ایک باغ کی دیوار کے سایہ میں پناہ لی اور وہاں بیٹھ کر رب العالمین سے فریاد کی۔ آپ کی اس وقت کی دعا احادیث میں منقول ہے جس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے۔

''اے اللہ! میں اپنی کمزوری' بے بسی اور بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کی فریاد تیرے حضور میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو سارے کمزوروں کا رب ہے اور میرا رب بھی تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کر رہا ہے؟ کیا ایسے بیگانہ کے حوالہ جو مجھ سے ترش رو ہو کر پیش آئے یا کسی دشمن کے حوالے جو مجھ پر قابو پالے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پروانہیں ہے مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہو جائے تو اس میں میرے لئے زیادہ کشادگی ہے۔ میں تیری ذات کے اس نور کی پناہ لیتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور جو دنیا و آخرت کے معاملات کو درست کرتا ہے۔ مجھے اس بات سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے عتاب کا مستحق ہو جاؤں۔ تیری ہی رضامندی کی طلب ہے حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے''۔

احادیث میں روایت ہے کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام آپ کے سامنے آئے اور عرض کیا کہ آپ کی قوم نے جو کچھ آپ کو جواب دیا ہے اور آپ کے ساتھ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے سن لیا اور دیکھ لیا۔ اب یہ پہاڑوں کا منتظم فرشتہ اللہ نے بھیجا ہے آپ جو حکم دینا چاہیں اسے دے سکتے ہیں۔ پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے آپ کو سلام کر کے عرض کیا کہ اللہ کے رسول اگر آپ فرمائیں تو دونوں طرف کے پہاڑ ان لوگوں پر الٹ دوں اور یہ پس کر رہ جائیں۔ آپ کی ذات تو رحمۃ للعالمین تھی آپ نے فرمایا ''نہیں۔ بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل سے وہ لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کریں گے''۔

اب یہاں ہمیں بھی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچنا چاہئے کہ یہ ''اسلام'' جو ہمیں ورثہ میں بیٹھے بٹھائے مفت مل گیا ہے دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کتنی قربانیوں سے پھلا پھولا ہے۔ اور اس کی تبلیغ و دعوت میں کیسی کیسی مشقتیں ایذائیں اور صعوبتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے برداشت کی ہیں۔ اسی اسلام کی آج ہم چودھویں صدی والے یہ قدردانی کررہے ہیں کہ گویا الٹی چھری سے بے دریغ اسلام کو ذبح کرنے کو تیار ہیں۔ اس کی جڑوں پر کلہاڑیاں چل رہی ہیں۔ اسی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو پامال کیا جارہا ہے آپ کے ایک ایک ارشاد سے نہ صرف مقابلہ بلکہ تحقیر اور تمسخر کا معاملہ برتا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرمادیں اور اسلام کے پھلنے پھولنے اور سربلندی کے سامان اپنی رحمت سے پھر فرمادیں۔ آمین۔

الغرض اللہ کے محبوب رحمت عالم سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ بعد طائف سے اس طرح واپس ہوئے کہ آپ کے پاؤں مبارک لہولہان تھے مگر زبان پر کوئی حرف بددعا اس وقت بھی نہ آتا تھا۔ طائف سے واپسی پر چند روز آپ نخلہ کے مقام پر ٹھہر گئے۔ یہیں ایک روز نماز فجر میں آپ قرآن کریم کی تلاوت فرمارہے تھے کہ جنات کے ایک گروہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے قرآن سنا۔ ایمان لائے اور واپس جا کر اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ شروع کردی اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری سنائی کہ انسان چاہے آپ کی دعوت سے بھاگ رہے ہوں مگر بہت سے جنات جو طبعاً انسانوں سے بھی زیادہ سرکش ہوتے ہیں اس کے گرویدہ ہوگئے ہیں اور اسے وہ اپنی قوم میں پھیلارہے ہیں۔ یہ تھے وہ حالات جن میں کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس سورۃ میں بتایا گیا کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو بڑی عزت قوت اور حکمت والا ہے اور جس نے یہ زمین وآسمان یعنی کل جہان ایک مقررہ نظام کے تحت پیدا فرمایا ہے اور ایک معین میعاد تک یہ نظام چلتا رہے گا۔ اور بالآخر ایک دن ختم ہو کر قیامت قائم ہوگی اس دن ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ اور رسول اور قرآن کے ماننے سے دنیا میں انکار کردیا تھا اور دوسرے معبودان باطل کو پکارتے تھے ان کا برا حال ہوگا اور قیامت کے دن جھوٹے معبودان کے دشمن ہوں گے اور کہیں گے کہ تم نے ہماری عبادت ہی نہیں کی۔ پھر جتلایا گیا کہ منکرین قرآن کو سن کر اور اس کے اثرات کو دیکھ کر اسے جادو یا گھڑا ہوا کلام بتلاتے اور کہتے کہ نعوذ باللہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے آپ بنا کر خدا کے نام لگا دیا ہے۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا کہ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں ایسا کرتا تو مجھے اللہ کی گرفت سے نہ تم بچا سکتے نہ کوئی اور۔ میں تو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا نہ میں کوئی انوکھا رسول ہوں میں بھی پہلے رسولوں ہی کی طرح ہوں اور جس بات کی میری طرف وحی کی جاتی ہے اسی کے مطابق میں احکام پہنچاتا ہوں۔ اہل کتاب میں سے بعض اپنی کتابوں کی پیشین گوئی کے مطابق مجھے اللہ کا رسول مان چکے ہیں اور وہ ایمان بھی لاچکے ہیں اس پر بھی تم مجھے اللہ کا رسول نہ مانو تو تم بہت بڑے ہٹ دھرم ہو اور گویا کہ تم فیصلہ کرچکے ہو کہ کچھ بھی ہو ہم اسلام کو نہ مانیں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور اس میں اسلام کا راستہ صاف کھول کر بتا دیا گیا ہے اور کہہ دیا گیا ہے کہ جو اللہ کو دنیا میں اپنا رب مان کر اس پر جمے رہیں گے وہ آخرت میں خوف وغم سے نجات پائیں گے اور جو نہ مانیں گے وہ پچھتائیں گے۔ پھر بتلایا گیا کہ سعادت مند انسان دنیا میں اللہ کا اور ماں باپ کا حق ادا کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ انہیں نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور بدبخت لوگ وہ ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے اور ماں باپ کے سمجھانے سے بگڑ کر ان سے بھی سخت کلامی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بڑے نقصان میں رہیں گے اور آخرت میں سوائے عذاب جہنم کے اور کچھ نہ ملے گا۔ اس کے بعد مشرکین عرب اور کفار مکہ کو قوم عاد کے حال سے عبرت دلائی گئی اور بتلایا گیا کہ وہ تم سے قوت میں زیادہ زبردست تھے۔ مگر اللہ کی نافرمانی کر کے تباہ ہوئے اور اللہ کے عذاب کے سامنے کسی کی کچھ نہ چلی۔ اس کے بعد قوم جنات پر قرآن کا اثر ہونے کا ذکر فرمایا گیا اور انسان کو سمجھایا گیا کہ وہ اللہ کو مانے۔ قیامت کو برحق سمجھے ورنہ آخرت میں سخت سزا ملے گی۔ اور یہ قرآن کا پیغام ہے جو اس کی نہ سنے گا آخر تباہ ہوگا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا

جن کی تفصیلات آئندہ درسوں میں انشاءاللہ بیان ہوں گی۔

اب اس سورۃ کی ابتدا بھی حروف مقطعات حٰم سے فرمائی ہے۔ حروف مقطعات کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہیں۔ ان کے حقیقی معنیٰ و مطلب کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ یہ اصل میں طویل عبارتوں کے مخففات ہیں اور کلام عرب میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ قرآن حکیم چونکہ اہل عرب کی زبان میں نازل ہوا اس لئے قرآن نے بھی ان کو استعمال کیا تا کہ عربی زبان کی کوئی خوبی یا کوئی شق ایسی نہ رہے جو قرآن میں استعمال نہ کر لی جائے۔ گو بعض مفسرین نے اپنے اپنے گمان کے مطابق ان کے مطلب بیان کئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا حقیقی مطلب صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں چونکہ کفار مکہ یہ الزام لگاتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ کلام خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی طرف سے بنالیا ہے یا کسی کے سکھانے سے یہ کہتے ہیں اور اس کی نسبت خدا کے کلام کی طرف کرتے ہیں تو اس الزام کی تردید میں گذشتہ متعدد سورتوں میں ابتدا ہی میں یہ فرمایا گیا کہ اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزیز بھی ہے یعنی زبردست ہے اور حکیم بھی ہے یعنی دانا اور حکمت والا ہے۔ گویا منکرین کے الزام کی ابتدا ہی میں تردید فرما دی گئی کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام نہیں ہے جیسا کہ منکرین کہتے ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے خود نازل فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی دو صفات یعنی عزیز اور حکیم بیان فرما کر اس امر پر متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ زبردست ہے۔ دوسرا کوئی ایسا نہیں کہ جو اسکے احکام ارادے اور فیصلوں میں مزاحمت کر سکے دوسرے یہ کہ وہ حکیم ہے یعنی جو ہدایات وہ اس کتاب میں دے رہا ہے وہ سراسر دانائی پر مبنی ہیں اور انسانوں کی فلاح و بہبود دونوں جہاں میں اس کے ماننے اور ان کے آگے سر تسلیم خم کرنے ہی میں ہے۔

اس کے بعد توحید کا مضمون اگلی آیات میں شروع فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمام امت مسلمہ کو اس کتاب قرآن کریم پر ایمان کے ساتھ اس کا سچا اور پکا اتباع بھی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اس کتاب کا اور اپنے احکام کا اور شریعت کا اور اپنے رسول پاک کا سچا احترام نصیب فرمائیں تا کہ ہم کو آخرت میں فلاح و صلاح نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو اُن کے درمیان میں ہیں حکمت کے ساتھ ایک میعاد معین کیلئے پیدا کیا ہے، اور جو لوگ کافر ہیں

كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا

انکو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اس سے بےرخی کرتے ہیں آپ کہیئے کہ یہ تو بتلاؤ جن چیزوں کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو مجھ کو یہ دکھلاؤ کہ انہوں نے کونسی زمین پیدا کی ہے

مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ

یا اُن کا آسمان میں کچھ ساجھا ہے، میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے کی ہو یا کوئی اور مضمون منقول لاؤ

عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ

اگر تم سچے ہو۔ اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو خدا کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ کرے

لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً

اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہ ہو۔ اور جب سب آدمی جمع کیے جائیں تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں

وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

اور ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں۔

مَا خَلَقْنَا نہیں پیدا کیا ہم نے	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَآ اور جو ان دونوں کے درمیان	اِلَّا مگر			
بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَ اور	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک میعاد مقرر	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور جن لوگوں نے کفر کیا	عَمَّا جس سے			
اُنْذِرُوْا وہ ڈرائے جاتے ہیں	مُعْرِضُوْنَ روگردانی کرنیوالے	قُلْ فرما دیں	اَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو	مَا تَدْعُوْنَ جن کو تم بلاتے ہو			
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اَرُوْنِيْ دکھاؤ مجھے تم	مَاذَا کیا	خَلَقُوْا انہوں نے پیدا کیا	مِنَ الْاَرْضِ زمین سے	اَمْ یا	لَهُمْ ان کیلئے	
شِرْكٌ کچھ ساجھا	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	اِيْتُوْنِيْ لے آؤ میرے پاس	بِكِتٰبٍ کوئی کتاب	مِّنْ قَبْلِ سے پہلے	هٰذَآ اس	اَوْ یا	
اَثٰرَةٍ آثار	مِّنْ عِلْمٍ علم سے۔ کی	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	وَمَنْ اور کون	اَضَلُّ بڑا گمراہ	مِمَّنْ يَّدْعُوْا اس سے جو وہ پکارتا ہے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَنْ جو	لَّا يَسْتَجِيْبُ جواب نہ دے گا	لَهٗٓ اس کو	اِلٰى تک	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کا دن	وَهُمْ اور وہ	
عَنْ سے	دُعَاۗىِٕهِمْ ان کا پکارنا	غٰفِلُوْنَ بے خبر ہیں	وَاِذَا اور جب	حُشِرَ النَّاسُ جمع کیے جائیں گے لوگ	كَانُوْا وہ ہوں گے		
لَهُمْ انکے	اَعْدَاۗءً دشمن	وَّكَانُوْا اور وہ ہوں گے	بِعِبَادَتِهِمْ ان کی عبادت سے	كٰفِرِيْنَ منکر (جمع)			

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں بطور تمہید کے قرآن کریم کی حقانیت کو بتلایا گیا تھا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ یعنی نہ کسی انسان کی تصنیف ہے نہ جن کا الہام نہ سحر نہ کہانت نہ فرشتہ کا کلام بلکہ یہ کتاب اپنے پورے الفاظ اور عبارت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عزیز وحکیم ہے یعنی جو غلبہ والا زبردست بھی ہے اور حکیم و دانا بھی۔ اس تمہید سے ذہن میں یہ

بات بتائی گئی کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی تو اس کے احکام اس کے پند ونصائح اس کے مضامین سب قابل غور وفکر اور لائق اہتمام کے ہیں۔ اس تمہید کے بعد سب سے زیادہ مہتم بالشان مضمون یعنی توحید باری تعالیٰ کو بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ آسمان وزمین اور سب کارخانہ عالم اللہ تعالیٰ نے بیکار اور عبث نہیں بنایا بلکہ کسی خاص غرض ومقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور نہایت اعلیٰ حکمت اور بہترین تدبیر کے ساتھ بنایا ہے جو ایک معین میعاد اور مقررہ وعدہ تک یونہی چلتا رہے گا تا آنکہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو اور اسی نتیجہ کو آخرت کہتے ہیں۔ یہاں آیت میں واجل مسمیٰ فرمایا یعنی ایک میعاد معین کے لئے پیدا کیا ہے یہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ زمین وآسمان اور سارا کارخانہ عالم دائمی اور ابدی نہیں بلکہ عارضی اور فانی ہے۔ ایک وقت مقررہ تک کے لئے یہ سب کچھ پیدا کیا گیا ہے جس کے بعد یہ سب فنا اور ختم ہو جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے خدا کے رسول اور اس کی کتاب کو ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ ان حقائق سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس بات کی کچھ فکر ہی نہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب انہیں اپنے اعمال دنیا کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ وہ چونکہ برے انجام سے ڈرتے نہیں اس لئے آخرت کی تیاری بھی نہیں کرتے۔ جب آخرت کی بات سنی ایک کان سنی دوسرے کان نکال دی۔ آگے دلائل توحید میں یہ فرمایا جاتا ہے کہ خداوند قدوس نے تو یہ آسمان وزمین اور کل مخلوقات بنائی۔ اب کوئی ان مشرکین سے پوچھے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات واحد کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی پرستش و بندگی کرتے ہیں کیا ان کے معبودوں نے زمین کا کوئی ٹکڑا یا آسمان کا کوئی حصہ بنایا ہے یا بنا سکتا ہے؟ جب یہ ہے کہ اس کائنات کے جز و کل کا خالق ایک ہی ہے اور ان سب کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ بجز اس کے کسی کو ایک ذرہ کا بھی اختیار نہیں تو معبودیت الوہیت اور ربوبیت میں کوئی دوسرا کیسے شریک ہو جائے گا؟ مشرکین اس ایک اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ کیوں اس کے سوا دوسروں کو اپنی مصیبتوں میں پکارتے ہیں؟ انہیں یہ تعلیم کس نے دی اور کس نے یہ شرک سکھایا؟ شرک کے جواز کی تو کوئی عقلی یا نقلی شہادت نہیں۔ اگر یہ مشرکین اپنے دعوئے شرک میں سچے ہیں تو کسی آسمانی کتاب کی سند لائیں یا کسی ایسے علمی اصول سے ثابت کریں جو عقلا کے نزدیک مسلم چلا آتا ہو تمام کتب آسمانی وہی توحید پیش کرتی ہیں جس کی طرف قرآن دعوت دے رہا ہے اور علوم اولین میں سے بھی کہیں اس امر کی شہادت نہیں ملتی کہ کسی نبی ولی یا مرد صالح نے کبھی لوگوں کو خدائے واحد کے سوا کسی اور کی بندگی کی تعلیم دی ہو تو جس چیز پر کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہ ہو اسے کیسے تسلیم کیا جائے۔ تو جب کوئی عقلی ونقلی دلیل پیش نہ کر سکے اور اپنے شرک سے بھی باز نہ آئے تو ایسے شخص سے بڑھ کر اور زیادہ کون گمراہ ہوگا۔ اس سے بڑی حماقت اور گمراہی کیا ہوگی کہ ایک خدا کو چھوڑ کر ایسی بے جان اور بے اختیار مخلوق کو اپنی حاجت براری کے لئے پکارا جائے جو اپنے مستقل اختیار سے کسی کی پکار کو نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ان کو پکارنے کی خبر بھی ہو۔ پتھر کی بے جان مورتوں کا تو کہنا ہی کیا۔ فرشتے اور پیغمبر بھی وہی کام کر سکتے ہیں جس کی اجازت وقدرت حق تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی گم کردہ راہ نہیں جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پکارے اور ان سے حاجات طلب کرے اور ان کی پرستش اور بندگی کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یوم محشر میں جبکہ امداد و اعانت کی زیادہ حاجت ہوگی تو یہ معبودان باطل اپنے عابدین کی مدد تو کیا کر سکیں گے ہاں اور الٹے دشمن بن کر ان کے مقابل کھڑے ہوں گے اور سخت بیزاری کا اظہار کریں گے بلکہ یہاں تک کہہ دیں گے کہ یہ لوگ ہماری پرستش کرتے ہی نہ تھے۔ تو اے مشرکین ذرا سوچو اس وقت کیسی ندامت وحسرت کا سامنا ہوگا۔

یہ توحید کے اثبات کا مضمون تھا۔ آگے تحقیق رسالت کا مضمون ہے جو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ

اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں ان لوگوں کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو یہ منکر لوگ اس سچی بات کی نسبت جب کہ وہ ان تک پہنچتی ہے یوں کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے۔

مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْــًٔا هُوَ

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہوگا تو پھر تم لوگ مجھ کو خدا سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے، وہ

اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۸﴾ قُلْ

خوب جانتا ہے تم قرآن میں جو جو باتیں بنا رہے ہو، میرے اور تمہارے درمیان میں وہ کافی گواہ ہے۔ اور وہ بڑی مغفرت والا رحمت والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے

مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ

کوئی میں انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور نہ (یہ معلوم کہ) تمہارے ساتھ (کیا کیا جائے گا) میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعہ

وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

آتا ہے، اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ آپ یہ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ

مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾

اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آوے اور تم تکبر ہی میں رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

وَاِذَا اور جب	تُتْلٰى عَلَيْهِمْ پڑھی جاتی ہیں ان پر	اٰيٰتُنَا آیات ہماری	بَيِّنٰتٍ واضح	قَالَ کہتے ہیں وہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے انکار کیا		
لِلْحَقِّ حق کا	لَمَّا جب	جَآءَهُمْ ان کے پاس آگیا وہ	هٰذَا سِحْرٌ یہ جادو	مُّبِيْنٌ کھلا	اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ اس نے خود بنالیا ہے اسے
قُلْ فرمادیں	اِنِ اگر	افْتَرَيْتُهٗ میں نے خود بنالیا ہے اسے	فَلَا تَمْلِكُوْنَ تو تم اختیار نہیں رکھتے	لِيْ میرے لئے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	شَيْــًٔا کچھ بھی	
هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَا وہ جو	تُفِيْضُوْنَ تم باتیں بناتے ہو	فِيْهِ اس میں	كَفٰى بِهٖ وہ کافی ہے اس کا	شَهِيْدًا گواہ	بَيْنِيْ میرے درمیان	
وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	وَهُوَ اور وہ	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ رحم کرنےوالا	قُلْ فرمادیں	مَا كُنْتُ نہیں ہوں میں	بِدْعًا نیا	مِّنَ الرُّسُلِ رسولوں میں سے
وَمَآ اَدْرِيْ اور نہیں جانتا	مَا يُفْعَلُ کیا کیا جائے گا	بِيْ میرے ساتھ	وَلَا بِكُمْ اور نہ تمہارے ساتھ	اِنْ اَتَّبِعُ نہیں پیروی کرتا میں	اِلَّا سوائے صرف		
مَا يُوْحٰى جو وحی کیا جاتا ہے	اِلَيَّ میری طرف	وَمَآ اَنَا اور نہیں ہوں میں	اِلَّا مگر صرف	نَذِيْرٌ ڈرسنانے والا	مُّبِيْنٌ صاف صاف	قُلْ فرمادیں	
اَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو تو	اِنْ اگر	كَانَ ہے	مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے پاس سے	وَكَفَرْتُمْ اور تم نے انکار کیا	بِهٖ اس کا	وَشَهِدَ اور گواہی دی	
شَاهِدٌ ایک گواہ	مِّنْ سے	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	عَلٰى مِثْلِهٖ اس جیسی (ایک کتاب) پر	فَاٰمَنَ پھر وہ ایمان لے آیا	وَاسْتَكْبَرْتُمْ اور تم نے تکبر کیا		
اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الظّٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید کے سلسلہ میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح مانو کہ اس کے ساتھ کسی بات میں کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور جو باوجود واضح دلائل کے توحید سے انکار کرے اور شرک پر مصر رہے تو ایسے شخص کو حد درجہ گمراہ بتلایا گیا تھا کہ جو ایک خدا کو چھوڑ کر ایسے معبودان باطل کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارے کہ

جو نہ اس کی پکار سنے اور نہ کوئی چیز بھی عطا کر سکے اور بتلایا گیا تھا کہ یہ مشرکین آج دنیا میں تو ان معبودان باطلہ کی پرستش کر رہے ہیں لیکن کل قیامت میں ان کے یہ معبود ان کے دشمن ہوں گے اور الٹا انہی کو ملزم گردانیں گے اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اب آگے ان آیات میں انہی مشرکین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو اپنے انجام کی کچھ فکر نہیں۔ کسی نصیحت اور فہمائش پر کان ہی نہیں دھرتے۔ بلکہ جب قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جن میں بالکل سچی سچی باتیں بتائی جاتی ہیں تو یہ اسے جادو اور سحر کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب اپنی طاقت وقدرت سے بڑھ کر ہر چیز کو سحر کہتے تھے۔ چونکہ قرآن مجید کی خوبیاں اس کی فصاحت و بلاغت اس کے مضامین کی لطافت اس کے اثرات اہل زبان ہونے کے سبب کفار ومشرکین کے ذہن میں آتیں اور وہ اس کو اپنی طاقت وقدرت سے بالا پاتے کہ ایسے مضمون اور الفاظ سے وہ عاجز ہیں تو الزام لگاتے کہ یہ کلام تو سحر ہے اور بعض مشرکین اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ الزام لگاتے کہ (معاذ اللہ) یہ کلام تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خود بنالائے ہیں اور خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کفار و مشرکین کے اس الزام کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے جواب میں ان سے کہہ دیجئے کہ خدا پر جھوٹ لگانا اور افترا باندھنا انتہائی جرم ہے۔ اگر بفرض محال میں ایسی جسارت کروں جیسا کہ تم الزام لگاتے ہو تو گویا جان بوجھ کر میں اپنے کو اللہ کے غضب اور اس کی سخت ترین سزا کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ بھلا خیال کرو جو ساری عمر بندوں پر جھوٹ نہ لگائے اور ذرا ذرا سے معاملہ میں اللہ کے خوف سے ڈرتا ہو وہ ایک دم بیٹھے بٹھائے اللہ پر جھوٹ طوفان باندھ کر اپنے کو ایک عظیم ترین آفت ومصیبت میں پھنسائے گا جس سے بچانے والی اور پناہ دینے والی کوئی طاقت دنیا میں موجود نہیں۔ اگر میں خدا پر جھوٹ باندھوں تو کیا تم خدا کے غضب وقہر سے جو جھوٹے مدعی نبوت پر ہوتا ہے مجھ کو نجات دلا سکو گے؟ اور جب اللہ مجھ کو برائی پہنچانا چاہے گا تو تم میرا کچھ بھلا کر سکو گے؟ میری چالیس سال کی زندگی سے جو تمہارے ہی درمیان میں گزری ہے اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ میں اس قدر بے خوف اور بے باک نہیں ہوں اور نہ ایسا بے عقل ہوں کہ بعض انسانوں کو خوش کر کے خداوند قدوس کا غصہ مول لوں۔ بہر حال اگر میں (معاذ اللہ) مفتری ہوں اور غیر اللہ کے کلام کو اللہ کی طرف نسبت دوں تو اس کا وبال مجھ پر ہی پڑے گا۔ لیکن یاد رکھو کہ جو باتیں تم نے شروع کر رکھی ہیں اور جو الزامات تم لگاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی خوب جانتا ہے اگر خدا کے سچے رسول کو جھوٹا اور مفتری کہا تو سمجھ لو کہ اس کا کیا حشر ہوگا خدا پر میری اور تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں اس لئے میں اسی کو اپنے اور تمہارے درمیان گواہ ٹھہراتا ہوں۔ وہی بتلادے گا اور ظاہر فرمادے گا کہ کون حق پر ہے اور کون جھوٹ بول رہا ہے اور افترا کر رہا ہے۔ دیکھو اگر اپنے افعال واقوال سے اب بھی باز آجاؤ تو اللہ غفور الرحیم ہے وہ بخش دے گا اور یہ اس کی بردباری اور مہربانی سمجھو کہ باوجود جرائم پر مطلع ہونے اور کامل قدرت رکھنے کے تم کو ہلاک نہیں کر دیتا۔ اب بھی اس ہٹ دھرمی سے باز آجاؤ تو خدا کی رحمت کا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے اور جو کچھ اب تک تم نے کیا یا کہا ہے وہ معاف ہو سکتا ہے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے یوں بھی کہئے کہ آخر تم میری رسالت پر اتنا شدید انکار کیوں کر رہے ہو؟ میری باتوں سے تم اس قدر کیوں بدکتے ہو؟ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور کوئی انوکھی چیز تو لے کر نہیں آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی دنیا میں اور رسول ہو چکے ہیں۔ جو وہ کہتے تھے وہی میں کہتا ہوں میں کسی اور عجیب بات کا دعویٰ نہیں کرتا اور مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا اس لئے میں اپنی طرف سے عذاب وثواب کی خبریں نہیں دے سکتا۔ بلکہ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے اس لئے جو مجھے حکم ربی ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتا ہوں اور کفر و عصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کئے دیتا ہوں۔ دیکھو تم بنی اسرائیل کو بڑا پڑھا لکھا سمجھتے ہو ان کے علم وفضل سے مرعوب ہو۔ ان کو آسمانی کتاب وعلم کا حامل سمجھتے ہو تم نے ان کے عالموں سے بھی پوچھ کر دیکھ لیا اور انہوں نے گواہی دی کہ ہاں آخری رسول آخری کتاب لے کر آنیوالا ہے۔

تو اب وہ قرآن جس کو تم تراشیدہ بتاتے ہو اگر خدا کی طرف سے ہے جیسا کہ درحقیقت وہ ہے اور تم اسے نہ مانو تو پھر کیا ہوگا؟ کیا تمہیں سزا نہ دی جائے گی۔ ضرور دی جائے گی۔ پس تم عناد سے کام نہ لو اور خالی الذہن ہو کر اس میں غور کرو۔ اگر بنی اسرائیل میں سمجھدار علمائے یہود تو اس کے صدق کی گواہی دیں اور تم اس کتاب کے ماننے سے انکار کرو اور اپنی شیخی اور غرور سے اس کو قبول نہ کرو تو سمجھ لو کہ اس سے بڑھ کر ظلم اور گناہ کیا ہوگا۔ بالخصوص جبکہ تم گذشتہ میں یہ بھی کہہ چکے تھے کہ اگر ہمیں کتاب دی جاتی تو ہم ان سے یعنی اہل کتاب سے زیادہ راہ پر ہوتے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گو یہ باتیں بہت صاف ہیں مگر یہ منکرین ہٹ دھرم انہیں بھی نہ مانیں گے کیونکہ وہ سراسر ظلم پر کمربستہ ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ حق تعالیٰ ظلم پر کمربستہ لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا (تو ایسے ظالم کی نجات وفلاح کی کیا توقع ہو سکتی ہے)

ابھی آگے منکرین کے بعض اقوال جو وہ اہل ایمان کے متعلق کہتے نقل فرما کر اس کی تردید کی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۚ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ

اور یہ کافر ایمان والوں کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرتے، اور جب اُن لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے

هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ﴿۱۱﴾ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَهَٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ

کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے۔ اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب جو راہ نما اور رحمت تھی، اور یہ ایک کتاب ہے جو اس کو سچا کرتی ہے

لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲﴾

عربی زبان میں ظالموں کے ڈرانے کیلئے اور نیک لوگوں کو بشارت دینے کیلئے۔

وَقَالَ اور کہا	الَّذِينَ كَفَرُوا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	لِلَّذِينَ آمَنُوا ان کیلئے جو ایمان لائے (مومن)	لَوْ كَانَ اگر ہوتا	خَيْرًا بہتر				
مَا سَبَقُونَا نہ وہ پہل کرتے ہم پر	إِلَيْهِ اس کی طرف	وَإِذْ اور جب	لَمْ يَهْتَدُوا نہ ہدایت پائی انہوں نے	بِهِ اس سے	فَسَيَقُولُونَ تو اب کہیں گے	هَٰذَا یہ		
إِفْكٌ جھوٹ	قَدِيمٌ پرانا	وَ اور	مِن قَبْلِهِ اس سے پہلے	كِتَابُ کتاب	مُوسَىٰ موسیٰ	إِمَامًا رہنما۔امام	وَرَحْمَةً اور رحمت	وَهَٰذَا اور یہ
كِتَابٌ کتاب	مُصَدِّقٌ تصدیق کرنیوالی	لِسَانًا زبان	عَرَبِيًّا عربی	لِيُنذِرَ تاکہ وہ ڈرائے	الَّذِينَ ظَلَمُوا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا (ظالم)			
وَبُشْرَىٰ اور خوشخبری	لِلْمُحْسِنِينَ نیکوکاروں کیلئے							

تفسیر وتشریح: زمانہ جاہلیت میں عرب کے جاہل مشرک اہل کتاب بنی اسرائیل کے علم وفضل سے مرعوب تھے اور یہود کو آسمانی کتاب کے عالم اور پہلے زمانہ کے حالات سے بڑا باخبر جانتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا چرچا ہوا تو مشرکین نے اس معاملہ میں علمائے بنی اسرائیل کا عندیہ لینا چاہا اور امید ان کو یہ تھی کہ وہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائیں گے اور آپ کی علانیہ تکذیب کر دیں گے تو کہنے کو ان مشرکین کے یہ بات ہاتھ آ جائے گی کہ دیکھو اہل علم اور اہل کتاب بھی ان کی باتوں کو (نعوذ باللہ) جھوٹا کہتے ہیں لیکن مشرکین کی یہ امید بر نہ آئی۔ یہود کے عالموں نے صاف کہہ دیا کہ ہاں ایک آخری رسول آخری کتاب لے کر آنے والے ہیں۔ جن کی آمد کی خبر تورات میں ہے اور یہ رسول وہی معلوم ہوتے ہیں علمائے یہود کی یہ شہادتیں فی الحقیقت ان پیشین گوئیوں پر مبنی تھیں جو ان کی کتابوں میں منقول چلی آتی تھیں۔ تو کفار ومشرکین اس مقصد میں بھی ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علما سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق وتائید کرا دی۔ مشرکین عرب یہاں بھی مایوس ہوئے تو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار اور قرآن کے نہ ماننے کا ایک نیا بہانہ تراشا جیسا کہ ان آیات میں ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن برحق ہوتا اور اس میں کچھ بہتری ہوتی تو کیا ہم سے پہلے غریب کمزور نادار لوگ اور لونڈی وغلام اس کو قبول کرتے۔ بلکہ سب سے پہلے ہم مانتے اگر یہ دین بہتر ہوتا تو بہتر لوگ اس کی طرف جھپٹتے کیا یہ چیز اچھی ہوتی تو اس کے حاصل کرنے میں ہم جیسے عقلمند عزت اور دولت والے سردار ان لونڈی غلاموں سے پیچھے رہ جاتے۔ مکہ میں سب سے پہلے غریب لوگ ایمان لائے تھے منجملہ ان کے حضرت عمرؓ کے ایک لونڈی بھی تھی جس کو دین اسلام قبول کرنے پر مارتے مارتے تھک جاتے تھے مگر وہ دین اسلام سے پھرنے پر تیار نہ تھی۔ تو اس بات پر کفار قریش تمسخر کرتے اور کہتے کہ اگر یہ قرآن حق ہوتا تو سب سے پہلے ہم قبول کرتے۔ کیا فلاں لونڈی ہم سے پہل کر جاتی؟ اور گرے پڑے غلام جیسے بلال عمار صہیب خباب وغیرہ جیسے سبقت کر جاتے؟ گویا قریش کے سردار

عوام الناس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہکانے کے لئے یہ پرفریب دلیل استعمال کرتے کہ اگر یہ قرآن برحق ہوتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی صحیح بات پر دعوت دے رہے ہوتے تو قوم کے بڑے سردار اور معززین اور مال دار آگے بڑھ کر اس کو قبول کرتے یہ کیا بات ہوئی کہ چند ناتجربہ کار لڑکے اور چند ادنیٰ درجہ کے غلام اور مفلس کم حیثیت لوگ ایک بات کو مان لیں اور قوم کے بڑے بڑے لوگ رئیس سردار اور معزز مال دار اور جہاں دیدہ جن کی عقل وتدبیر پر قوم اعتماد کرتی رہی وہ اس کو رد کردیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اس نئی دعوت میں ضرور کچھ خرابی ہے لہذا عوام بھی اس سے دور بھاگیں۔اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ان منکرین کو تکبر اور عناد کے سبب قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ یہی کہیں گے کہ یہ بھی ایک قدیم جھوٹ ہے۔(معاذ اللہ) پرانے لوگوں کی پرانی غلط باتیں ہیں۔کفار ومشرکین کا یہ قول بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ آج کل کے نام نہاد ''ترقی پسند'' اور ''تجدد پسند'' اور ''مغرب زدہ'' بے دین دین داروں کو لکیر کے فقیر پرانے دقیانوسی خیالات والے ترقی کے دشمن زمانہ سے ناواقف ہونے کا طعنہ دیتے ہیں تو سنئے حق تعالیٰ کفار کے اس الزام میں کہ معاذ اللہ یہ قرآن بھی ایک قدیمی جھوٹ اور پرانی غلط بات ہے کیا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ارشاد ہوتا ہے کہ یہ پرانا جھوٹ نہیں بلکہ بہت پرانا سچ ہے۔نزول قرآن سے سینکڑوں برس پہلے تورات نے بھی یہی اصولی تعلیم دی تھی جس کی انبیاء اور اولیاء اقتدا کرتے رہے اور اس نے پیچھے آنے والی نسلوں کے لئے اپنی تعلیمات وبشارات سے راستی وہدایت کی راہ ڈال دی اور رحمت کے دروازے کھول دیئے۔اب قرآن اترا تو اس کو سچا ثابت کرتا ہوا غرض دونوں کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور یہی حال دوسری کتب سماویہ کا ہے غرض کہ اس قرآن سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب تورات امام اور رحمت تھی اور اب یہ کتاب یعنی قرآن مجید جو اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں کو منزل من اللہ اور سچی کتابیں مانتا ہے عربی زبان میں نازل ہوا ہے تاکہ شریروں اور ظالموں کو انجام بد سے خبردار کردے اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنادے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا اچھا ہوتا ہے۔

اب چونکہ یہاں ظالمین کے حق میں وعید اور محسنین یعنی نیک کاروں کے حق میں بشارت کا ذکر ہوا ہے۔آگے اسی وعدہ ووعید کی کسی قدر تفصیل ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس امت مسلمہ کو قرآن کی حق شناسی اور قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔آج بھی جو غافل قرآن کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ چودہ سو سال پرانی کتاب کے احکام وقوانین اس ترقی کے زمانہ میں اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں کیسے چل سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھول دے اور ان کے قلوب میں قرآن پاک کی عظمت وسچائی اتاردے۔

اے اللہ پھر اس دنیا میں قرآنی تعلیمات کا دور دورہ زندہ فرمادے اور اس امت حامل قرآن کو قرآن پر ایمان کے ساتھ عمل بھی نصیب فرمادے۔یا اللہ قرآن کریم کے متعلق کفار ومشرکین نے جو کچھ کہا یا اب بھی کہتے ہیں اس کی حکایت شکایت ہم کیا کریں ہمیں تو رونا اب یہ ہے کہ بعض مدعیان اسلام ہی قرآن کی خوبیوں سے بے بہرہ ہوگئے ہیں اور اس آسمانی کتاب کی بے قدری قولاً نہ سہی عملاً تو یقینی کررہے ہیں۔یا اللہ ہماری حالت پر رحم وکرم فرما اور ہم کو اپنی کتاب قرآن عظیم پر ایمان کے ساتھ اور عمل کی توفیق بھی نصیب فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے، اُن لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ

اہل جنت ہیں جو اُس میں ہمیشہ رہیں گے، بعوض ان کاموں کے جو وہ کرتے تھے۔اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے،

إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا

اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا، اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے (میں پورا ہوتا ہے) یہاں تک کہ جب

بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي

وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے، اور چالیس برس کو پہنچتا ہے، تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں

أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ

جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں، اور میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی مرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے،

إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ

میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے کاموں کو قبول کرلیں گے

مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝

اور ان کے گناہوں سے درگذر کریں گے اس طور پر کہ یہ اہل جنت میں سے ہوں گے، اس وعدۂ صادقہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

إِنَّ بیشک | الَّذِينَ قَالُوا جن لوگوں نے کہا | رَبُّنَا اللَّهُ ہمارا رب اللہ | ثُمَّ پھر | اسْتَقَامُوا وہ قائم رہے | فَلَا خَوْفٌ تو کوئی خوف نہیں | عَلَيْهِمْ ان پر
وَلَا هُمْ اور نہ وہ | يَحْزَنُونَ غمگین ہوں گے | أُولَٰئِكَ یہی لوگ | أَصْحَابُ الْجَنَّةِ اہل جنت | خَالِدِينَ ہمیشہ رہیں گے | فِيهَا اس میں | جَزَاءً جزا
بِمَا اس کی جو | كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ عمل کرتے تھے | وَوَصَّيْنَا اور ہم نے حکم دیا | الْإِنسَانَ انسان | بِوَالِدَيْهِ ماں باپ کیساتھ | إِحْسَانًا حسن سلوک کا
حَمَلَتْهُ وہ اس کو اٹھائے رہی | أُمُّهُ اس کی ماں | كُرْهًا تکلیف کے ساتھ | وَ اور | وَضَعَتْهُ كُرْهًا اس نے اس کو جنا تکلیف کیساتھ | وَحَمْلُهُ اور اس کا حمل
وَفِصَالُهُ اور اسکا دودھ چھڑانا | ثَلَاثُونَ شَهْرًا تیس مہینے | حَتَّىٰ یہاںتک | إِذَا جب | بَلَغَ وہ پہنچا | أَشُدَّهُ اپنے زور (جوانی) کو | وَبَلَغَ اور وہ پہنچا (ہوا)
أَرْبَعِينَ چالیس | سَنَةً سال | قَالَ اس نے عرض کیا | رَبِّ اے میرے رب | أَوْزِعْنِي توفیق دے مجھے | أَنْ أَشْكُرَ کہ میں شکر کروں
نِعْمَتَكَ تیری نعمت | الَّتِي وہ جو | أَنْعَمْتَ عَلَيَّ تو نے انعام فرمائی مجھ پر | وَ اور | عَلَىٰ وَالِدَيَّ میرے ماں باپ پر | وَأَنْ اور یہ کہ | أَعْمَلَ میں عمل کروں
صَالِحًا نیک عمل | تَرْضَاهُ تو پسند کرے اسے | وَأَصْلِحْ اور اصلاح کردے | لِي میرے لئے | فِي ذُرِّيَّتِي میری اولاد میں | إِنِّي تُبْتُ بیشک میں نے توبہ کی
إِلَيْكَ تیری طرف | وَإِنِّي اور بیشک میں | مِنَ سے | الْمُسْلِمِينَ مسلمانوں (فرمانبرداروں) | أُولَٰئِكَ یہی لوگ | الَّذِينَ وہ جو کہ

نَتَقَبَّلُ ہم قبول کرتے ہیں	عَنْهُمْ ان سے	اَحْسَنَ بہترین (عمل)	مَا جو	عَمِلُوْا انہوں نے کئے	وَ اور	نَتَجَاوَزُ ہم درگزر کرتے ہیں
عَنْ سے	سَيِّاٰتِهِمْ انکی برائیوں	فِیْ میں	اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ اہل جنت	وَعْدَ الصِّدْقِ سچا وعدہ	الَّذِیْ وہ جو	كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ انہیں وعدہ دیا جاتا تھا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آسمانی دین کو پہلے توراۃ نے پھیلایا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے اور ہدایت ورحمت کا راستہ انسانوں کے لئے کھولا اور اب اسی کی تائید اور تصدیق کرتا ہوا یہ قرآن کریم نازل ہوا۔ عربی زبان میں تا کہ ان ظالموں کو خطرہ سے آگاہ کرے اوران کے انجام بد سے ڈراوے جو اس کا انکار کرتے ہیں اور نیک لوگوں کو جو اس کو مان کر اس کی ہدایات پر چلیں ان کو خوشخبری وبشارت سنادے کہ ان کا انجام کیسا اچھا ہوگا۔ تو گویا اس وعدہ وعید میں یہ جتلا دیا گیا تھا کہ جو لوگ اس دین کو نہ مانیں گے جسے قرآن کریم نے انسانوں کے سامنے صاف صاف پیش کیا ہے وہ لوگ ظالم ہیں اوران کا وہی حشر ہوگا جس سے قرآن مجید نے انہیں ڈرایا ہے اور جو لوگ اس کو مان کر اس راستہ پر چلیں گے جس کا قرآن مطالبہ کرتا ہے تو ان کو وہ سب انعامات ملیں گے جن کی قرآن کریم نے بشارت وخوشخبری دی ہے اسی وعدہ ووعید کی مزید تشریح ان اور اگلی آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہے اور سمجھایا گیا کہ انسان اگر چاہتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد اس کا انجام اچھا ہو اور وہ ناگوار اور رنج وغم کی باتیں پیش آنے سے نجات پا جائے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے جو کوئی اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو اس دنیا کی زندگی کے بعد وہ رنج وغم سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ اب وہ راستہ کیا ہے یہ یہاں پہلی مختصر سی آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ دو باتیں اس دنیا میں اختیار کرے۔ ایک تو سچے دل سے اقرار کرے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اس پر ایمان اس کی الوہیت وربوبیت سب کا اقرار آ گیا یعنی اللہ کی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال اور ہر آن میں اور ہر قدم میں اللہ تعالیٰ کے زیر تربیت ہوں۔ مجھے ایک سانس کے بعد دوسرا سانس بھی بغیر اس کی رحمت کے نہیں آ سکتا۔ اور دوسری بات یہ کہ اس قول وقرار پر تا زندگی قائم اور ثابت قدم رہے یعنی اس یقین اور اقرار سے مرتے دم تک نہ ہٹے جو کچھ زبان سے کہا ہے اس کے مقتضا پر اعتقاداً اور عملاً جما رہے یعنی اللہ کی ربوبیت کا حق پہچانے اور اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھے اور ادا کرے۔ یہ نہیں کہ ابن الوقت بن کر گرگٹ کی طرح رنگ بدلا کرے کہ دعویٰ تو ایمان اور اسلام کا اور اتباع ہو کفار ومشرکین یہود ونصاریٰ کا تو گویا اس مختصر سے جملہ میں یعنی قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا یعنی جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہے بڑی بلاغت کے ساتھ پورے اسلام اور ایمان اور اعمال صالحہ سب کو جمع کر دیا گیا ہے اسی کی تشریح اور تائید مسلم شریف کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ جب حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کی ایک ایسی جامع بات بتلا دیجئے کہ جس کے بعد مجھے کسی اور سے کچھ نہ پوچھنا پڑے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قل امنت باللہ ثم استقم یعنی تم اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرو پھر اس پر مستقیم رہو تو لفظ مستقیم یا استقامت ایک لفظ مختصر ہے مگر تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے جس میں تمام احکام الٰہیہ پر عمل اور تمام محرمات ومکروہات ومنہیات سے اجتناب وپرہیز دائمی طور پر شامل ہے۔ اسی لئے لفظ استقامت کی تفسیر میں حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو اس سے ادھر ادھر راہ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو (تفسیر مظہری) اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں بھی اس پر مستقیم رہنا نصیب فرمائیں آمین۔

تو جس نے دنیا میں یہ دو باتیں پوری کر دیں یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور توحید کا اقرار کیا اور پھر اس پر تا زندگی وہ مستقیم بھی رہا وہ یقیناً اس دنیا کی زندگی کے بعد خوف اور رنج وغم سے نجات پا جائے گا اور یہی وہ لوگ جنہیں آخرت میں جنت میں جگہ ملے گی اور وہ بھی عارضی نہیں بلکہ دائمی ہمیشہ کے لئے جہاں نہ کسی قسم کا خوف اور فکر اس کے پاس پھٹکے گا اور نہ کوئی غم وہراس ان پر آئے گا کیونکہ ہر

چیز خواہش کرتے ہی فوراً ملے گی۔ ایسی ہی بشارت چوبیسویں پارہ سورۃ حم سجدہ میں ذکر ہو چکی ہے جہاں ارشاد ہوا تھا ”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور خوش ہو جنت کے ملنے پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے واسطے اس جنت میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کو تمہارا جی چاہے اور تمہارے واسطے موجود ہے جو کچھ بھی تم مانگو۔ یہ بطور مہمانی کے خدائے غفور الرحیم کی طرف سے (آیات ۳۰، ۳۲)۔“

خلاصہ یہ کہ یہ آیات مومن کے حق میں بہت بڑی بشارت ہیں اور وعدہ ہے کہ اس بات کا کہ اسے کوئی غم و رنج نہ موت کے وقت ہوگا نہ برزخ میں نہ آخرت [illegible]للہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے کرم سے اپنے ایسے ہی مومنین بندوں میں شامل فرماویں۔ آمین۔ تو اوپر چونکہ خدائے تعالیٰ کی توحید و ربوبیت والوہیت کا اس کی عبادت و فرمانبرداری کا اور اس پر استقامت کرنے کا حکم ہوا جس میں تمام حقوق اللہ کی بجا آوری آ گئی تو مناسب ہوا کہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی حکم کر دیا جائے۔ قرآن کریم میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کا حق بیان فرمایا ہے کیونکہ موجد حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس عالم اسباب میں ماں باپ اولاد کے وجود کا سبب ظاہری اور حق تعالیٰ کی شان ربوبیت کا مظہر خاص بنتے ہیں اس لئے یہاں بھی پہلے اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذکر فرما کر والدین کا حق بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے والدین یعنی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے ان کی تعظیم و محبت اور خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھے۔ دوسری جگہ بتلایا گیا ہے کہ اگر والدین مشرک ہوں تب بھی ان کے ساتھ دنیا میں معاملہ اچھا رکھنا چاہئے۔ خصوصاً ماں کی خدمت گزاری کہ بعض وجوہ سے اس کا حق اولاد پر باپ سے بھی زائد ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے اور صحیح احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایسا ہی ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں عرض کیا کہ پھر کون۔ آپ نے فرمایا تمہاری ماں پوچھا پھر کون آپ نے پھر فرمایا تمہاری ماں پھر پوچھا کہ اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارا باپ۔ گویا ۳ مرتبہ ماں کے حق کی طرف اشارہ فرمایا اور چوتھی مرتبہ باپ کے حق کی طرف۔ یہاں آیت میں بھی ماں کے تہرے حق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے پہلے یہ کہ انسان کو اس کی ماں نے اسے مشقت اٹھا کر پیٹ میں رکھا۔ یعنی حمل جب کئی ماہ کا ہو جاتا ہے تو اس کا ثقل و گرانی اور بوجھ محسوس ہونے لگتا ہے جس کو ماں برداشت کرتی ہے۔ دوسرے مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنتی ہے۔ بچہ کی پیدائش کے وقت ماں کیسی سختی برداشت کرتی ہے۔ تیسرے دودھ پلانے اور بچہ کی نگہداشت کرنے میں صعوبت برداشت کرتی ہے۔ ماں اپنی آسائش اور راحت کو بچہ کی آسائش اور راحت پر قربان کر دیتی ہے اور اس حمل اور دودھ پلانے کے زمانہ میں ۳۰ ماہ یعنی اڑھائی سال لگ جاتے ہیں۔ حمل اور دودھ پلانے کی مدت جو ۳۰ مہینہ یہاں فرمائی گئی سو جمہور کے نزدیک اس حساب پر مبنی ہے کہ کم از کم ۶ ماہ مدت حمل اور زیادہ سے زیادہ مدت رضاعت یعنی دودھ پلانا دو سال اس طرح مجموعہ اڑھائی سال یعنی ۳۰ ماہ ہو گیا یا یہ حساب رکھا جائے کہ طبعی مدت حمل ۹ مہینہ اور طبعی مدت رضاعت ۲۱ مہینہ یوں بھی اڑھائی برس ہو گئے۔ اتنے دنوں تک ماں طرح طرح کی مصیبت اٹھاتی ہے اور کم و بیش ان مصیبتوں میں باپ کی بھی شرکت ہوتی ہے بلکہ اکثر امور کا انتظام عادۃً باپ ہی کو کرنا پڑتا ہے اس لئے بھی ماں باپ کا حق انسان پر زیادہ واجب کیا گیا۔ غرض کہ اس کے بعد بچہ نشوونما پاتے پاتے اپنی جوانی یعنی بلوغ کو پہنچ جاتا ہے اور پھر بلوغ کے بعد ایک زمانہ میں چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو جو انسان سعید ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کو پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے جو احسانات اس پر اور اس کے ماں باپ پر ہو چکے ہیں ان کا شکر ادا کرتا ہے اور آئندہ نیک عمل کرنے کی توفیق بھی خدا سے مانگتا ہے اور اپنی اولاد کے حق میں بھی نیکی کی دعا مانگتا ہے اور جو کوتاہی حقوق اللہ یا حقوق العباد میں رہ گئی اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے معافی مانگتا ہے اور از راہ

تواضع وبندگی اپنی مخلصانہ عبدیت وفرمانبرداری کا اعتراف کرتا ہے غرض کہ جو بندہ سعید ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق تو براہ راست ادا کرتا ہی ہے اور ساتھ ہی بندوں کے حقوق کو بھی پہچانتا ہے اور انہی بندوں کے حقوق میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ان کی خدمت گزاری میں بھی لگا رہتا ہے۔

یہاں آیت میں جو اربعین سنۃً فرمایا یعنی جب ۴۰ سال کو پہنچتا ہے تو علما نے لکھا ہے کہ ۴۰ برس کی عمر میں عموماً انسان کی عقلی اور اخلاقی قوتیں پختہ ہوجاتی ہیں اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ۴۰ برس سے پہلے نہ ہوتی تھی۔ تو یہاں یہ تاکید مقصود ہے کہ ۴۰ برس کے بعد پھر غفلت نہ ہونی چاہئے کیونکہ جوانی میں قوت عقلیہ مغلوب ہوتی ہے اور ۴۰ سال پر قوت عقلیہ کامل غالب ہوتی ہے تو اس وقت توجہ الی اللہ بہت ضرور ہے اور ۴۰ سال کی عمر کو پہنچ کر انسان کو پختہ دل سے اللہ کی طرف توبہ کرنی چاہئے اور نئے سرے سے خدا کی طرف رغبت اور رجوع کر کے اس پر جم جانا چاہئے بعض مفسرین سے منقول ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق وارد ہوئی ہیں اور آپ نے یہ بات چالیس سال کی عمر میں کہی تھی اور وہ اس طرح پوری ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مع اپنی اولاد کے پہلے ہی اسلام لائے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد آپ کے والد ابوقحافہ بھی مسلمان ہو گئے تھے اور آپ کی والدہ ام الخیر بھی مسلمان تھیں۔ گویا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ خود ان کو ان کے ماں باپ کو اور اولاد کو ایمان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ صحابہ کرام میں یہ خصوصیت سوائے آپ کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ مگر اکثر مفسرین ان آیات کو عموم پر محمول کرتے ہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے بندوں کی نیکیاں قبول اور کوتاہیاں معاف ہوتی ہیں اور ان کا مقام اللہ کے سچے وعدہ کے موافق جنت میں ہے۔ قرآن مجید میں یہ حقیقت دسیوں جگہ آ چکی ہے اور یہاں پھر اسی کا اعادہ ہے کہ بڑے بڑے کاملین اور مقبولین سے بھی تقصیرات اور خطائیں ہوجاتی ہیں لیکن ان کی خطاؤں سے درگزر کردیا جاتا ہے۔

عام حکم ان آیات سے سب مسلمانوں کے لئے یہ نکلتا ہے اور جملہ اہل اسلام کو یہ ہدایت کرنا مقصود ہے کہ آدمی کی عمر جب ۴۰ سال کے قریب ہو جائے تو اس کو آخرت کی فکر غالب ہو جانا چاہئے۔ پچھلے گناہوں سے توبہ کی تجدید کرے اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا پورا اہتمام کرے کیونکہ ۴۰ سال کی عمر میں جو اخلاق و عادات کسی شخص کے ہو جاتے ہیں پھر ان کا بدلنا مشکل ہوتا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان فرمادیتے ہیں اور جب ساٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو اس کو اپنی طرف رجوع وانابت نصیب فرمادیتے ہیں اور جب ستر سال کی عمر کو پہنچ جائے تو تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حسنات کو قائم فرمادیتے ہیں اور اس کے سیأت کو مٹادیتے ہیں اور جب نوے سال کی عمر ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کو اپنے اہل بیت کے متعلق شفاعت کرنے کا حق دے دیتے ہیں اور آسمان میں اس کے نام کے ساتھ لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ اسیر اللہ فی الارض ہے یعنی زمین میں اللہ کی طرف سے قیدی ہے (ابن کثیر) اور یہ ظاہر ہے کہ مراد اس سے وہی بندہ مومن ہے جس نے اپنی زندگی احکام شرع کے تابع ہوکر تقویٰ کے ساتھ گزاری ہے۔ (معارف القرآن۔ جلد ہفتم ص ۸۰۸)

الغرض یہاں تک تو اہل سعادت اور نیکوکار مومنین کا بیان ہوا آگے ان کے مقابلہ میں اہل شقاوت وظالمین کا ذکر ہے جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ضائع کرتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی سچی توحید نصیب فرمائیں اور تازندگی اسی پر قائم رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا

اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم پر کیا تم مجھ کو یہ وعدہ (یعنی خبر) دیتے ہو کہ میں (دوبارہ زندہ ہو کر) قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گذر گئیں،

یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾

اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لا، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو یہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن اور انسان ہو گذرے ہیں،

وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ

بے شک یہ خسارہ میں رہے۔ اور ہر ایک کیلئے ان کے اعمال کی وجہ سے الگ الگ درجے ملیں گے اور تا کہ اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال پورے کر دے اور ان پر

لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ

ظلم نہ ہوگا۔ اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے

الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ

اور ان کو خوب برت چکے سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے،

بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

وَالَّذِیْ اور وہ جس	قَالَ اس نے کہا	لِوَالِدَیْهِ اپنے ماں باپ کیلئے	اُفٍّ تف	لَّكُمَا تمہارے لئے۔ پر	اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ کیا تم مجھے وعدہ (خبر) دیتے ہو کہ				
اُخْرَجَ میں نکالا جاؤں گا	وَقَدْ خَلَتِ حالانکہ گزر چکے	الْقُرُوْنُ (بہت سے) گروہ	مِنْ قَبْلِیْ مجھ سے پہلے	وَهُمَا اور وہ دونوں	یَسْتَغِیْثٰنِ فریاد کرتے ہیں				
اللّٰهَ اللہ	وَیْلَكَ تیرا بُرا ہو	اٰمِنْ تو ایمان لے آ	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	فَیَقُوْلُ تو وہ کہتا ہے	مَا نہیں	هٰذَا یہ	اِلَّا مگر۔ صرف
اَسَاطِیْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِیْنَ پہلوں	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	الَّذِیْنَ وہ جو	حَقَّ ثابت ہوگئی	عَلَیْهِمْ ان پر	الْقَوْلُ بات (عذاب)			
فِیْۤ اُمَمٍ امتوں میں	قَدْ خَلَتْ گزر چکیں	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل	مِنَ سے	الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنات اور انسان (جمع)	اِنَّهُمْ بیشک وہ				
كَانُوْا تھے	خٰسِرِیْنَ خسارہ پانیوالے	وَلِكُلٍّ اور ہر ایک کیلئے	دَرَجٰتٌ درجے	مِّمَّا عَمِلُوْا اس سے جو انہوں نے کیا	وَلِیُوَفِّیَهُمْ اور تا کہ وہ پورا دے انکو				
اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	وَهُمْ اور وہ۔ اُن	لَا یُظْلَمُوْنَ اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا	وَیَوْمَ اور جس دن	یُعْرَضُ لائے جائیں گے					
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	عَلَى النَّارِ آگ کے سامنے	اَذْهَبْتُمْ تم لے گئے۔حاصل کر چکے	طَیِّبٰتِكُمْ اپنی نعمتیں	فِیْ میں					
حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا اپنی دنیا کی زندگی	وَاسْتَمْتَعْتُمْ اور تم فائدہ اٹھا چکے	بِهَا ان کا	فَالْیَوْمَ پس آج	تُجْزَوْنَ تمہیں بدلہ دیا جائے گا					

2

عَذَابَ الْهُوْنِ رسوائی کا عذاب	بِمَا اس لئے کہ	كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ تم تکبر کرتے تھے	فِي الْأَرْضِ زمین میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق
وَبِمَا اور اس لئے کہ	كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ تم نافرمانیاں کرتے تھے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسان اگر چاہتا ہے کہ اس کا انجام اچھا ہو اور اس دنیا کے بعد آنے والی زندگی میں ناگوار باتوں اور خوف وغم کے پیش آنے سے نجات پا جائے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ وہ دنیا میں دو باتیں اختیار کرلے۔ ایک تو سچے دل سے اقرار کرے کہ میرا رب اللہ ہے دوسرے اس قول پر مرتے وقت تک ثابت قدم رہے۔ ایسے لوگوں کو بشارت دی گئی تھی کہ انہیں آخرت میں جنت ملے گی۔ اس کے بعد بتلایا گیا تھا کہ اچھے اور نیک لوگ وہ ہوتے ہیں جو بالغ ہو جانے پر خاص کر جب کہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ اللہ کے حکم کے آگے سر جھکانے اور اللہ کے فرمانبردار ہونے کا پختہ ارادہ کر لیتے ہیں ماں باپ کا ادب بجا لاتے ہیں اور اللہ سے نیکیوں کی توفیق مانگتے ہیں۔ اپنی تقصیرات پر توبہ کرتے رہتے ہیں ایسے سعادت مند لوگ جو کہ اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے پر کمربستہ رہتے ہیں ان کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو قبول فرما لیتا ہے اور یہی لوگ اللہ کی رضا کے مقام جنت میں جانے والے ہیں۔ ایسے سعادت مند انسانوں کے مقابلہ میں اب آگے ان آیات میں بے ادب نافرمان اور نالائق انسانوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور اس کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جو نہ ماں باپ کے احسانات کا خیال کرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے بلکہ ماں باپ کے ساتھ سخت کلامی اور بدتہذیبی سے پیش آتا ہے چنانچہ ان آیات میں ایسے ہی اہل شقاوت اور ظالمین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جس نے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ضائع کیا۔ اس طرح کہ اس نے اپنے مسلمان ماں باپ سے کہا کہ میں تمہارے طریقے پر دین کو پسند نہیں کرتا تم مجھے یہ کیا سکھاتے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے نکلوں گا میں ایسی دھمکیوں سے نہیں ڈرتا بھلا کتنی قومیں اور جماعتیں مجھ سے پہلے گزر چکی ہیں کوئی شخص بھی ان میں سے اب تک دوبارہ زندہ ہو کر واپس آیا؟ لوگ ہمیشہ سے یونہی سنتے چلے آتے ہیں اور ہر زمانے میں پیغمبر یونہی وعدہ دیتے چلے آئے مگر آج تک کسی وعدہ کا ظہور نہ ہوا اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں تو میں اس پر کیونکر اعتبار کرلوں۔ اس کے غریب ماں باپ اس کے اس انکار سے کہ کفر عظیم ہے گھبرا کر اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور اس کو سمجھاتے ہیں کہ کمبخت تیرا ستیاناس اب بھی باز آجا۔ دیکھ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ قیامت کی اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی جو خبر دی گئی ہے وہ ضرور اپنے وقت میں پوری ہو کر رہے گی اس وقت تیرا یہ انکار رنگ لائے گا۔ اس پر وہ گستاخ کہتا ہے کہ ایسی کہانیاں میں نے بہت سنی ہیں۔ پرانے وقتوں کے قصہ اسی طرح مشہور ہو جاتے ہیں اور واقعہ میں ان کا مصداق کچھ نہیں ہوتا۔ ایسا شقی شخص کہ جو اللہ سے کفر کرتا ہے۔ اور اپنے ماں باپ سے بھی مخالفت کے ساتھ پیش آتا ہے اور اپنے کلام میں بھی بدتمیزی اور درشتی کرتا ہے۔ اس کا انجام حق تعالیٰ آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح بہت سی جماعتیں کافر جنات اور کافر انسانوں کی پہلے جہنم کی مستحق ہو چکی ہیں۔ یہ بدبخت بھی انہیں میں شامل ہے۔ اور یقیناً ایسے لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے اور ان کے لئے آئندہ سوائے آفتوں اور مصیبتوں کے کچھ نہیں یہاں تک پہلے سعادت مند اور نیکوکار اور پھر شقی بدبخت نافرمان دونوں کا تذکرہ اور انجام ظاہر کرنے کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں ہر شخص کے اور ہر قوم کے اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ہوں گے کسی کو جنت کے اور کسی کو دوزخ کے درجے ملیں گے اور یہ مختلف درجے اس لئے ملیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ان کے اعمال کی جزا پوری کردے اور ہر ایک کو اپنے کئے کا پورا پورا پھل مل جائے اور کسی پر ظلم زیادتی نہ ہو۔ نہ کسی کی نیکی کا ثواب کم کیا جائے اور نہ کسی کے جرم کی سزا حد سے زائد دی جائے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کافر کے کسی نیک کام میں چونکہ ایمان کی روح نہیں ہوتی محض

صورت اور ڈھانچہ نیکی کا ہوتا ہے تو ایسی فانی نیکیوں کا اجر بھی فانی ہے جو اسی دنیا کی زندگی میں مال و دولت حکومت اولاد تندرستی عزت شہرت وغیرہ کی شکل میں مل جاتا ہے چنانچہ کافروں سے قیامت کے دن جب وہ جہنم کے پاس لاکر کھڑے کر دیئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی تھی۔تم جو کچھ کرتے تھے وہ اس لئے کہ اس کا فائدہ دنیا میں ہی مل جائے۔نام ہو شہرت ہو دولت ہو اور عیش و راحت ہو تو یہ لذت کی چیزیں تم اپنی دنیاوی زندگی میں حاصل کر چکے اب آخرت کے عیش میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔آج تمہاری جھوٹی شیخی اور نافرمانیوں کی سزا میں ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب دیا جائے گا۔بس یہی ایک چیز تمہارے لئے یہاں باقی ہے پس تمہاری سزا کے لئے اب جہنم ہے اور ذلت میں یہ ملامت اور پھٹکار ہے۔اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ نافرمانیاں کیا کرتے تھے لہذا اب اپنے کئے کی سزا بھگتو۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ناحق تکبر اور احکام الٰہیہ کی نافرمانی یہ کفار کی خاص خصلتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچاویں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان آیات میں کفار سے جو آخرت میں خطاب فرمایا جائے گا کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں خوب برت چکے تو معلوم ہوا کہ دنیا میں لذات میں پڑنا یہ کفار کی خصلت ہے نہ کہ مومنین صالحین کی۔چونکہ یہاں آیت میں کفار کو ان کے دنیوی لذات میں منہمک رہنے کی بنا پر عتاب کیا گیا اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے لذائذ دنیا کو ترک کرنے کی عادت اختیار فرمائی جیسا کہ ان حضرات کی سیرت اس پر شاہد ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے اتباع کی توفیق نصیب فرمائیں۔ حدیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑا رزق لینے پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اس پر پورا عمل تھا کہ خود بھی آپ تکلف اور لذت و راحت کے کھانے پینے اور سامان سے پرہیز کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس قسم کی نصیحت فرماتے تھے۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں حضرت عمرؓ کو دنیا کی راحت کی چیزوں سے اس قدر پرہیز نہ تھا چنانچہ صحیحین میں خود حضرت عمرؓ سے جو روایت ہے۔اس میں آپ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا تھا کہ فارس اور روم کے لوگ باوجود مشرک ہونے کے چین اور مزے اڑاتے ہیں۔اور آپؐ اور آپ کی امت پر تنگ دستی غالب ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی فارغ البالی کی دعا فرمایئے۔آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کی اس بات کے جواب میں نصیحت فرمائی کہ اے عمر تم کو اس بات پر قناعت کرنی چاہئے کہ مشرک لوگوں کے لئے دنیا کا چین ہے اور ہم لوگوں کے لئے عقبیٰ کا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کا حضرت عمرؓ کے دل پر یہ اثر ہوا کہ اس دن سے آپ کے دل سے دنیا کی راحت کا خیال بالکل اٹھ گیا۔لیکن آج آپ کے نام لیواؤں کا کیا حال ہے کہ دن و رات، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بس دنیا کی ترقی اس کے عیش و آرام یہاں کی لذتیں و راحتیں کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ اور بے دین دہریئے اور نیچریوں کی سی معیشت اور طور طریق اور مغرب کی اندھی تقلید و نقالی کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں اور زندگی کا معیار ہی یورپ کے دہریوں کا سا عیش آرام اور رہن سہن نصیب ہو جانا سمجھ رکھا ہے۔ الا ماشآء اللہ . انا للہ و انا الیہ راجعون.

اللہ تعالیٰ اس دنیا کی زندگی کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور یہاں کے عیش و آرام لذات و راحتوں کے پیچھے پڑنے سے بچا لیں اور آخرت کی فکر نصیب فرمائیں۔آمین اب یہاں جو کفر اور انہماک فی الدنیا کی برائی اور مذمت فرمائی گئی تو اسی کی تاکید اور مضمون بالا کی تاکید میں عرب کی قوم عاد کا قصہ آگے بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ کفار مکہ کو تنبیہ ہو جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

اور آپ قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجئے، جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو جو کہ ایسے مقام پر رہتے تھے کہ وہاں ریگ کے مستطیل فمدار تودے تھے اس پر ڈرایا کہ تم خدا کے سوا کسی کی عبادت مت کرو

خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا

اور ان سے پہلے اور ان سے پیچھے بہت سے ڈرانے والے (پیغمبر اب تک) گذر چکے ہیں، مجھ کو تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے ہو

عَنْ آلِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٢﴾ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ

کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو، سو اگر تم سچے ہو تو جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اس کو ہم پر واقع کر دو۔ انہوں نے فرمایا کہ پورا علم تو خدا ہی کو ہے،

وَأُبَلِّغُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ

اور مجھ کو تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے میں تم کو وہ پہنچا دیتا ہوں لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ سو ان لوگوں نے جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتا دیکھا

قَالُوا هَٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۚ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُم بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ

تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا، نہیں نہیں بلکہ یہ وہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے

كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٥﴾

وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا، ہم مجرموں کو یوں ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

وَاذْكُرْ اور یاد کر	أَخَا عَادٍ عاد کے بھائی	إِذْ جب	أَنذَرَ اسنے ڈرایا	قَوْمَهُ اپنی قوم	بِالْأَحْقَافِ احقاف میں	وَقَدْ خَلَتِ اور گزر چکے	النُّذُرُ ڈرانیوالے
مِن بَيْنِ يَدَيْهِ اس سے پہلے	وَمِنْ خَلْفِهِ اور اس کے بعد	أَلَّا تَعْبُدُوا کہ تم عبادت نہ کرو	إِلَّا اللَّهَ اللہ کے سوا	إِنِّي أَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں			
عَلَيْكُمْ تم پر	عَذَابَ عذاب	يَوْمٍ عَظِيمٍ ایک بڑا دن	قَالُوا وہ بولے	أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا کیا تو ہمارے پاس آیا کہ تو پھیر دے ہمیں	عَنْ سے		
آلِهَتِنَا ہمارے معبود	فَأْتِنَا پس لے آ ہم پر	بِمَا تَعِدُنَا جو کچھ تو وعدہ کرتا ہے ہم سے	إِن اگر	كُنتَ تو ہے	مِنَ سے	الصَّادِقِينَ سچے (جمع)	
قَالَ اسنے کہا	إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْعِلْمُ علم	عِندَ اللَّهِ اللہ کے پاس	وَأُبَلِّغُكُمْ اور میں پہنچاتا ہوں تمہیں	مَا أُرْسِلْتُ بِهِ جو میں بھیجا گیا ہوں اس کیساتھ		
وَلَٰكِنِّي اور لیکن میں	أَرَاكُمْ دیکھتا ہوں تمہیں	قَوْمًا گروہ۔ لوگ	تَجْهَلُونَ تم جہالت کرتے ہو	فَلَمَّا رَأَوْهُ پھر جب دیکھا انہوں نے اسکو	عَارِضًا ایک ابر		
مُّسْتَقْبِلَ سامنے (چلا) آرہا ہے	أَوْدِيَتِهِمْ ان کی وادیاں	قَالُوا وہ بولے	هَٰذَا یہ	عَارِضٌ ایک بادل	مُّمْطِرُنَا ہم پر بارش برسانے والا		
بَلْ هُوَ بلکہ وہ	مَا جس	اسْتَعْجَلْتُم تم جلدی کرتے تھے	بِهِ اس کی	رِيحٌ فِيهَا ایک ہوا۔ آندھی اس میں	عَذَابٌ أَلِيمٌ دردناک عذاب		
تُدَمِّرُ وہ تہس نہس کردیگی	كُلَّ ہر	شَيْءٍ شے	بِأَمْرِ حکم سے	رَبِّهَا اپنا رب	فَأَصْبَحُوا پس رہ ہوگئے	لَا يُرَىٰ نہ دکھائی دیتا تھا	إِلَّا سوائے
مَسَاكِنُهُمْ ان کے مکان	كَذَٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِي ہم بدلہ دیتے ہیں	الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ مجرم (جمع) لوگ				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اللہ کے نافرمان انسانوں کو ان کے انجام بد سے ڈرایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے دن یہ اللہ کا انکار کرنے والے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ضائع کرنے والے جب جہنم کے کنارے لا کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے

گا کہ تم نے دنیا میں بہت مزے اڑا لئے دنیا کے عیش و آرام میں ایسے محو تھے کہ آخرت کو بالکل بھول گئے تھے اور اس کے لئے کوئی فکر نہ کی اب اپنے تکبر اور نافرمانی کی وجہ سے ذلت کا عذاب اٹھاؤ۔ کفار مکہ بھی باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و دعوت کے دنیوی شہوات ولذات میں پڑے ہوئے تھے اور ہدایت وآخرت کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اس لئے ان کو قوم عاد کا قصہ سنایا جاتا ہے کہ جو لذات اور دنیا پرستی میں ایسے غرق تھے کہ دار آخرت کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوئے اور اپنے ہادی اور پیغمبر کا کہنا نہ مانا اس لئے ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا جس سے وہ پوری قوم تباہ و برباد ہوئی۔ قوم عاد ایک قدیم عرب قوم تھی جو جنوبی عرب میں کبھی آباد تھی اور اپنے زمانہ کے ایک بڑے زبردست تمدن کی مالک تھی حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم عاد میں سے تھے اور اسی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ وہ اپنی قوم کو اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ قوم عاد کے بھائی یعنی حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر ان اہل مکہ سے کیجئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر مقرر کیا تھا تاکہ وہ اپنی سرکش قوم کو ڈرا دیں کہ اگر تم نے اللہ عزوجل کی عبادت و بندگی سے منہ موڑ کر اوروں کی بندگی اختیار کی تو تمہارا انجام برا ہو گا اور تمہارے کفر و سرکشی کی وجہ سے تم پر ایک ہولناک عذاب نازل ہوگا قوم عاد جو اپنی شوکت وقوت میں مست تھے اور بتوں کی پرستش کرتے تھے انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت و توحید ونصیحت کفر وشرک سے باز رہنے کی سن کر کہا کہ کیا تم ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے ہو کہ ہم کو اپنے آبائی مذہب سے دور کر دو اور ان بتوں کی بندگی و پرستش چھڑا دو تو ہم اپنے آبائی طریقہ سے ہٹنے والے نہیں اور تم جو توحید کے قبول نہ کرنے پر عذاب الٰہی سے ڈراتے ہو تو تم اگر اپنی دھمکیوں میں سچے ہو تو دیر کیا ہے۔ جو زبان سے کہتے ہو کر کے دکھلا دو اور وہ عذاب ہم پر واقع کر دو۔ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو جواب دیا کہ اس قسم کا مطالبہ کرنا تمہاری نادانی اور جہالت ہے۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں جو پیغام مجھے بھیجا جاتا ہے وہ پہنچا دیتا ہوں اس سے زائد کا نہ مجھے علم نہ اختیار۔ یہ علم خدا ہی کو ہے کہ سرکش اور منکر قوم کس وقت دنیوی سزا کی مستوجب ہوتی ہے اور کس وقت تک اسے مہلت ملنی چاہئے اللہ کا عذاب کب اور کس وقت آئے گا۔ یہ تو صرف حق تعالیٰ کے ہی علم میں ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت پر اتر آئے ہو اور بڑی نادانی کر رہے ہو ایک تو اللہ کی توحید کو قبول نہیں کرتے پھر اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب کسی طرح انہوں نے حق کو قبول نہ کیا تو عذاب کا اس طرح سامان شروع ہوا کہ قوم عاد نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے چونکہ اس وقت خشک سالی تھی اور گرمی سخت تھی یہ خوشیاں منانے لگے کہ اچھا ہوا ابر چڑھا ہے اور گہری گھٹا اٹھی ہے اور اسی طرف رخ ہے۔ اب بارش خوب برسے گی اور ہمارے سب ندی نالے پانی سے بھر جائیں گے۔ اور پانی کا کال نہ رہے گا۔ اس پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ نادانو یہ برسنے والا بادل نہیں بلکہ عذاب الٰہی کی آندھی ہے ۔ اور یہ وہی عذاب ہے کہ جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔ اور جس میں بڑا دکھ بھرا عذاب پوشیدہ ہے اور اس کی سخت طوفانی ہوا ہر چیز کو تباہ کر کے چھوڑے گی کیونکہ اللہ نے ایسا حکم دیا ہے۔ چنانچہ سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا وہ غضبناک طوفان چلا کہ جس کے سامنے درخت آدمی اور جانوروں کی حقیقت تنکوں سے زیادہ نہ تھی۔ ہوا آدمیوں کو اور مویشیوں کو اٹھا اٹھا کر پٹک دیتی تھی۔ ہر چیز ہوا نے اکھاڑ پھینکی اور چاروں طرف تباہی نازل ہوگئی۔ آخر مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی یہ واقعہ سنا کر منکرین کو جتلایا جاتا ہے کہ دیکھ لو اللہ کے مجرموں کا حال ایسا ہوتا ہے تم کو چاہئے کہ ان واقعات کو سن کر ہوش میں آ جاؤ ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہو سکتا ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا تدمر کل شیء بامر ربھا وہ (یعنی آندھی ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے ہلاک کر دے گی)

ر تصریح نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ آندھی میں خود کوئی اختیار نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ بھی ہلاکت پیش آئی تمام تر پروردگار عالم کے ہی حکم سے پیش آئی۔ احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو کبھی کھل کھلا کر اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے مسوڑھے نظر آئیں آپ صرف تبسم فرمایا کرتے تھے اور جب ابر اٹھتا اور آندھی چلتی تو آپ کے چہرۂ مبارک سے فکر کے آثار نمودار ہو جاتے۔ چنانچہ ایک روز میں نے آپ سے کہا یا رسول اللہ لوگ تو ابر و باد کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش برسے گی لیکن آپ کی اس کے بالکل برعکس حالت ہو جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا عائشہ میں اس بات سے کہ کہیں اس میں عذاب ہو۔ کیسے مطمئن ہو جاؤں؟ ایک قوم ہوا ہی سے ہلاک کی گئی۔ اس قوم نے عذاب کے بادل کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ ابر ہے۔ جو ہم پر بارش برسائے گا ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب شدت سے ہوا چلتی تو آپ کہتے یا اللہ میں تجھ سے اس ہوا کی بھلائی مانگتا ہوں اور بھلائی اس چیز کی جو اس میں ہے اور بھلائی اس کی جس کے واسطے یہ ہوا بھیجی ہے اور پناہ مانگتا ہوں تیری اس کی برائی سے اور جو کچھ اس میں ہے۔ اس کی برائی سے اور جس کے واسطے یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے اور جب آسمان پر بادل ہوتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور گھر سے باہر اندر آتے جاتے اور پھر جب مینہ برسنے لگتا تو آپ کا خوف و اضطراب جاتا رہتا حضرت عائشہؓ نے اس کا آپ سے سبب پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید یہ بادل ایسا ہی ہو جیسا قوم عاد کا کہ جب انہوں نے دیکھا تو کہا کہ یہ بادل ہے مینہ برسانے والا۔ علماء کرام نے ان روایات کو نقل کر کے لکھا ہے کہ بڑے رتبے والے جو خدا کی باتوں سے واقف ہوتے ہیں وہ ہر وقت اس سے حالت خوف و امید میں رہتے ہیں۔ مگر نافرمان اور لاابالی لوگ کچھ پروا نہیں کرتے۔ دنیا میں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بادشاہ کے مقرب لوگ اس کے قانون کی عزت کرتے اور حالت خوف اور امید میں رہتے ہیں مگر چور وڈا کو کچھ پروا نہیں کرتے۔

یا اللہ ہمارے دلوں میں بھی اپنی وہ عظمت عطا فرما کہ ہم کسی حال میں بےخوف اور آپ کی کبریائی سے لاتعلق ہو کر نہ رہیں۔ آمین۔

اب آگے کفار مکہ کو خطاب فرما کر تنبیہ کی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نافرمان قوموں کے واقعات سے ہمیں بھی عبرت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی کامل توفیق عطا فرمائیں۔

حق تعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرمائیں جو ہم کو ہر طرح کی نافرمانی سے روک دے۔

یا اللہ اپنے غصہ اور عذاب سے دنیا میں بھی ہماری حفاظت فرمایئے اور آخرت میں بھی بچایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْئِدَةً فَمَآ اَغْنٰى

اور ہم نے اُن لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی، اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل دیئے تھے، سو چونکہ وہ لوگ

عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے اس لئے نہ اُن کے کان اُن کے ذرا کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دِل اور جس کی وہ ہنسی کیا کرتے تھے

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۲۶) وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا

اُسی نے اُن کو آگھیرا۔ اور ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بستیاں بھی غارت کی ہیں اور ہم نے بار بار

الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۲۷) فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً

اپنی نشانیاں بتلادی تھیں تا کہ وہ باز آئیں۔ سو خدا تعالیٰ کے سوا جن جن چیزوں کو انہوں نے خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو اپنا معبود بنا رکھا ہے انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی،

بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۲۸)

بلکہ وہ سب ان سے غائب ہوگئے، اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ اور البتہ ہم نے انکو قدرت دی تھی	فِيْمَآ اس میں	اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ نہیں ہم نے قدرت دی تمہیں	فِيْهِ اس میں ۔ پر			
وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے ۔ دیئے	لَهُمْ انہیں	سَمْعًا کان	وَّاَبْصَارًا اور آنکھیں	وَّاَفْئِدَةً اور دل (جمع)	فَمَآ تو نہ	اَغْنٰى عَنْهُمْ کام آئے انکے
سَمْعُهُمْ ان کے کان	وَلَآ اَبْصَارُهُمْ اور نہ ان کی آنکھیں	وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ اور نہ دل ان کے	مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی	اِذْ جب		
كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ وہ انکار کرتے تھے	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات کا	وَحَاقَ اور اس نے گھیر لیا	بِهِمْ ان کو	مَا كَانُوْا جو وہ تھے	بِهٖ اس کا	
يَسْتَهْزِءُوْنَ وہ مذاق اڑاتے	وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اور تحقیق ہم نے ہلاک کردیا	مَا حَوْلَكُمْ جو تمہارے اِرد گرد	مِّنَ سے	الْقُرٰى بستیاں		
وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ اور ہم نے بار بار دکھائیں اپنی نشانیاں	لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ	يَرْجِعُوْنَ لوٹ آئیں	فَلَوْ پھر کیوں	لَا نَصَرَهُمْ نہ مدد کی انکی		
الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا جنہیں بنالیا انہوں نے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	قُرْبَانًا قرب حاصل کرنیکو	اٰلِهَةً معبود	بَلْ بلکہ		
ضَلُّوْا عَنْهُمْ وہ گم (غائب) ہوگئے اُن سے	وَذٰلِكَ اور یہ	اِفْكُهُمْ ان کا بہتان	وَمَا اور جو	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افترا کرتے تھے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیت میں کفار مکہ اور نافرمان انسانوں کو عرب کی قوم عاد کا حال سنایا گیا تھا جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا تا کہ وہ بت پرستی اور غیر اللہ کی پرستش و بندگی سے باز آئیں اور اللہ کی بندگی و عبادت اختیار کریں۔ مگر قوم عاد جو اپنی قوت و طاقت اور سامان عیش و راحت میں مست تھے انہوں نے اپنے پیغمبر کا کہنا نہ مانا اور سرکشی و کفر پر برابر اصرار کیا جس کے نتیجہ میں ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور سخت ہوا کا طوفان ان پر ایسا مسلط ہوا کہ آدمی درخت اور جانور سب تنکوں کی طرح اڑ کر اور گر گر کر مرے اور ان کے مکانات کے کھنڈرات کے سوا اور کچھ باقی نہ رہا۔ اب آگے ان آیات میں کفار مکہ کو خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو قوم عاد کیسی زبردست قوم تھی۔ اس کے پاس جسمانی طاقت، مال و دولت اور جتھے اور مددگار اور راحت و آرام کے سامان اس قدر تھے کہ تمہارے پاس ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں مگر جب ان پر عذاب آیا تو کوئی چیز کام نہ آئی پھر تم اے اہل مکہ کس برتے پر

مغرور ہو جو اللہ اور اس کے رسول سے تکبر اور مخالفت برت رہے ہو۔ دیکھو قوم عاد کو نصیحت سننے کے لئے کان اور قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے بوجھنے کے لئے دل و دماغ دیئے تھے پر وہ کسی قوت کو صحیح کام میں نہ لائے۔ اندھے بہرے اور پاگل بن کر پیغمبر کے مقابل ہو گئے آخر انجام یہ ہوا کہ عذاب الٰہی نے آ گھیرا۔ کوئی اندرونی یا بیرونی طاقت اس کو دفع نہ کر سکی اور وہی سزا جس سے اللہ کے پیغمبر انہیں ڈراتے تھے اور جسے سن کر وہ ہنسی اور ٹھٹھوں میں اڑا دیتے تھے ان کو مل کر رہی اور عذاب نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔ پس تمہیں ان کی طرح نہ ہونا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے سے عذاب تم پر بھی آ جائیں اور تم بھی ان کی طرح جڑ سے کاٹ دیئے جاؤ۔ پھر مزید سمجھایا جاتا ہے کہ اے اہل مکہ تم اپنے آس پاس ہی کی بستیوں پر ایک نظر ڈالو اور دیکھو کہ علاوہ ''عاد'' کے قوم ثمود اور قوم لوط اور اصحاب مدین اور اہل یمن اور قوم سبا وغیرہ کی بستیاں تھیں اور وہ سب اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا طریقہ اختیار کیا۔ تم تو اکثر تجارت وغیرہ کے سفر میں آتے جاتے رہتے ہو اور وہ تباہ شدہ بستیاں تمہارے راستہ ہی میں پڑتی ہیں پھر ان سے ہی عبرت حاصل کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے سے پہلے ان کی فہمائش کے لئے بار بار اپنی نشانیاں ان کو بتلا دی تھیں اور واضح طور پر ظاہر کر دیا تھا تاکہ وہ کفر و شرک سے باز آ جائیں مگر اتنا سمجھانے پر بھی وہ کسی طرح باز نہ آئے اور اللہ کے رسولوں کی ایک نہ مانی۔ اللہ کے سوا دوسروں سے مرادیں مانگتے رہے اور بت پرستی کا ایک بہانہ یہ تراشا کہ خدا کی درگاہ تو بہت بلند ہے ہماری اس تک پہنچ کہاں۔ یہی ہمارے بت خدا کے قریب ہمیں پہنچاتے ہیں اور ہمیں بڑے بڑے درجے دلواتے ہیں تو عذاب الٰہی کے وقت جبکہ ان کو ان کی مدد کی پوری ضرورت تھی تو اس آڑے وقت میں کیوں کام نہ آئے؟ انہیں چاہئے تھا کہ ان کو مدد کے لئے پکارتے کہ اس مشکل وقت میں ہمیں بچاؤ۔ وہ ان کو عذاب میں گرفتار دیکھ کر کہاں چل دیئے جو ایسی مصیبت میں بھی کام نہ آ سکے؟ معلوم ہوا کہ بتوں کو خدا بنانا اور ان سے امیدیں قائم رکھنا اور ان کی پوجا پاٹ کرنا محض جھوٹی اور من گھڑت باتیں تھیں اور صاف افترا اور فضول بہتان تھا کہ یہ انہیں معبود سمجھ رہے تھے۔ پس ان کی عبادت کرنے میں اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ دھوکے اور نقصان ہی میں رہے۔

اب آگے بعض جنات کے اسلام لانے کا قصہ بیان کیا جاتا ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جنات جو کہ تکبر و سرکشی میں انسان سے بھی زیادہ ہوتے ہیں وہ تو تکبر چھوڑ کر کفر سے دست بردار ہو گئے مگر تم اے اہل مکہ انسان ہو کر کفر و تکبر سے باز نہیں آئے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو ہم کو یہ آنکھ کان اور دل و دماغ عطا فرمائے ہیں تو ان کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور دین کو سمجھنے اور حق کو دیکھنے اور باطل کو جاننے میں یہ ہمارے مددگار ہوں۔ یا اللہ ہمیں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی وہ عظمت و وقعت نصیب فرما کہ ہم سے کسی معاملہ میں آپ کے احکام کی نافرمانی نہ ہو اور ہم ان کو ہلکا سمجھ کر ان سے لاپروائی نہ برتیں۔ یا اللہ آپ نے دنیا میں نافرمان قوموں کی ہلاکت و تباہی کی جو خبریں دی ہیں وہ ہماری عبرت کے لئے کافی ہوں تاکہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں اور آپ کے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا

اور جب لائے ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو قرآن سننے لگے تھے، غرض جب وہ قرآن کے پاس آ پہنچے، کہنے لگے کہ خاموش رہو، پھر جب

قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ٢٩ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ

قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے واسطے واپس گئے۔ کہنے لگے کہ اے بھائیو ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے

مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٣٠ يٰقَوْمَنَآ

جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو

اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ٣١ وَمَنْ

اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو عذاب دردناک سے محفوظ رکھے گا۔ اور جو شخص

لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ

اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا، اور خدا کے سوا اس کا کوئی حامی بھی نہ ہوگا۔ ایسے لوگ

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٣٢

صریح گمراہی میں ہیں۔

وَاِذْ اور جب	صَرَفْنَآ ہم پھیر لائے	اِلَيْكَ آپ کی طرف	نَفَرًا ایک جماعت	مِّنَ الْجِنِّ جنات کی	يَسْتَمِعُوْنَ وہ سنتے تھے	الْقُرْاٰنَ قرآن	
فَلَمَّا پس جب	حَضَرُوْهُ وہ حاضر ہوئے انکے پاس	قَالُوْٓا انہوں نے کہا	اَنْصِتُوْا چپ رہو	فَلَمَّا پھر جب	قُضِيَ (پڑھنا) تمام ہوا	وَلَّوْا وہ لوٹے	
اِلٰى طرف	قَوْمِهِمْ اپنی قوم	مُّنْذِرِيْنَ ڈر سناتے ہوئے	قَالُوْا انہوں نے کہا	يٰقَوْمَنَآ اے ہماری قوم	اِنَّا سَمِعْنَا بیشک ہم نے سنی	كِتٰبًا ایک کتاب	
اُنْزِلَ نازل کی گئی	مِنْۢ بَعْدِ بعد	مُوْسٰى موسیٰ	مُصَدِّقًا تصدیق کرنیوالی	لِّمَا اسکی جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے (اپنے سے)	يَهْدِيْٓ وہ رہنمائی کرتی ہے	
اِلَى الْحَقِّ حق کی طرف	وَاِلٰى اور طرف	طَرِيْقٍ راہ	مُّسْتَقِيْمٍ راست	يٰقَوْمَنَآ اے ہماری قوم	اَجِيْبُوْا قبول کرلو	دَاعِيَ اللّٰهِ اللہ کی طرف بلانے والا	
وَاٰمِنُوْا اور ایمان لے آ	بِهٖ اس پر	يَغْفِرْ لَكُمْ بخش دیگا تمہیں	مِّنْ سے	ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہ	وَ اور	يُجِرْكُمْ وہ پناہ دے گا تمہیں	مِّنْ سے
عَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب	وَمَنْ اور جو	لَّا يُجِبْ نہ قبول کریگا	دَاعِيَ اللّٰهِ اللہ کیطرف بلانے والا	فَلَيْسَ تو نہیں	بِمُعْجِزٍ عاجز کرنے والا		
فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلَيْسَ اور نہیں	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اَوْلِيَآءُ حمایتی	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	فِيْ میں	ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ گمراہی کھلی

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں انسانوں کے تکبر اور سرکشی و نافرمانی کا بیان ہوا تھا اور اہل مکہ کو سمجھایا گیا تھا کہ اللہ کو نہ ماننے اور اس کے رسول کی نافرمانی کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اب آگے ان آیات میں نافرمان و سرکش انسانوں کے مقابل جنات کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حال سنایا جاتا ہے جس سے کفار مکہ کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ جنات جو طبعی طور پر تکبر و سرکشی میں انسان سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اس کے بعض افراد کس طرح اللہ کا کلام سن کر موم ہو جاتے ہیں اور تکبر چھوڑ کر کفر سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔

دنیا میں انسان وحیوان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق جنات بھی ہے جس طرح انسان کی ابتدائی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے جنات کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ انسانوں کی طرح یہ بھی آسمانی شریعت اور احکام شرعیہ کے مکلّف ہیں اور انسانوں کی طرح جنات میں بھی توالد وتناسل کا سلسلہ جاری ہے ان میں بھی نیک و بد کافر ومسلم ہوتے ہیں لفظ جن کے معنیٰ پوشیدہ کے ہیں چونکہ یہ عام طور پر نظروں سے غائب رہتے ہیں اس لئے ان کا نام جن ہوا۔ یہ اپنی اصلی شکل میں انسانوں کو نظر نہیں آتے اور جب اور جہاں جو شکل چاہیں اختیار کر لیتے اور ادھر ادھر دنیا میں جہاں چاہیں پھرتے رہتے ہیں تمام ارباب مذاہب جو کسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں وہ ''جن'' کا وجود تسلیم کرتے ہیں لیکن دنیا میں انسان افراط وتفریط سے بھی کم ہی محفوظ رہتے ہیں چنانچہ بعض عقل کے دشمنوں نے ان کے وجود کو ماننے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ عقلاً کوئی وجہ انکار کی نہیں سوائے اس کے کہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور ہمیں دکھائی نہیں دیتے لیکن کسی چیز کا ہم کو نظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے وجود میں نہ ہونے کی دلیل کب ہے۔ قرآن مجید اور احادیث متواترہ کے نصوص جب صراحت کے ساتھ ''جن'' کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں اور بہت سی احادیث میں تو رویت جن کا بھی ذکر ہے تو پھر کسی مسلمان کا ان کو ماننے سے انکار کرنا کیا معنیٰ خصوصاً جبکہ ہر زمانہ میں ایسے سچے لوگ بھی گزرے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جنات کو مختلف صورتوں میں دیکھا ہے مگر یورپ کے دہریئے ہوں یا روس کے کمیونسٹ ہوں یا بے دین نیچری ہوں یا بعض محض نام کے مسلمان ان بے دینوں کے مقلد ہوں ایسی چیزوں کا صفحہ عالم پر وجود ہی نہیں سمجھتے اور جو چیز محسوس نہ ہو اس کو لاشئے محض کہتے ہیں۔ وہ نہ جنات ملائکہ اور شیاطین کے جداگانہ وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ نہ کسی رسول پیغمبر نبی کے معجزہ کو حق مانتے ہیں نہ اولیاء کی کرامت کے قائل ہوتے ہیں نہ خدا اور رسول کے مقر ہوتے ہیں۔ نہ خدائے قدیر کی بے انتہا قدرتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ایسے ملحدوں اور بے دینوں سے تو یہاں خطاب ہی نہیں باقی جو اللہ کے کلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کو صادق تسلیم کرتے ہیں ان کو جنات کے وجود میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے قبل جنات کو کچھ آسمانی خبریں معلوم ہو جاتی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنا شروع ہوئی تو وہ سلسلہ تقریباً بند ہو گیا اور بہت کثرت سے شہب یعنی آگ کے شعلوں کی مار جنات پر پڑنے لگی۔ جنات کو خیال ہوا کہ ضرور دنیا میں کوئی نیا اور خاص واقعہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبروں پر بہت سخت پہرے بٹھلا دیئے گئے ہیں۔ اسی کی جستجو میں جنات کے مختلف گروہ مشرق ومغرب میں پھیل پڑے۔ ان میں سے ایک جماعت 'بطن نخلہ'' جو طائف اور مکہ کے درمیان ایک جگہ ہے وہاں گزری وہاں اتفاق سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا فرما رہے تھے اور قرآن پاک کی باآواز بلند تلاوت فرما رہے تھے جنات کی جو جماعت ادھر آ گئی تو قرآن انہیں بہت عجیب موثر اور دلکش معلوم ہوا اور قرآن کی عظمت وہیبت ان کے دلوں پر چھا گئی وہ آپس میں کہنے لگے کہ خاموشی کے ساتھ کلام پاک سنو۔ آخر قرآن کریم نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا اور وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ نئی چیز ہے جس نے جنات کو آسمانی خبروں سے روکا ہے۔ بہرحال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھ کر فارغ ہوئے تو یہ جنات اپنے دلوں میں ایمان ویقین لے کر واپس گئے اور اپنی قوم کو نصیحت کی بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ جنات کی حاضری کا اس وقت کا واقعہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے بڑی خستہ حالی کے ساتھ واپس مکہ تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں آپ نے نخلہ میں قیام کیا اور یہاں آپ نماز میں تلاوت قرآن فرما رہے تھے کہ جنات کا ایک گروہ جس کا ادھر سے گزر ہوا آپ کی قرأت سننے کے لئے ٹھہر گیا۔ بہرحال تمام اکابر مفسرین ومحدثین اس پر متفق ہیں کہ یہ جنات کی پہلی حاضری کا واقعہ ہے جو یہاں ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے اور اس پر بھی تمام روایات متفق ہیں کہ اس موقع پر جنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آئے تھے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کو ان کے آنے جانے اور قرآن سننے سنانے کا پتہ لگا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کے آنے اور قرآن سننے کی تفصیلاً خبر دی اور سورۂ جن نازل فرمائی۔ اس کے بعد پے در پے جنات کے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور بہت بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھنے کے لئے رو در رو ملاقاتیں ہونے لگیں۔ اس بارے میں جو روایات کتب احادیث میں منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں ہجرت سے پہلے کم از کم چھ وفود جنات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان ہی میں سے ایک وفد کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رات بھر غائب رہے اور ہمیں رہ رہ کر بار بار یہی خیال گزرتا کہ شاید کسی دشمن نے آپ کو دھوکہ دے دیا اور خدانخواستہ آپ کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ وہ رات ہماری بڑی بری طرح کٹی۔ صبح صادق سے کچھ ہی پہلے ہم نے دیکھا کہ آپ غار حرا کی طرف سے واپس آ رہے ہیں تو ہم نے رات کی ساری کیفیت بیان کر دی۔ تو آپ نے فرمایا میرے پاس جنات کا قاصد آیا تھا جس کے ساتھ جا کر انہیں میں نے قرآن سنایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ آج رات تم میں سے کون میرے ساتھ جنوں کی ملاقات کے لئے چلتا ہے میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا مکہ کے بالائی حصہ میں ایک جگہ لکیر کھینچ کر حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اس سے آگے نہ بڑھنا پھر آپؐ آگے تشریف لے گئے اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے اشخاص ہیں کہ جنہوں نے آپ کو گھیر رکھا ہے اور وہ میرے اور آپ کے درمیان میں حائل ہیں۔

الغرض کفار مکہ کے تکبر اور کفر کی مذمت میں یہ واقعہ سنایا جا رہا ہے کہ جنات جو کہ تکبر میں انسان سے زیادہ ہوتے ہیں وہ تو تکبر چھوڑ کے کفر سے دست بردار ہو گئے مگر تم اے اہل مکہ گو انسان ہو مگر کفر و تکبر سے باز نہیں آتے۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار سے اس وقت کا قصہ ذکر کیجئے جبکہ اللہ تعالیٰ جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آیا اور وہ قرآن کی آواز سن کر اس کے سننے کی طرف متوجہ ہوئے اور جب وہ آپ کے پاس آ پہنچے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ اور اس کلام کو سنو کہ کیا پڑھا جا رہا ہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن پڑھ چکے تو وہ جنات اس پر ایمان لے آئے اور چپ چاپ اپنی قوم کے پاس یہ خبر پہنچانے واپس گئے اور جا کر اپنی قوم جنات سے انہوں نے کہا کہ ہم ایک عجیب کلام سن کر آئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کیا گیا ہے اور جو پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور جس میں سچے عقیدہ اور عمل کا صحیح راستہ بتلایا گیا ہے تو اے قوم جنات تم اس اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اور ان کی رسالت پر یقین کر لو اور جو گناہ حالت کفر میں کر چکے ہو۔ اسلام کی برکت سے سب معاف ہو جائیں گے اور جو کہنا نہ مانے گا تو وہ کہیں بھاگ کر خدا کی مار سے نہیں بچ سکتا اور نہ کوئی اسے بچا سکتا ہے اور ایسے لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں کہ باوجود داعی الی اللہ کے حق ہونے پر ان کی بات نہیں مانتے۔

یہاں آیت میں جنات نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل کا ذکر چھوڑ دیا تو اس کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ انجیل اکثر شرائع میں توراۃ کے تابع تھی اور وہ دراصل توراۃ کو پورا کرنے والی تھی۔ اس میں زیادہ تر وعظ کے اور دل کو نرم کرنے کے بیانات تھے حرام و حلال کے مسائل بہت کم تھے۔ پس اصل چیز یعنی مستقل کتاب توراۃ ہی رہی اسی لئے ان جنات نے اسی کا ذکر کیا۔

اب خاتمہ کی آیات میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے اور کفار و منکرین کو اپنے کفر کی بنا پر سزا پانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایذائیں پہنچا رہے تھے ان پر آپ کو صبر و تحمل کرنے کی تلقین فرمائی گئی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ يُّحْیِۦَ

کیا اُن لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے،

الْمَوْتٰی ؕ بَلٰٓی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَی النَّارِ ؕ اَلَيْسَ

کیوں نہ ہو بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جس روز وہ کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جاویں گے (ان [illegible] سے پوچھا جاوے گا) کیا یہ دوزخ

هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا [illegible] [illegible]ـرُوْنَ ۝ فَاصْبِرْ كَمَا

امر واقعی نہیں ہے وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم ضرور امر واقعی ہے، ارشاد [illegible] میں اس کا عذاب چکھو تو آپ صبر کیجئے، جیسے

صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْـ[illegible] [illegible]ـهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ

اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا، اور ان لوگوں کیلئے [illegible] (الٰہی) کی جلدی نہ کیجئے، اور جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے

لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا [illegible] مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے، تو گویا یہ لوگ دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں، یہ پہنچا دینا ہے، سو وہی برباد ہوں گے جو نافرمانی کریں گے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	الَّذِیْ وہ جس نے	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ پیدا کیا آسمانوں کو	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَلَمْ يَعْیَ اور وہ تھکا نہیں	
بِخَلْقِهِنَّ ان کے پیدا کرنے سے	بِقٰدِرٍ وہ قادر ہے	عَلٰی پر	اَنْ يُّحْیِۦَ کہ وہ زندہ کرے	الْمَوْتٰی مردے	بَلٰی ہاں	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰی پر
كُلِّ شَیْءٍ ہر شے	قَدِیْرٌ قدرت رکھنے والا	وَيَوْمَ اور جس دن	يُعْرَضُ پیش کیے جائیں گے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا (کافر)			
عَلَی النَّارِ آگ کے سامنے	اَلَيْسَ کیا نہیں	هٰذَا یہ	بِالْحَقِّ حق	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلٰی ہاں	وَرَبِّنَا ہمارے رب کی قسم	قَالَ وہ فرمائے گا
فَذُوْقُوا پس تم چکھو	الْعَذَابَ عذاب	بِمَا وہ جس	كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ تم انکار کرتے تھے	فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	كَمَا جیسے	صَبَرَ صبر کیا	
اُولُوا الْعَزْمِ اولو العزم	مِنَ سے	الرُّسُلِ رسولوں	وَلَا تَسْتَعْجِلْ اور جلدی نہ کریں	لَّهُمْ ان کیلئے	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ		
يَوْمَ يَرَوْنَ جس دن دیکھیں گے وہ	مَا يُوْعَدُوْنَ جس کا وعدہ کیا جاتا ہے ان سے	لَمْ يَلْبَثُوْا وہ نہیں ٹھہرے	اِلَّا مگر صرف	سَاعَةً ایک گھڑی			
	مِنْ نَّهَارٍ دن کی	بَلٰغٌ پہنچانا	فَهَلْ يُهْلَكُ پس نہیں ہلاک ہوں گے	اِلَّا مگر	الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ نافرمان لوگ		

تفسیر و تشریح: یہ سورۂ احقاف کی خاتمہ کی آیات ہیں گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنات کی ایک جماعت نے قرآن کریم سن کر بڑا اثر لیا اور انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم جنات کو سمجھایا کہ ہم ایک عجیب کلام سن کر آئے ہیں جو دین حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لئے تم سب اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اگر ایسا کرو گے تو جیسا اس کلام میں وعدہ کیا گیا ہے تمہارے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور آخرت میں تم کو دردناک عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا ورنہ قیامت کے دن نافرمانی کی سخت سزا بھگتنی ہوگی تو جنات کے قرآن کریم سے متاثر ہو کر ایمان لانے اور قیامت و جزا و سزا پر یقین لے آنے کا واقعہ سنا کر سورۃ کے اخیر میں پھر کفار و منکرین قیامت و حشر و نشر کو وقوع قیامت کا یقین دلایا جاتا ہے اور ایسے منکرین کو جو قیامت میں سزا ہوگی وہ یاد دلائی جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو جنہیں کفار و مشرکین ہر طرح کی شرارتوں اور ایذاؤں سے اس وقت ستا رہے تھے ہمت کے ساتھ صبر و سہار کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے جو مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کے منکر ہیں اور قیامت کے دن جسموں سمیت جی اٹھنے کو محال جانتے ہیں یہ نہیں

دیکھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسمان و زمین جیسی عظیم الشان چیزوں کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور بنا کر کھڑا کر دیا اور اس آسمان و زمین کے بنانے میں حق تعالیٰ کو کوئی محنت و مشقت نہیں اٹھانی پڑی کہ اسے تکان ہو جاتی بلکہ صرف اس کے حکم ''کن'' سے موجود ہو گئے۔ تو جو اتنی کامل قدرت اور قوت والا ہو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے اور زندہ کر کے ان کے دنیا کے اعمال کا حساب لے اور اچھوں کو اچھائی کی جزا اور بروں کو برائی کی سزا دے؟ اس کا جواب حق تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ بلاشبہ وہ تو ہر شے پر قادر ہے اور اسی میں موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا بھی شامل ہے۔ آگے وقوع قیامت اور یوم حشر و نشر کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب یہ منکرین جہنم میں ڈالے جانے سے پہلے جہنم کے کنارہ پر لا کر کھڑے کئے جائیں گے تو ایک مرتبہ پھر لاجواب اور بے حجت کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیوں اللہ کے وعدے اور دوزخ کا عذاب اب تو صحیح نکلے یا اب بھی شک وشبہ اور انکار وتکذیب ہے؟ یہ جادو تو نہیں؟ تمہاری آنکھیں تو اندھی نہیں؟ جو دیکھ رہے ہو صحیح دیکھ رہے ہو یا درحقیقت صحیح نہیں؟ جہنم کا عذاب اور اس کا وجود واقعی چیز ہے یا نہیں؟ اس وقت یہ دنیا کے منکرین اور متکبرین سے سوائے اقرار کے کچھ بن نہ پڑے گا اور سب ذلیل ہو کر اقرار کریں گے کہ بے شک سب واقعی ہے جو دنیا میں کہا گیا تھا وہ سب حق نکلا۔ ہم غلطی پر تھے جو اس کا انکار کیا کرتے تھے خدا کی قسم اب ہمیں رتی برابر بھی شک نہیں۔ اس وقت کہا جائے گا کہ اچھا اب اس انکار وتکذیب کا مزہ چکھو تو یہاں سے صاف سمجھ میں آیا کہ انسان کو دنیا میں جتنی سمجھ بوجھ اور عقل و دانائی دی گئی ہے وہ اگر اس سے صحیح طور پر اور ٹھیک طریقہ سے کام لے تو تین باتیں اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

(۱) ایک آسمان و زمین کو دیکھ کر وہ ضرور پہچان لے گا کہ اس کا بنانے والا کوئی ایک قادر مطلق ضرور ہے پھر کائنات کے اس باقاعدہ نظام کو دیکھ کر وہ سمجھ لے گا کہ اس کا قائم رکھنے والا بھی وہی ایک ہے اور اس کا مقابل و مزاحم کوئی دوسرا نہیں اور وہ اللہ کی ذات عالی ہے۔

(۲) دوسرے انسان کو دنیا میں غلط راستہ سے بچانے اور صحیح راستہ پر ڈالنے کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان میں اپنے رسول ہادی اور پیغمبر بھیجے اور ان کو ہدایت نامہ دے چنانچہ دنیا میں رسولوں کا سلسلہ اور ان کو کتابوں کا ملنا برحق ہے جس کی آخری کڑی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو آخری کتاب قرآن کریم عطا ہوئی۔

(۳) تیسرے انسان کی اس دنیا کی زندگی کے عمل اور کارنامہ کی جزا و سزا از روئے عدل و انصاف لازمی اور ضروری ہونی چاہئے اور اس کے لئے ایک دوسری زندگی ہونی چاہئے جس میں وہ جزا و سزا پوری ہوں اور اسی کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے۔

سورۃ کے اخیر میں بطور تسلی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ کی قوم نے اگر آپ کو جھٹلایا آپ کی قدر ومنزلت نہ کی آپ کی مخالفت اور ایذا رسانی کے درپے ہوئے تو یہ کوئی آپ کے ساتھ نئی بات نہیں ہے۔ اگلے اولوالعزم پیغمبروں کو یاد کیجئے کہ کیسی کیسی ایذائیں اور مصیبتیں اور تکلیفیں سہیں؟ اور کن کن مخالفوں کی مخالفت کو برداشت کیا؟ تو جب آپ کو معلوم ہو چکا کہ ان منکرین کو سزا ملنی ضرور ہے آخرت میں ملے یا دنیا میں بھی۔ تو آپ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کریں بلکہ میعاد معین تک صبر کرتے رہیں جیسا اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔ بعض علمائے سلف نے لکھا ہے کہ یوں تو سبھی پیغمبر اولوالعزم یعنی ہمت والے ہوتے ہیں لیکن عرف میں پانچ پیغمبر خصوصی طور پر اولوالعزم کہلاتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے آپ کے متبعین کو ہمت دلائی گئی کہ ان کافروں کی شرارت و ایذاؤں سے نہ گھبرائیں اور ان کے معاملہ میں انتقام الٰہی کی جلدی نہ کریں اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ جب ان کو آخرت میں سزا ملے گی اور جب یہ اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت غایت شدت عذاب سے انہیں ایسا معلوم ہوگا کہ گویا یہ لوگ دنیا میں صرف ایک گھڑی رہے ہیں یعنی دنیا کی طویل مدت اتنی قصیر اور چھوٹی معلوم ہوگی سورۃ کے آخری جملہ میں تمام باتوں کا لب لباب اور خلاصہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کو نصیحت کی بات پہنچا دی اور سب نیک و بد سمجھا دیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اتمام حجت ہو چکا کہ اب تبلیغ کے بعد کسی کو کوئی عذر نہیں رہا۔ اب جو نہ مانیں گے اور نافرمانی کریں گے وہی برباد ہوں گے اللہ تعالیٰ کسی کو بے قصور نہیں پکڑتے اس کی طرف سے حجت تمام ہو چکی اور تمام انسانوں کو ایک پیغام پہنچا دیا اب جو اس پیغام کو نہ مانیں گے اور اس کے نافرمان ہو کر رہیں گے انہی کی شامت آئے گی۔

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے روکا خدا نے اُن کے عمل کالعدم کر دیئے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ

اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا، اور ان کی حالت

بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ

درست رکھے گا یہ اسی وجہ سے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہلِ ایمان صحیح راستہ پر چلے۔ جو ان کے رب کی طرف سے ہے،

رَّبِّهِمْ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝

اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کیلئے اُن کے حالات بیان فرماتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ جو لوگ	كَفَرُوْا کافر ہوئے	وَصَدُّوْا اور انہوں نے روکا	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	اَضَلَّ اکارت کر دیئے		
اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	وَاٰمَنُوْا اور وہ ایمان لائے		
بِمَا نُزِّلَ اس پر جو نازل کیا گیا	عَلٰى مُحَمَّدٍ محمدؐ پر	وَهُوَ اور وہ	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَّبِّهِمْ ان کا رب	كَفَّرَ اس نے دُور کر دیئے	عَنْهُمْ ان سے
سَيِّاٰتِهِمْ انکی بُرائیاں (گناہ)	وَاَصْلَحَ اور درست کر دیا	بَالَهُمْ ان کا حال	ذٰلِكَ بِاَنَّ یہ اس لئے کہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا			
اتَّبَعُوا انہوں نے پیروی کی	الْبَاطِلَ باطل	وَاَنَّ اور یہ کہ	الَّذِيْنَ جو لوگ	اٰمَنُوا ایمان لائے	اتَّبَعُوا انہوں نے پیروی کی	الْحَقَّ حق	
مِنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب (کی طرف) سے	كَذٰلِكَ اسی طرح	يَضْرِبُ اللّٰهُ اللہ بیان کرتا ہے	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	اَمْثَالَهُمْ ان کی مثالیں			

تفسیر وتشریح: الحمد للہ ۲٦ ویں پارہ کی سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیان شروع ہو رہا ہے اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام و زمانہ نزول خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ابتداء ہی میں ایمان والوں کے متعلق بتلایا گیا وامنوا بما نزل علیٰ محمد (اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے) اس سورۃ کا نام محمد اسی جملہ سے ماخوذ ہے یہ سورۃ مدنی ہے اور مدینہ میں ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۴۷ ویں سورۃ ہے۔ مگر بحساب نزول اس کا شمار ۹٦ لکھا ہے یعنی ۹۵ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۱۸ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۸ آیات ۴ رکوعات ۵۵۸ کلمات اور ۲۴۷۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں اس سورۃ کے مرکزی مضامین حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اسلام کی مخالفت کرنے والے اور دین الٰہی کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرنے والے دشمنان حق سے جہاد و قتال کی اجازت دی جاتی ہے۔

(۲) جہاد و قتال سے متعلق اصولی ہدایت و احکام دیئے جاتے ہیں۔

(۳) منافقین اور ان کی ریشہ دوانیوں کی نشان دہی فرمائی جاتی ہے۔

(۴) اطاعت الٰہی اور اتباع رسول کی تاکید فرمائی جاتی ہے۔

(۵) دنیا کی زندگی کی حقیقت بتلائی جاتی ہے کہ یہ ایک زمانہ مہلت ہے اور آزمائش کا دور ہے۔

(۶) بخل کی مذمت فرما کر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

(۷) کفار و مشرکین کی دنیا اور آخرت میں نامرادیوں کی پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے اور مسلمانوں کو انجام کار کامیابی کی بشارت دی جاتی ہے۔

یہ تو ہیں خاص مضامین اس سورت کے لیکن خلاصہ پوری سورت کا یہ ہے کہ سورت کی ابتدا میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب اور اس کے دین کا دنیا میں انکار کر دیا وہ اپنے گمان میں چاہے جتنے نیک کام کریں لیکن اللہ کے ہاں آخرت میں وہ سب بیکار ہیں۔ اور ان سے انہیں آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہاں جو لوگ اللہ کو مان کر اور قرآن کو سچا جان کر نیک کام کریں گے اور قرآن کو اپنا رہنما قرار دیں گے ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گے پھر اہل اسلام کو حکم دیا جاتا ہے کہ اگر کافر اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور ان سے لڑنا ہی پڑ جائے تو ہمت اور بہادری سے کام لو اور ان کی گردنیں اڑاؤ اور ان کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرو کیونکہ دنیا سے فساد کا اور فسادیوں کا مٹانا امن و امان کا قائم کرنا ضروری ہے جب فسادی پست ہو جائیں اور لڑائی رک جائے تو باقی ماندہ فسادیوں کو قید کر لو اس کے بعد جیسی مصلحت ہو ان کے ساتھ سلوک کرو اگر چھوڑ دینے میں مصلحت ہو یوں ہی چھوڑ دو ورنہ ان سے کچھ معاوضہ لے لو۔ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو یوں بھی ہلاک و تباہ کر سکتا تھا لیکن چونکہ بندوں کی آزمائش مقصود ہے اس لئے ان سے لڑنے کا حکم دیا گیا تا کہ دین اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا جائے۔ اور جو اللہ کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے اس کو اس کی قربانی کی پوری پوری جزا دی جائے۔ پھر ایمان والوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا پھر کافروں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ ان کو پہلے زمانہ کے کافروں کے حالات دیکھ کر اور سن کر ان سے عبرت لینی چاہئے وہ لوگ ان منکرین سے بہت زیادہ زبردست تھے لیکن ان کے اعمال کی شامت سے اللہ نے انہیں تباہ کر دیا۔ جب وہی نہیں بچے تو یہ کیا بچیں گے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ پھر منافقوں کی قلعی کھولی گئی ہے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور بہت بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے تھے لیکن جب دشمنوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا تو لگے بزدلی دکھانے اور جان چرانے ایسے منافقوں کے متعلق بتایا گیا کہ یہ سب اپنی خواہشوں کے غلام ہیں اور سیدھی راہ سے بہت دور ہیں ان کی آنکھیں قیامت ہی کو کھلیں گی لیکن اس وقت کی بیداری سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اخیر میں اہل اسلام کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ تم توحید کو مضبوط پکڑو اور اپنے لئے اور ایمان والوں کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہو اسلام کا سیدھا راستہ سچے دل سے اختیار کرو اللہ کی اور اس کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور تمام ارکان اسلام مثل زکوٰۃ وغیرہ ادا کرو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو اور ایسا کرنے میں تمہارا ہی بھلا ہے دین کا بھی اور دنیا کا بھی اور اگر بخل کرو گے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے جان چراؤ گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ کو تو تمہارے مال کی ضرورت نہیں وہ تو احتیاج سے پاک ہے البتہ تم ہر طرح اللہ کے محتاج ہو اس لئے اگر تم حکم ماننے سے جی چراؤ گے تو اللہ تمہارے بدلے کوئی اور قوم کھڑی کر دے گا جو تمہاری طرح نافرمانی نہ کرے گی یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات آئندہ درسوں میں انشاء اللہ بیان ہوں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا کافر اور مومن کے درمیان جو امتیاز ہے اس کے بیان سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں کفر کا ارتکاب کیا یعنی اللہ کی وحدانیت اور اس کی الوہیت کو تسلیم نہ کیا اللہ کے رسول کا کہنا نہ مانا۔ اللہ کی کتاب کے احکام و قوانین کے مطابق اپنی زندگی نہ گزاری اور

اس کے بتلائے ہوئے عقیدوں کے خلاف عقیدہ رکھے اور پھر یہ سب کچھ صرف اپنی ذات ہی سے نہ کیا بلکہ دوسروں کو بھی خدا کی راہ سے روکا اور اسلام دشمنی میں ہر طرح سے کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے اور ان کی نیکیاں جو انہوں نے اپنے زعم میں کی تھیں سب آخرت میں بیکار ہو گئیں بوجہ عدم ایمان کے اس لئے آخرت میں ان کو ان کا کوئی بہتر نتیجہ نہیں مل سکتا اور برخلاف ان کے جو لوگ دنیا میں دل سے ایمان لائے اور جسم سے مطابق شرع کام کئے یعنی ظاہر و باطن دونوں خدا کی طرف جھکا دیئے اور احکام الٰہیہ کی فرمانبرداری اختیار کی اور اس وحی الٰہی کو بھی مان لیا جو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے یعنی اس کتاب کو مانا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات اور گناہوں کو معاف فرما دے گا اور دونوں جہاں میں ان کی حالت درست رکھے گا دنیا میں تو اس طرح کی ان کو اعمال صالحہ کی توفیق بڑھتی جائے گی اور آخرت میں اس طرح کہ ان کو مغفرت و نجات حاصل ہو گی یہاں جو مومنین کی خوشحالی اور کفار کی بدحالی بیان فرمائی گئی آگے اس کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ کفار کے اعمال آخرت میں غارت کر دینے اور مومنوں کی برائیاں معاف فرما دینے اور ان کی شان سنوار دینے کی وجہ یہ ہے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح راستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے آیا ہے اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ اس طرح کھول کھول کر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے بھلے برے احوال پر متنبہ کرتا ہے تاکہ باطل پرستی کی نحوست و شامت اور حق پرستی کی برکت ان کے پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔

یہاں آیت **والذین امنوا و عملوا الصلحت و امنوا بما نزل علیٰ محمد** میں یہ لائق غور ہے کہ یہاں دو مرتبہ **امنوا** کا لفظ استعمال کیا گیا حالانکہ پہلے **امنوا** میں یعنی جو لوگ ایمان لائے اس میں اللہ پر ایمان لانا رسول اللہؐ پر ایمان لانا قرآن پر ایمان لانا سب شامل ہے مگر قرآن کی بزرگی اور بلندی مرتبہ کے اظہار میں پہلے **امنوا** کے ساتھ پھر تخصیص سے فرمایا **و امنوا بما نزل علیٰ محمد** وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ تو یہاں صاف اس بات کی خبر ہے کہ ایمان جب پورا ہوتا ہے کہ جب قرآن پر پورا یقین ہو اور بڑا رکن ایمان کا یہی ہے اب یہاں ایک صحیح حدیث بخاری شریف کی سنئے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔ اس حدیث شریف پر محدثین نے لکھا ہے کہ انکار دو قسم پر ہے ایک یہ صاف زبان سے انکار کرے ایسا منکر تو کھلا ہوا کافر ہے اور وہ کبھی جنت میں نہیں داخل ہو سکتا دوسرا یہ کہ زبان سے تو اقرار کرتا ہے مگر اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ یہ گویا اقرار تو کر رہا ہے مگر جب نافرمانی کرنے میں زبان سے انکار کرنے والے کے برابر ہے تو ایک نظر میں گویا یہ بھی منکر ہے لہذا اسے بھی ان منکرین کے ساتھ کچھ عرصہ رہنا ہو گا گو اپنے قلبی اقرار کی وجہ سے پھر نجات ہو جائے تو معلوم ہوا کہ رسول کا یا قرآن کا محض زبان سے اقرار کرنا کافی نہیں جبکہ طرز عمل سے اس زبانی اقرار کے خلاف کرے کیونکہ نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں تو زبانی دعویٰ تو آج ہر ایک مسلمان قرآن پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا کرتا ہے مگر اس حدیث سے اور **و امنوا بما نزل علیٰ محمد** یعنی اس پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ صاف معلوم ہوا کہ حقیقت ایمان کی اطاعت کے ساتھ ہے اور ایمان کی اصل بنیاد اس پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن کریم کی تمام تعلیمات کو صدق دل سے قبول کیا جائے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا ہی ایمان نصیب فرمائیں۔

الغرض یہاں کفار کا مفسد اور اللہ کے راستہ سے روکنے والا اور غلط راستہ پر چلنے والا بیان فرمایا گیا آگے ان مفسدین کے فساد دفع کرنے کا حکم دیا جاتا ہے یعنی بعض احکام متعلقہ جہاد بیان فرمائے جاتے ہیں جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا

سو تمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خوں ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو، پھر اس کے بعد

مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ

یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں، یہ حکم بجالانا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا

وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ

لیکن تاکہ تم میں ایک کا دوسرے کے ذریعہ سے امتحان کرے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں، اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اللہ تعالیٰ اُن کو مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔ اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی اُن کو پہچان کرا دے گا۔ اے ایمان والو اگر تم

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۞

اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدم جما دے گا۔

فَاِذَا پھر جب تم	لَقِيْتُمُ بھڑ جاؤ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	فَضَرْبَ تو مارو تم	الرِّقَابِ گردنیں	حَتّٰى یہانتک	اِذَا جب
اَثْخَنْتُمُوْهُمْ خوب خونریزی کرچکو انکی	فَشُدُّوا تو مضبوط کرلو	الْوَثَاقَ قید	فَاِمَّا پس یا	مَنًّا احسان کرو	بَعْدُ اس کے بعد	وَاِمَّا اور یا
فِدَآءً معاوضہ	حَتّٰى یہانتک	تَضَعَ الْحَرْبُ رکھ دے لڑائی (لڑنے والے)	اَوْزَارَهَا اپنے ہتھیار	ذٰلِكَ یہ	وَلَوْ اور اگر	يَشَآءُ اللّٰهُ اللہ چاہتا
لَانْتَصَرَ ضرور انتقام لیتا	مِنْهُمْ ان سے	وَلٰكِنْ اور لیکن	لِيَبْلُوَا تاکہ آزمائے	بَعْضَكُمْ تم سے بعض کو	بِبَعْضٍ بعض (دوسرے) سے	
وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	قُتِلُوْا مارے گئے	فِيْ میں	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	فَلَنْ يُّضِلَّ تو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا	اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	
سَيَهْدِيْهِمْ وہ جلد ان کو ہدایت دے گا	وَيُصْلِحُ اور سنوارے گا	بَالَهُمْ ان کا حال	وَيُدْخِلُهُمْ اور داخل کرے گا انہیں	الْجَنَّةَ جنت		
عَرَّفَهَا لَهُمْ اسنے جس سے شناسا کردیا ہے انہیں	يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا جو لوگ ایمان لائے (مومن)	اِنْ اگر	تَنْصُرُوا اللّٰهَ تم مدد کروگے اللہ کی		
يَنْصُرْكُمْ وہ مدد کریگا تمہاری	وَيُثَبِّتْ اور جمادے گا	اَقْدَامَكُمْ تمہارے قدم				

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں مومن اور کافر کے اعمال میں امتیاز و فرق بتلایا گیا تھا کہ اللہ کے دین کو قبول کر لینے کے باعث مومن کی نیکیاں ثابت اور برائیاں معاف فرما دی جاتی ہیں اور کافر کے نہ ماننے کے باعث یہ سزا ہے کہ نیکی برباد اور گناہ لازم تو مومن اور کافر کے اعمال کا آخرت میں فرق بتلا کر جتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کھول کھول کر لوگوں کو ان کے برے بھلے اعمال پر متنبہ کرتا ہے تاکہ وہ باطل پرستی کی نحوست اور شامت سے بچیں اور حق پرستی کی برکت کو حاصل کریں اور کفار کے متعلق یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ خود تو کافر ہوئے لیکن اور دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور اسلام دشمنی میں ہر طرح سے کوشش کرتے ہیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب کفار ایسے مفسد ہیں تو اللہ تعالیٰ اب اہل ایمان کو ان کے فساد دفع کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ سو جب حق و باطل کا مقابلہ ہو جائے اور اہل ایمان اور کفار میں جنگ چھڑ جائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہئے باطل کا

3 زور جب ہی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے مفسد اور شریر مارے جائیں اور ان کے جتھے توڑ دیئے جائیں اس لئے ہنگامہ کارزار میں کسل وسستی بزدلی اور توقف وتردد کو ذرا راہ نہ دو اور دشمنان خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ باک نہ کرو۔ جب ان کی کافی خون ریزی کے بعد اہل ایمان کی دھاک بیٹھ جائے اور ان مفسدین کا زور ٹوٹ جائے اس وقت ان کو قیدی بھی بنا سکتے ہو۔ یہ قید وبند ان کے لئے ممکن ہے تازیانہ عبرت کا کام دے اور مسلمانوں کے پاس رہ کر ان کو اپنی اور اہل اسلام کی حالت جانچنے اور اسلامی تعلیمات میں غور کرنے کا موقع ملے اور شدہ شدہ وہ لوگ حق و صداقت کا راستہ اختیار کرلیں یا اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو بدوں کسی معاوضہ کے ان پر احسان کر کے قید سے رہا کردیں اس صورت میں بہت سے افراد ممکن ہے کہ مسلمانوں کے احسان اور خوبی اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام کی طرف راغب ہوں اور مسلمانوں کے دین سے محبت کرنے لگیں اور مسلمان یہ بھی کر سکتے ہیں کہ زر فدیہ لے کر یا مسلمان قیدیوں کے مبادلہ میں ان کفار قیدیوں کو چھوڑ دیں۔ اس میں کئی طرح کے فائدے ہیں۔ بہر حال حکم یہ ہے کہ اگر ان اسران جنگ کو ان کے وطن کی طرف مسلمان واپس کریں تو دو ہی صورتیں ہیں۔ معاوضہ میں چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کرنا۔ ان میں جو صورت بھی امام المسلمین کے نزدیک اصلح ہو اختیار کرسکتا ہے۔ ہاں اگر قیدیوں کو ان کے وطن کی طرف واپس کرنا مصلحت نہ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں ذمی بنا کر بطور رعیت کے رکھنا یا غلام بنالینا یا قتل کردینا۔ احادیث سے قیدی کو قتل کرنے کا ثبوت صرف خاص خاص حالات میں ملتا ہے جبکہ وہ کسی ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہو جس کی سزا قتل سے کم نہیں ہوسکتی تھی۔ البتہ غلام یا رعیت بنا کر رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں اور یہ قید وقتل اس وقت تک ہے جب تک کہ یہ حرب ضرب کا سلسلہ جاری ہے اگر لڑنے والے دشمن اپنے ہتھیار رکھ دیں اور جنگ موقوف ہوجائے یا مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلیں یا مصلحت کرلیں تو یہ سلسلہ قید وبند بھی موقوف ہوجائے گا۔

یہاں ان قرآنی احکام سے متعلق ان آیات کے تحت حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں ایک اہم بات یہ بھی لکھی ہے کہ "یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا حکم صرف اباحت اور جواز کی حد تک ہے یعنی اگر اسلامی حکومت مصالح کے مطابق سمجھے تو انہیں غلام بنا سکتی ہے۔ ایسا کرنا مستحب یا واجب فعل نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے مجموعی ارشادات سے آزاد کرنے کا افضل ہونا سمجھ میں آتا ہے اور یہ اجازت بھی اس وقت تک کے لئے ہے جب تک اس کے خلاف دشمن سے کوئی معاہدہ نہ ہوا ہو اور اگر دشمن سے یہ معاہدہ ہو جائے کہ نہ وہ ہمارے قیدیوں کو غلام بنائیں گے نہ ہم ان کے قیدیوں کو تو پھر اس معاہدہ کی پابندی لازم ہوگی۔ ہمارے اس زمانہ میں دنیا کے بہت سے ملکوں نے ایسا معاہدہ کیا ہوا ہے۔ لہٰذا جو اسلامی ممالک اس معاہدہ میں شریک ہیں ان کے لئے غلام بنانا اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ معاہدہ قائم ہے"۔ (معارف القرآن جلد ۸ ص ۲۷)

آگے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب میں اس کی وجہ بتائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو یہ قدرت ہے کہ ان کافروں اور دشمنان اسلام کو کوئی آسمانی عذاب بھیج کر "عاد" و "ثمود" وغیرہ کی طرح ہلاک کر ڈالے لیکن جہاد وقتال مشروع کر کے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا امتحان لینا تھا۔ وہ دیکھتا ہے کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر جان و مال نثار کرنے کے لئے تیار ہیں اور کفار میں سے کتنے لوگ ان تنبیہی کارروائیوں سے بیدار ہوتے اور اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ جو اللہ نے دے رکھی ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں اس جہاد وقتال میں شہید ہوئے خواہ بظاہر یہاں کامیاب نظر نہ آتے ہوں لیکن حقیقۃً وہ کامیاب ہیں اللہ ان کے کام ضائع نہ کرے گا بلکہ انجام کار ان کی محنت ٹھکانے لگائے گا ان کو جنت کی طرف راہ دے گا اور آخرت کے تمام منازل واحوال میں ان کا حال درست رکھے گا اور جس جنت کا حال ان کو انبیاء علیہم السلام کی زبان سے معلوم ہو چکا تھا وہ اس میں داخل کئے جائیں گے اور وہاں پہنچ کر ہر جنتی اپنے ٹھکانے کو خود بخود پہچان لے گا اس کے دل کی کشش ادھر ہی ہوگی جہاں اس کو رہنا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہوگا کہ

جنتیوں کے دلوں میں خود بخود جنت کے اپنے اپنے مقام اور اس میں ملنے والی نعمتوں حور وقصور سے ایسی واقفیت کر دیجائے گی جیسے وہ ہمیشہ انہی میں رہتے اور ان سے مانوس تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جنت ایک نیا عالم ہونے کی بنا پر اس میں ایک جنتی کو اپنا مقام تلاش کرنے میں اور وہاں کی چیزوں سے مناسبت اور تعلق قائم ہونے میں وقت لگتا اور ایک مدت تک اجنبیت کے احساس سے قلب مطمئن نہ ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دین حق دے کر بھیجا ہے کہ تم دنیا میں جس طرح اپنی بیبیوں اور گھروں سے واقف اور مانوس ہو اس سے بھی زیادہ اپنے جنت کے مقام اور وہاں کی بیبیوں سے واقف اور مانوس ہو جاؤ گے۔ (مظہری، معارف القرآن جلد ۹)

اور شہداء یعنی اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دینے والوں کی خصوصیت میں حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس چھ باتیں ہیں۔ اول خون ٹپکنے میں اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں دوسرے بہشت میں جو اس کی جگہ ہے وہ دکھائی جاتی ہے۔ تیسرے وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور بڑی گھبراہٹ سے بے خوف رہتا ہے۔ چوتھے عزت کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے کہ ایک یاقوت اس میں کا دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے بہتر ہے اور پانچویں ۷۲ حوروں سے اس کا نکاح ہوتا ہے اور چھٹے اس کے قرابت داروں میں سے ستر آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول ہوتی ہے۔ اخیر میں ایمان والوں کو خطاب ہوتا ہے کہ اے ایمان والو اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو گے اور اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھے گا اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمہارے قدم جما دے گا۔

یہاں یہ آیت بڑی قابل غور ہے یٰایھا الذین اٰمنوآ ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔ تو اللہ کی مدد سے مراد ہے اللہ کے دین کی مدد یہاں صاف فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور جب اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں تو پھر کامیابی میں کیا شک؟ تو گویا اللہ کی مدد مشروط ہے اللہ کے دین کی مدد کے ساتھ اسی سے اس کی ضد بھی سمجھ لی جائے کہ اگر اللہ کے دین کی مدد نہیں کی جائے گی تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل حال نہ ہوگی اور پھر جب اللہ کی مدد شامل نہ ہوگی تو پھر جو درگت مسلمانوں کی بنے اور جو سزا ملے اور جو ناکامی پیش آئے وہ تھوڑی ہے مسلمانوں سے یہ خطاب صاف ظاہر فرما رہا ہے کہ اے مسلمانو اگر تم اللہ کی مدد کو اپنے شامل حال رکھنا چاہتے ہو تو پھر اللہ کے دین کی مدد کی شرط پوری کرنا بھی لازمی ہے اور اللہ کے دین کی مدد کیا ہے؟ یہی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں دین کو قائم کیا جائے احکام شریعت جاری وساری ہوں قوانین خداوندی کی پابندی ہو۔ شعائر اسلام کا قیام ہو ان کی عظمت و بلندی ہو۔ قرآنی اوامر ونواہی کا نفاذ ہو جن باتوں کے کرنے کا اللہ ورسول نے حکم دیا ہے ان کا اتباع اور فرمانبرداری ہو اور جن باتوں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے ان سے کامل اجتناب اور دوری اور پرہیز ہو حکومت ہو تو قرآن وسنت کے موافق عدالت وانصاف ہو تو قرآن و حدیث کے مطابق تعزیرات اور سزائیں ہوں تو اسلامی قوانین کے ماتحت الغرض قرآن میں ایک دو جگہ نہیں دسیوں جگہ یہ صاف صاف فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی حمایت و نصرت بندوں کے ساتھ ان کے ایمان واسلام کے ساتھ ہے اس لئے اللہ کی حمایت اور نصرت اور تائید حاصل جبھی ہو سکتی ہے جب ایمان و اسلام کا دامن مضبوطی سے تھاما جائے اللہ تعالیٰ دین و اسلام کی سچی محبت و اطاعت ہم سب کو ہماری قوم کو ہمارے ملک کو اور تمام عالم کے مسلمانوں کو نصیب فرمائیں آمین۔ غرض کہ یہاں تک تو خطاب اور بیان اہل ایمان کے متعلق ہوا آگے کفار کے متعلق بیان ہے کہ دین و دنیا میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا جو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے کہ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ

اور جولوگ کافر ہیں اُن کیلئے تباہی ہے اوراُن کے اعمال کو خدا تعالیٰ کالعدم کردے گا۔ یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا سو اللہ تعالیٰ نے ان کے

اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ

اعمال کو اکارت کردیا۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں، اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جولوگ ان سے پہلے ہوگذرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا، کہ خدا تعالیٰ نے اُن پر

عَلَیْهِمْ وَلِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِیْنَ

کیسی تباہی ڈالی، اور ان کافروں کیلئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے کو ہیں۔ یہ اس سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی

لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ

کارساز نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

نہریں بہتی ہوں گی، اور جولوگ کافر ہیں وہ عیش کررہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

وَ اور	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	فَتَعْسًا تو تباہی ہے	لَّهُمْ ان کیلئے	وَاَضَلَّ اور اس نے ضائع کردیئے	اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل		
ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا اس لئے انہوں نے ناپسند کیا	مَا جو	اَنْزَلَ اللّٰهُ نازل کیا اللہ نے	فَاَحْبَطَ تو اکارت کردیئے	اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل		
اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا کیا وہ چلے پھرے نہیں؟	فِی الْاَرْضِ زمین میں	فَیَنْظُرُوْا تو وہ دیکھ لیتے	كَیْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الَّذِیْنَ ان لوگوں کا جو	
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	دَمَّرَ تباہی ڈال دی	اللّٰهُ اللہ	عَلَیْهِمْ ان پر	وَلِلْكٰفِرِیْنَ اور کافروں کیلئے	اَمْثَالُهَا ان کی مانند	ذٰلِكَ یہ	
بِاَنَّ اللّٰهَ اسلئے کہ اللہ	مَوْلَى کارساز	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کا جو ایمان لائے	وَاَنَّ اور یہ کہ	الْكٰفِرِیْنَ کافروں	لَا مَوْلٰى کوئی کارساز نہیں		
لَهُمْ ان کیلئے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	یُدْخِلُ داخل کرتا ہے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کئے			
جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِیْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	وَالَّذِیْنَ اور جن لوگوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	یَتَمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ اٹھاتے ہیں	
وَ اور	یَاْكُلُوْنَ وہ کھاتے ہیں	كَمَا جیسے	تَاْكُلُ کھاتے ہیں	الْاَنْعَامُ چوپائے	وَالنَّارُ اور آگ	مَثْوًى ٹھکانا	لَّهُمْ ان کیلئے

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو جہاد وقتال کا حکم اور اس کی فرضیت کی حکمت بتلائی گئی تھی اور اس کی ترغیب میں کہا گیا تھا کہ جو اہل ایمان اللہ کی راہ میں جہاد کرتے میں مارے جاویں گے اور شہید ہوجائیں گے تو گو ان کی جان جاوے گی مگر ان کو اس جانبازی کا یہ نتیجہ ملے گا کہ وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے اس لئے اہل ایمان کو ترغیب دی گئی تھی کہ وہ جہاد میں قتل وقتال سے نہ ڈریں اور جی کھول کر بہادری سے کفار سے لڑیں۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی سنادیا گیا تھا کہ اللہ کا حکم بجالانے والوں اور اس کا بول بالا کرنے والوں اور اس کے دین کی خاطر جان و مال قربان کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نصرت و مدد فرمائے گا اور دشمنوں کے مقابلہ میں اہل ایمان کے قدم جمادے گا۔ یہ تو حال اہل ایمان کا بیان فرمایا گیا تھا اب ان کے مقابلہ میں مکر چھپا ہے ان آیات میں کفار کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ جس طرح مومنین کے قدم جمادیئے جاتے ہیں اس کے برعکس منکروں کو منہ کے بل گرادیا جاتا ہے اور جیسے خدا کی طرف سے مومنین کی مدد کی جاتی

ہے اس کے خلاف کافروں کے کام برباد کر دیئے جاتے ہیں جب ان کافروں نے اللہ کی باتوں کو ناپسند کیا تو اللہ ان کے کام کیوں پسند کرے گا اور جو چیز خدا کو ناپسند ہو وہ محض اکارت ہے۔ دنیا ہی میں دیکھ لو منکروں کی کیسی گت بنی اور کس طرح ان کے منصوبے خاک میں ملا دیئے گئے۔ تو کیا آج کے کافروں کو ایسی سزائیں نہیں مل سکتیں۔ چنانچہ کفار مکہ کو ایمان والوں کے ہاتھوں دنیا میں بھی سزا ہوئی اور آخرت میں تو ظاہر ہی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ مومنین صالحین کا رفیق ہے جو وقت پر ان کی مدد کرتا ہے۔ کافروں کا ایسا رفیق کون ہے جو اللہ کے مقابلہ میں کام آسکے۔ لکھا ہے کہ غزوۂ احد میں ابوسفیان جو اس وقت کافروں کے سردار تھے انہوں نے رجزیہ اشعار فخریہ پڑھنے شروع کئے اور کہا **اعلی ھبل اعلی ھبل** یعنی ھبل بت کا بول بالا ہو۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے۔ **اللّٰہ اعلی و اجل** یعنی سب سے زیادہ بلندی والا اور سب سے زیادہ عزت اور اکرام والا اللہ ہی ہے۔ ابوسفیان نے پھر کہا **لنا العزیٰ و لاعزیٰ لکم** ہمارا عزیٰ بت ہے تمہارا نہیں۔ اس کے جواب میں بفرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ نے کہا **اللّٰہ مولانا ولا مولا لکم** اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا مولیٰ کوئی نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایماندار قیامت کے دن جنت نشین ہوں گے اور کفر کرنے والے خواہ دنیا میں کچھ ہی مزہ اڑا لیں لیکن ان کا اصلی ٹھکانہ جہنم ہے۔ دنیا میں ان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور پیٹ بھرنا ہے۔ جسے یہ جانوروں کی طرح اناپ شناپ سے بھر رہے ہیں۔ نہ حلال حرام کی تمیز نہ جائز ناجائز کا امتیاز۔ بس پیٹ بھرنے سے مقصود نتیجہ کی خبر نہیں کہ کل یہ کھایا پیا کس طرح نکلے گا۔ اچھا چند روزہ دنیا کے مزے اڑالیں آگے آگ کا گھر ان کے لئے تیار ہے۔

اب یہاں ان آیات میں خالص کافروں کی دنیا اور آخرت کی تباہی کا سبب یہ بتلایا گیا کہ یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا۔ اب غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرنا یہ خالص کفار کی صفت بیان کی گئی اور کس درجہ کا شدید جرم ہے مگر آج اسلام کا لیبل لگا کر ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرتے ہیں۔ مثلاً پانچ وقت کی جماعت سے مسجد میں آکر نماز پڑھنا ان کے لئے تضیع اوقات ہے۔ مہینہ بھر کے روزہ رکھنا یہ ایک ان کے لئے صریح جبر ہے۔ مالداروں پر حج کا فرض ہونا اور قومی دولت کو غیر ملک میں جا کر خرچ کر دینا یہ ایک ناگوار امر ہے۔ شراب کو کیسے بند کیا جاسکتا ہے جبکہ غیر ملکیوں کی مہمانی کا یہ لازمی جزو ہے۔ چور کا ہاتھ کیونکر کاٹا جاسکتا ہے کیونکہ یورپ والے اسے غیر مہذب سزا کہتے ہیں۔ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیسے کیا جائے کہ یہ بے رحمی کی سزا ہے۔ سود کو بند کیسے کیا جائے کہ بغیر اس کے لئے دیئے تجارت اور معاشرہ میں ترقی کیسے ہوسکتی ہے۔ غرض اللہ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرنے والا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے کہ جو شریعت اسلامیہ کے قوانین اور احکام انہیں ایک نظر نہیں بھاتے اور پھر بوالعجبی یہ کہ ساتھ ہی اسلام اور ایمان کا دعویٰ ہے۔ اے کاش کوئی ان کو یہ آیات ہی سنا دے۔ اور کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث سنا دے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں۔ اب تو وہ وقت ہے کہ اپنی خواہشات کو دین کے تابع بنانا تو درکنار اب تو مظلوم دین کو اپنی خواہشات کا تابع بنایا جارہا ہے۔ (الا ماشاء اللہ) اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر بس رحم ہی فرمائیں۔ اور ہماری اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرمادیں۔ آمین۔ الغرض دین ایمان و اسلام اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور تعلق یہ دونوں جہان میں کامیابی کا باعث ہے۔ اور ان سے دوری اور بیزاری اور علیحدگی دین و دنیا دونوں کی تباہی و بربادی کا باعث ہے خواہ دیر ہو یا سویر۔ اسی کی کچھ مزید تشریح اور تائید اگلی آیات میں فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا، ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سو اُن کا کوئی مددگار نہ ہوا۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ

تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں گے کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی اُن کو مستحسن معلوم ہوتی ہے اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں۔

الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا، اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا،

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ

اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی، اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا، اور اُن کیلئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے

الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی، کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جاوے گا سو وہ اُن کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

وَكَاَيِّنْ اور بہت سی	مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں	هِيَ وہ	اَشَدُّ بہت ہی سخت	قُوَّةً قوت میں	مِّنْ قَرْيَتِكَ آپ کی بستی سے	الَّتِيْٓ وہ جس		
اَخْرَجَتْكَ آپ کو نکال دیا	اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ہلاک کر دیا انہیں	فَلَا نَاصِرَ تو کوئی نہ مدد کرنیوالا	لَهُمْ ان کیلئے	اَفَمَنْ پس کیا جو	كَانَ ہے	عَلٰى پر		
بَيِّنَةٍ روشن راستہ	مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب سے۔کے	كَمَنْ اس کی طرح	زُيِّنَ لَهٗ آراستہ دکھائے گئے اس کو	سُوْٓءُ عَمَلِهٖ اس کے برے عمل				
وَاتَّبَعُوْٓا اور انہوں نے پیروی کی	اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	مَثَلُ مثال (کیفیت)	الْجَنَّةِ جنت	الَّتِيْ وُعِدَ وہ جو وعدہ کی گئی	الْمُتَّقُوْنَ پرہیزگاروں			
فِيْهَآ اس میں	اَنْهٰرٌ نہریں	مِّنْ سے۔کی	مَّآءٍ پانی	غَيْرِ اٰسِنٍ بدبو نہ کرنیوالا	وَاَنْهٰرٌ اور نہریں	مِّنْ لَّبَنٍ دودھ کی	لَّمْ نہ	يَتَغَيَّرْ متغیر ہونے والا
طَعْمُهٗ اس کا ذائقہ	وَاَنْهٰرٌ اور نہریں	مِّنْ خَمْرٍ شراب کی	لَّذَّةٍ سراسر لذت	لِّلشّٰرِبِيْنَ پینے والوں کیلئے	وَاَنْهٰرٌ اور نہریں	مِّنْ عَسَلٍ شہد کی		
مُّصَفًّى مصفّٰی	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	فِيْهَا اس میں	مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھل	وَمَغْفِرَةٌ اور بخشش	مِّنْ رَّبِّهِمْ انکے رب سے	كَمَنْ انکی طرح جو		
هُوَ وہ	خَالِدٌ فِي النَّارِ ہمیشہ رہنے والا آگ میں	وَ اور	سُقُوْا انہیں پلایا جائے گا	مَآءً حَمِيْمًا پانی گرم	فَقَطَّعَ ٹکڑے ٹکڑے ڈالیگا	اَمْعَآءَهُمْ انکی انتڑیاں		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان اور کفار دونوں کا حال وانجام بیان فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جو دنیا میں ایمان لائے اور ساتھ ہی اعمال صالحہ بھی کئے یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کی۔ دنیا میں جن اعمال کے کرنے کو کہا ان کو کیا اور جن اعمال سے منع کیا گیا ان سے باز رہے تو ایسے لوگوں کو آخرت میں بہشت کے باغات میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ ہر طرح عیش و آرام سے رہیں گے اور جنہوں نے کہ دنیا میں کفر کو اختیار کیا اور اللہ و رسول کی نافرمانی کی تو وہ اس دنیا کی چندروزہ زندگی میں دنیا کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں گے اور یوں کھائیں گے کہ جیسے جانور کھاتے ہیں کہ ان کو صرف کھانے سے غرض ہے اور نہ اس سے بحث کہ اسے کھانا چاہئے یا نہیں اور نہ اس سے غرض کہ یہ کس نے دیا ہے اور کیوں دیا ہے اور کھا کر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ بہر حال چندروزہ عیش دنیا کا اڑا لیں پھر انجام کار آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ پھر یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ساتھی اور کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز

نہیں تو کفار جب یہ وعدہ وعید سنتے تو طعن کرتے کہ اللہ ایمانداروں کا مددگار ہے تو اس کی حمایت کہاں گئی؟ ہم نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ سے نکال دیا تو اس پر کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ترک وطن کرنے کا رنج ہوا ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہجرت کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے جانے لگے تو آپ نے مکہ کی طرف مڑ کر دیکھا اور مکہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ خدا کی قسم تو مجھے دنیا بھر کے شہروں میں زیادہ پیارا اور عزیز شہر ہے اگر قریش زبردستی مجھے اس شہر سے جانے میں مجبور نہ کرتے تو میں ہرگز تجھ کو نہ چھوڑتا۔ بہرحال کفار کے طعن کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے بہت سی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے یعنی مکہ سے جو تم سے چھڑایا گیا طاقت اور زور میں بڑھ کر تھے مگر ان کی نافرمانی کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور کوئی انکا یار و مددگار نہ اٹھا جو ان کو بچا لیتا پھر یہ اہل مکہ کیا گھمنڈ کرتے ہیں یونہی اس بستی کے مجرموں کو بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے کہ کوئی ان کا مددگار نہ ہو۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں بدر کے معرکہ اور پھر فتح مکہ نے ان متکبروں کا فیصلہ کر دیا اس کے بعد کفر اور ایمان کا ایک فرق اور واضح کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک شخص جو اللہ کو اپنا رب مان چکا اور اس کے مقرر کئے ہوئے راستہ پر قائم ہے اور فہم و بصیرت کے ساتھ سچائی کی صاف اور کشادہ سڑک پر بے کھٹکے چلا جا رہا ہے اور دوسرا جو اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھاتا ہے جس کو سیاہ سفید یا نیک و بد کی کوئی تمیز نہیں حتیٰ کہ اپنی بے تمیزی سے برائی کو بھلائی سمجھتا ہے اور خواہشات کی پیروی میں اندھا ہو رہا ہے کیا ان دونوں کا مرتبہ اور انجام برابر ہو جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے عدل و انصاف کے منافی ہے۔ انصاف تو یہی چاہتا ہے کہ بھلوں کو انعام اور بروں کو سزا ملے چنانچہ ایسا ہی ہوگا کہ اللہ کے فرمانبردار مومن متقی بندے جنت میں داخل کئے جائیں گے اور بدکار نافرمان جہنم میں جھونکے جائیں گے اور اس جنت کا جس کا متقی بندوں سے وعدہ کیا جاتا ہے یہ حال ہے کہ اس میں صاف شفاف پانی کی نہریں ہوں گی جو دنیوی پانی کے خلاف کبھی خراب گدلا یا ناقص نہ ہوگا۔ پھر اس میں دودھ کی نہریں ہوں گی مگر دنیوی دودھ کے خلاف وہ کبھی بگڑے گا نہیں۔ پھر وہاں شراب کی نہریں ہوں گی مگر دنیوی شراب کے خلاف ہر تلخی سے پاک اور ہر نشہ اور خمار سے بری نہ اس میں نشہ ہے نہ گرانی نہ کوئی اور عیب و نقصان پھر وہاں صاف اور شفاف شہد کی نہریں ہوں گی مگر دنیوی شہد کے خلاف ہر آمیزش اور میل کچیل سے پاک تو یہاں جنت کی چار قسم کی نہروں کا ذکر ہوا پانی کی دودھ کی شراب کی اور شہد کی دنیا میں بھی یہ چیزیں انسان استعمال کرتے ہیں پانی تو ایسی چیز ہے کہ انسان کی زندگی اس سے ہے اور دودھ غذائے لطیف کا کام دیتا ہے اور شراب سرور اور نشاط کی چیز ہے اور شہد مقوی اور بیماریوں کا دفع کرنے والا ہے مگر دراصل جنت کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کا مثل دنیا میں کبھی دستیاب ہو سکے پھر وہاں کی نعمتوں کا حال بندوں کو سمجھایا کس طرح جاوے؟ اس لئے دنیا کی جن چیزوں کو وہاں کی چیزوں سے ذرا بھی مناسبت ہے ان کے پیرایہ میں سمجھایا گیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں یہ خیال نہ کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں۔ نہیں نہیں قسم خدا کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں۔ ان کی مٹی مشک خالص ہے ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نکلا ہوا نہیں بلکہ قدرتی ہے اور نہریں ایسی صاف شراب کی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں۔ دماغ کشادہ کر دیں جو شراب نہ تو بدبودار ہے نہ تلخی والی ہے نہ بدمنظر ہے بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں بہت لذیذ نہایت خوشبودار جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئے نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں کی کشید کی ہوئی نہیں بلکہ خدا کے حکم سے تیار ہوئی ہے خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں جو بہت صاف ہے اور خوشبودار اور ذائقہ کا تو کہنا ہی کیا اور یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں بلکہ قدرتی ہے۔ الغرض مشروبات کے بعد آیت میں ماکولات کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جنت میں کھانے کو ہر طرح کے میوے اور پھل ہیں اور ان تمام مادی نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب

کریم خوش ہے وہ اپنی مغفرت وخوشنودی سے انہیں نواز چکا ہے۔ ان کی سب خطائیں معاف ہو چکی ہیں اور پھر وہاں جنت میں پہنچ کر بھی خطاؤں کا ذکر بھی نہ آئے گا جو ان کی کلفت کا سبب بنے۔ اور نہ آئندہ کسی بات پر گرفت ہوگی۔ سبحان اللہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو بھی ان نعمتوں سے نوازے۔ آمین۔

یہ تو متقی پرہیزگار ایمانداروں کا مقام تھا آگے بدکار نافرمان کفار کا مقام بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جاوے گا جس سے آنتیں کٹ کر باہر آپڑیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقام سے اپنی پناہ میں رکھیں۔ اس کے بعد فرمایا جاتا ہے کہ کیا دونوں برابر ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں بھلا کہاں جنتی اور کہاں جہنمی؟ کہاں نعمت کہاں زحمت؟ یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ جو ذرا بھی طبیعت سلیمہ رکھتا ہے اس کے لئے یہ فرق سمجھنا آسان ہے۔

غرض یہ کہ جب مومن صالح اور کافر بدکار کے اعمال میں تفاوت ہے تو ان کے انجام میں بھی لازمی تفاوت ہوگا۔ تو یہاں تک کفار اور مومنین کے احوال واعمال اور ان کے لئے وعدے وعید مذکور تھے اب آگے کفار کی ایک قسم منافقین تھے ان کی حالت اور مذمت اور ان کے لئے وعید بیان کی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی دنیا میں اپنا متقی اور اطاعت گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اپنی رحمت سے وہ جنت ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور اپنی مغفرت سے ہم سب کو نوازیں اور عذاب جہنم سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

یا اللہ کفار ومشرکین نے آج بھی آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض امتیوں کو گھر سے بے گھر کر رکھا ہے اور وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

یا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ان مہاجر امتیوں کی مدد اور نصرت فرما اور ان کے ستانے والوں کو ہلاک تباہ وبرباد فرما۔

یا اللہ ہم کو اپنے واضح راستہ صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ قائم رکھئے اور نفسانی خواہشات پر چلنے سے بچا لیجئے۔

یا اللہ بدعملی اور خلاف شرع امور سے ہم کو نفرت وکراہت عطا فرما تا کہ بدعملی ہم کو بھلی اور مستحسن نہ معلوم ہو۔

یا اللہ اس دور فتن میں جبکہ ممنوعات اور منکرات وبا کی طرح پھیلتے جا رہے ہیں ہمیں ہر ظاہری وباطنی فتنہ سے اپنی پناہ میں رکھئے اور شریعت مطہرہ پر ہمارے قدم جمائے رکھئے اور ہماری لغزشوں اور تقصیرات سے درگزر فرمائیے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتّٰىٓ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ

اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں کہ حضرتؐ نے ابھی کیا بات فرمائی تھی،

آنِفًا أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوٓا أَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى

یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مُہر کردی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ اور جو لوگ راہ پر ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے

وَآتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنّٰى

اور اُن کو اُن کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔ سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ اُن پر دفعتہً آپڑے، سو اس کی علامتیں تو آچکی ہیں تو جب قیامت اُن کے سامنے آکھڑی ہوئی

لَهُمْ إِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ

اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔ تو آپ اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہئے، اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کیلئے بھی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾

اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے۔

وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَنْ جو	يَسْتَمِعُ سنتا ہے	إِلَيْكَ آپ کی طرف	حَتّٰى یہانتک کہ	إِذَا جب	خَرَجُوا وہ نکلتے ہیں	مِنْ عِندِكَ آپ کے پاس سے
قَالُوا وہ کہتے ہیں	لِلَّذِينَ ان لوگوں سے جنہیں	أُوتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا (اہل علم)	مَاذَا کیا	قَالَ اس نے کہا	آنِفًا ابھی	أُولٰٓئِكَ یہی لوگ	الَّذِينَ وہ جو
طَبَعَ اللّٰهُ مہر کردی اللہ نے	عَلٰى قُلُوبِهِمْ انکے دلوں پر	وَاتَّبَعُوا اور انہوں نے پیروی کی	أَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی			
زَادَهُمْ اور زیادہ دی انہیں	هُدًى ہدایت	وَآتٰىهُمْ اور انہیں عطا کی	تَقْوٰىهُمْ انکی پرہیزگاری	فَهَلْ پس نہیں وہ	يَنظُرُونَ منتظر	إِلَّا مگر	
السَّاعَةَ قیامت	أَنْ کہ	تَأْتِيَهُمْ آجائے اُن پر	بَغْتَةً اچانک	فَقَدْ جَآءَ سو آچکی ہیں	أَشْرَاطُهَا اس کی علامات	فَأَنّٰى تو کہاں	لَهُمْ ان کیلئے۔ کو
إِذَا جب	جَآءَتْهُمْ وہ آگئی ان کے پاس	ذِكْرٰىهُمْ ان کا نصیحت قبول کرنا	فَاعْلَمْ سو جان لو	أَنَّهُ یہ کہ	لَا نہیں	إِلٰهَ کوئی معبود	إِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا
وَاسْتَغْفِرْ اور بخشش مانگیں آپ	لِذَنۢبِكَ اپنے ذنب اپنے اوپر لگائے گئے الزام (کیلئے)	وَلِلْمُؤْمِنِينَ اور مومن مردوں کیلئے	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں				
وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مُتَقَلَّبَكُمْ تمہارا چلنا پھرنا	وَمَثْوٰىكُمْ اور تمہارے رہنے سہنے کا مقام				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مومنوں اور کافروں کے انجام کے تسلسل میں بتلایا گیا تھا کہ متقی اور پرہیزگار اہل ایمان تو اہل جنت میں سے ہوں گے اور اس جنت میں انہیں ہر قسم کی مادی اور روحانی نعمت نصیب ہوں۔ دنیا کی تو ہر مادی نعمت فنا پذیر ہوتی ہے پانی سڑ جاتا ہے دودھ بگڑ جاتا ہے شراب میں نشہ و تلخی ہوتی ہے۔ شہد میں گدلا پن اور میل کچیل شامل رہتا ہے مگر جنت کی کسی مادی نعمت میں بھی کوئی خرابی نہ پیدا ہونے پائے گی۔ مشروبات میں اہل جنت کے لئے صاف پانی کی نہریں دودھ کی نہریں اور شراب کی نہریں جس میں پینے والوں کے لئے لذت ہی لذت ہوگی اور صاف شہد کی نہریں اور ماکولات میں ہر قسم کے میوے اور پھل ہوں گے۔ یہ تو ہوئیں مادی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رحمت کی روحانی نعمتیں بھی میسر ہوں گی ان کے مقابل کفار و مشرکین کی یہ حالت بتلائی گئی تھی کہ یہ لوگ ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہوں گے اور طرح طرح کے عذاب جہنم بھگتیں گے۔ سخت پیاس کی حالت میں پینے کو ایسا کھولتا اور گرم پانی پینے کو دیا جائے گا کہ جو ان کی

انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ انہی کافروں اور اشقیا کے گروہ میں سے ایک گروہ منافقین کا زمانِ نبوت میں موجود تھا کہ جو ظاہر میں تو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا اور باطن میں اس سے انحراف تھا۔ ان آیات میں ایسے ہی لوگ یعنی منافقین کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کی شرارت اور محرومی کو بیان کیا جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کافروں کا اوپر ذکر ہوا جو کہ دائمی جہنمی ہوں گے وہ تو ایسے کافر ہیں کہ جو آپ کی باتوں سے متوحش ہیں۔ آپ کی بات کو سننا ہی گوارا نہیں کرتے لیکن اس شقی گروہ میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو بظاہر آپ کی بات کو سنتے ہیں مگر نہ دلی توجہ ہے نہ سمجھ نہ اعتقاد و یقین۔ یہ گو آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں وعظ و نصیحت سننے کو بیٹھتے ہیں مگر ان کے دلوں میں عزت و عظمت نہیں۔ چہرہ اور بشرہ سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کی گفتگو کو غور اور توجہ سے سن رہے ہیں مگر حقیقت یہ نہیں چنانچہ جب یہ مجلس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اٹھ کر جاتے ہیں تو باہر نکل کر اہل علم صحابہ کرام سے کہتے ہیں کہ ابھی ابھی حضرت نے کیا بیان کیا تھا؟ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ منجملہ ان اہل علم کے کہ جن سے وہ باہر نکل کر پوچھتے تھے ایک میں بھی تھا اور میں اس وقت کم سن لڑکا تھا۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ منافقین کا یہ پوچھنا اس عنوان اور طرز سے تھا کہ جس سے مومنین تو سمجھتے کہ انہوں نے سنا نہیں اور یہ صرف دریافت کرنا چاہتے ہیں لیکن ان منافقین کا مطلب آپ کی باتوں کی تحقیر اور توہین ہوتی تھی اور مطلب ان کا یہ ہوتا تھا کہ جو کچھ کہا گیا (معاذ اللہ) وہ قابل توجہ ہی نہ تھا اور اس لائق نہ تھا کہ دھیان اور توجہ سے سنا جائے۔ علما نے یہاں لکھا ہے کہ دیکھئے یہ مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھ کر بھی کورے ہی رہتے ہیں جس کی وجہ یہ تھی قصد ہی ان کا افادہ کا نہ تھا۔ اسی سے علما نے یہ بھی نتیجہ نکالا ہے کہ بڑے سے بڑے مرشد کی صحبت و ہمنشینی بھی بے اثر رہتی ہے۔ جب تک کہ بیٹھنے والے کے دل میں اعتقاد اور قصدا ستفادہ نہ ہو۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا قرآن کی یا دین کی باتوں کو ارادی بے توجہی سے سننا کس درجہ مذموم ہے اور یہ خاص منافقین کی خصلتوں میں سے ہے۔ تو منافقین کی اس حرکت پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی ایسی نالائق حرکتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے کہ پھر نیکی اور بھلائی کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ بس محض خواہشات کی پیروی رہ جاتی ہے۔ حق کا اتباع نہیں ہوتا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ ہدایت کا قصد کرتے ہیں ایسے ایمانداروں کو ہمارے رسول کی باتوں سے اور وعظ و نصیحت سے اور زیادہ ہدایت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں توفیق دیتا ہے وہ اپنی ہدایت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور ان کی سوجھ بوجھ اور تقویٰ و پرہیزگاری بڑھتی چلی جاتی ہے۔ تو یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ راہ ہدایت پر چلنے اور احکام پر عمل کرتے رہنے سے ایک خاص برکت یہ پیدا ہوتی ہے کہ رشد و ہدایت اور بڑھتی رہتی ہے اور عمل کی توفیق اور زیادہ نصیب ہوتی رہتی ہے۔ آگے منافقین کو وعید سنائی جاتی ہے کہ جب ہمارے رسول کی باتیں بھی ان کی ہدایت کے لئے کافی نہ ہوئیں قرآن کریم کی ہدایتیں بھی یہ سن چکے مگر راستی اور سچائی کے ساتھ انہیں بھی قبول نہ کیا۔ گذشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور نافرمانوں کے انجام بھی سن چکے مگر یہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ جنت و دوزخ کے وعدہ اور وعید سب سن چکے مگر کان پر جوں تک نہ رینگی تو اب ان منکرین و منافقین کو ماننے کے لئے کس وقت کا انتظار ہے؟ کیا یہ لوگ اسی کی راہ دیکھ رہے ہیں کہ قیامت ان کے سر پر اچانک آ کھڑی ہو اور وہ ان کو اچھی طرح سمجھا دے سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آ چکیں اور جب خود قیامت آ کھڑی ہوگی تو اس وقت ان کے لئے سمجھ حاصل کرنے اور ماننے کا موقع کہاں باقی رہے گا؟ یعنی اس وقت سمجھنا اور ماننا بیکار ہے کیونکہ اس پر نجات نہیں ہو سکتی۔ یہاں جو آیت میں فرمایا گیا فقد جآء اشراطھا (سو اس کی یعنی قیامت کی علامتیں تو آ چکی ہیں) تو علما نے لکھا ہے کہ بروئے حدیث خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا علامات قیامت میں سے ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا مبعوث ہونا اور قیامت کا آنا اس طرح سے ہیں اور آپ نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر دکھایا۔ محدثین نے اس حدیث کا مطلب لکھا ہے کہ جس طرح بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی میں تھوڑا سا فرق ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ

وسلم اور قیامت کے درمیان تھوڑا فرق ہے گویا جیسے بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے ذرا آگے نکلی ہوئی ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت سے ذرا آگے مبعوث ہو چکے ہیں۔اس کے علاوہ معجزہ شق القمر یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا اس کو بھی حدیث میں علامات قیامت میں سے کہا گیا ہے نیز لوگوں کا جھوٹا دعویٰ نبوت کرنا بھی علامات قیامت سے فرمایا گیا ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے زمانہ نبوت ہی میں دعویٰ نبوت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہو کر دنیا میں آنا یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک خاص اور بڑی نشانی ہے اس لئے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور رسولوں کی آمد دنیا میں ختم کرنے والے ہیں۔آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کامل کر دیا اور اپنی حجت اپنی مخلوق پر پوری کر دی اور مقصود تخلیق عالم کا حاصل ہو چکا۔اب قیامت ہی کا آنا باقی ہے۔اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامتیں اس طرح بیان فرما دیں کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے اس قدر وضاحت نہیں فرمائی تھی۔الغرض کفار و منافقین کو جتلایا جاتا ہے کہ قیامت قائم ہو جانے پر نصیحت وعبرت کیا سودمند ہو گی؟ اور اس وقت سمجھنے کا موقع کہاں ملے گا؟ اب یہاں تک مومنین کافرین و منافقین کے احوال اور ان کے انجام اور ان کے ساتھ وعدہ و وعید بیان فرمانے کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ لوگ سب کچھ بتلانے اور سمجھانے پر بھی کفر پر جمے ہوئے ہیں تو انہیں جما رہنے دیجئے اور آپ مثل ماضی کے مستقبل میں بھی اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرتے رہئے یعنی پورے طور پر اس کی اطاعت کرتے رہئے۔جمیع اوامر ونواہی کے امتثال پر مداومت رکھئے اور اگر کبھی احیاناً کوئی اجتہادی لغزش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگئے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی معافی مانگئے کیونکہ وہ بھی انسان ہیں اور ان سے بھی دانستہ یا نادانستہ قصور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارا چلنا اور پھرنا اور رہنا و سہنا گویا ہر حال ہمہ وقت خوب معلوم ہے اس پر تمہاری کوئی بات مخفی نہیں۔پس اس کو پیش نظر رکھو اور اس کو حاضر ناظر سمجھ کر کوئی کام کسی حال میں ایسا نہ کرو جس سے تم کو حق تعالیٰ کے سامنے ندامت ہو اور اس کے وعدوں کے امیدوار اور اس کی وعیدوں سے خائف رہو۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت **فاعلم انه لآ اله الا الله واستغفر لذنبک وللمومنين والمومنت** جس میں اگرچہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر تمام انسانوں کو سنایا گیا ہے کہ اسی دنیا میں قیامت کی مصیبتوں اور پکڑ سے بچنے کی فکر کر لو جس کے لئے سب سے اول یہ سمجھ لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے بعد اپنی خطاؤں اور گناہوں کی معافی مانگو۔پھر دوسرے اہل ایمان مرد اور عورتوں کے لئے بھی استغفار کرو۔

یہاں ان آیات سے متعلق ایک مفید تنبیہ بھی علما نے لکھی ہے کہ لفظ ذنب (جس کے لفظی معنیٰ ہیں۔خطا قصور گناہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق قرآن کریم میں جا بجا آیا ہے جیسا کہ ان آیات میں بھی **واستغفر لذنبک** فرمایا ہے۔یعنی آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے۔تو ایسے تمام مواقع میں لفظ ذنب سے مراد ذنب مجازی ہے یعنی اجتہادی لغزش اور ایسے ذنب یعنی اجتہادی لغزش کی مثال یہ ہے کہ مثلاً آپ کی خدمت میں ایک بار ابن ام مکتوم صحابیؓ نابینا آئے اور آپ اس وقت بعض سرداران قریش مکہ کو اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے حضرت ابن ام مکتوم نے آپ کو بیچ میں ٹوک دیا اور خود کچھ پوچھنے لگے اس وقت آپ کو کچھ ناگوار ہوا جس کا ذکر تیسویں پارہ سورۃ عبس و تولیٰ میں فرمایا گیا جس کا بیان تفصیلاً انشاء اللہ اسی موقع پر ہوگا بہر حال حق تعالیٰ کو آپ کی ناگواری حضرت ابن ام مکتوم سے پسند نہ آئی جس پر سورۃ عبس کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو اس قسم کی اجتہادی لغزشوں پر آپ کو استغفار کا حکم فرمایا گیا اور اگلی سورۃ فتح میں ایسی ہی تمام لغزشوں کی معافی کی بشارت بھی آپ کو دی گئی ہے۔تاہم احادیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن میں ستر بار اور بعض روایات میں ہے کہ سو بار سے بھی زیادہ استغفار فرماتے ہیں۔

ابھی انہی منافقین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ

اور جولوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل ہوئی، سو جس وقت کوئی صاف صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے

رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى

تو جن لوگوں کے دلوں میں بیاری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، سو عنقریب

لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ ۚ فَهَلْ

ان کی کمبختی آنے والی ہے۔ ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے، پس جب سارا کام تیار ہی ہو جاتا ہے، تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے تو ان کیلئے بہت ہی بہتر ہوتا۔ سو اگر

عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچادو، اور آپس میں قطع قرابت کردو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کردیا

فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝

پھر ان کو بہرا کردیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا۔ تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

وَ اور	يَقُوْلُ وہ کہتے ہیں	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جولوگ ایمان لائے	لَوْ کیوں	لَا نُزِّلَتْ نہ اتاری گئی	سُوْرَةٌ ایک سورۃ	فَاِذَا سو جب	اُنْزِلَتْ اتاری جاتی ہے
سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ صاف معانی والی سورۃ	وَّذُكِرَ اور ذکر کیا جاتا ہے	فِيْهَا اس میں	الْقِتَالُ جنگ	رَاَيْتَ تم دیکھو گے	الَّذِيْنَ وہ لوگ		
فِيْ قُلُوْبِهِمْ انکے دلوں میں	مَّرَضٌ بیاری	يَّنْظُرُوْنَ وہ دیکھتے ہیں	اِلَيْكَ آپ کی طرف	نَظَرَ دیکھنا	الْمَغْشِيِّ بے ہوشی طاری ہوگئی	عَلَيْهِ اس پر	
مِنَ الْمَوْتِ موت کی	فَاَوْلٰى لَهُمْ سو خرابی ان کیلئے	طَاعَةٌ اطاعت	وَّقَوْلٌ اور بات	مَّعْرُوْفٌ معقول	فَاِذَا پھر جب	عَزَمَ الْاَمْرُ پختہ ہوجائے کام	
فَلَوْ صَدَقُوْا تو اگر وہ سچے ہوتے	اللّٰهَ اللہ	لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ البتہ ہوتا بہتر ان کیلئے	فَهَلْ عَسَيْتُمْ سو تم اسکے نزدیک	اِنْ اگر			
تَوَلَّيْتُمْ تم والی (حاکم) ہوجاؤ	اَنْ تُفْسِدُوْا کہ تم فساد مچاؤ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَتُقَطِّعُوْا اور تم کاٹو (توڑ ڈالو)	اَرْحَامَكُمْ اپنے رشتے			
اُولٰٓئِكَ یہی ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جن	لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اللہ نے لعنت کی	فَاَصَمَّهُمْ پھر انکو بہرا کردیا	وَاَعْمٰى اور اندھا کردیا	اَبْصَارَهُمْ ان کی آنکھیں		
اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ تو کیا وہ غور نہیں کرتے؟	الْقُرْاٰنَ قرآن	اَمْ کیا	عَلٰى قُلُوْبٍ دلوں پر	اَقْفَالُهَا ان کے تالے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منافقوں کی شرارت اور ان کا حال بیان کیا گیا تھا۔ ہجرت سے پہلے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مکہ میں تھا تو اسلام کا چنداں زور نہ تھا اس واسطے مکہ میں جن لوگوں کے دلوں میں اللہ نے اسلام کی خوبیاں جمائیں اور وہ اسلام لائے تو ان کا اسلام خالص دل سے تھا۔ یہ بات نہ تھی کہ ان کا ظاہر کچھ اور ہو باطن کچھ اور لیکن ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام کا دن بدن زور اور غلبہ شروع ہوا تو مدینہ کے بہت سے لوگ خصوصاً یہود مدینہ اپنی عزت اور جان و مال بچانے کی غرض سے اس طرح داخل اسلام ہوگئے تھے کہ بظاہر تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ لیکن دل سے مسلمان نہ تھے اور جب موقع پاتے درپردہ مسلمانوں کی بدخواہی کی باتیں کرتے تاکہ تمام مسلمانوں کو ان کی بدخواہی کی باتوں کی خبر نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب والشہادہ ہیں۔ جو بات بھی منافق بناوٹ کے طور پر یا درپردہ اسلام اور مسلمانوں کی

بدخواہی کی کرتے تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی آیات نازل فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیتے۔ اس لئے قرآن پاک میں منافقوں کی پوشیدہ باتوں ان کی دلی خواہشوں اور بدنیتوں کا جا بجا مدنی آیات میں ذکر ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا ذکر فرما کر ان کو ذلیل و رسوا فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی تادیب و تنبیہ بھی فرمائی گئی ہے۔ گذشتہ آیات میں انہی منافقین کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جب قرآن کی ہدایتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں بھی ان کی ہدایت کے لئے کافی نہ ہوئیں تو کیا اب ان کو قیامت کا انتظار ہے کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جاوے اور ان کو اچھی طرح سمجھا دے؟ مگر جب قیامت آ جائے گی اور اس کو دیکھ کر ایمان بھی لے آویں گے مگر اس وقت کا ایمان لانا محض بے نتیجہ ہوگا اور انہیں بجز پچھتانے کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ انہی منافقین کے بعض احوال کی تفصیل ان آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ سچے ایمان والے ہیں جن سے یہاں صحابہ کرامؓ مراد ہیں وہ تو ہمیشہ اس بات کے مشتاق رہتے ہیں کہ کلام الٰہی اور نازل ہوتا کہ ایمان تازہ ہو اور احکام جدید آویں تو ان پر عمل کر کے ثواب حاصل کریں اور احکام سابقہ کی تاکید ہو تو اور زیادہ ثبات حاصل ہو چنانچہ وہ اس اشتیاق میں کہتے رہتے ہیں کہ کوئی نئی سورۃ کیوں نہ نازل ہوئی اور اگر نازل ہو تو تمنا پوری ہو سو جس وقت کوئی صاف صاف مضمون کی سورۃ نازل ہوتی ہے اور اتفاق سے اس میں جہاد کا بھی صاف صاف ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ تو ان آیات کو سن کر گویا نیم مردہ ہو جاتے ہیں اور ان آیات کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بھیانک نگاہوں سے دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو یعنی جہاد کا حکم سن کر ان پر خوف اور بزدلی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اس خیال سے کہ اب اپنے اسلام کو نبھانے کے لئے جہاد میں جانا پڑے گا اور ایک یہ مصیبت آئی۔ حق تعالیٰ اس پر ارشاد فرماتے ہیں کہ جو اس طرح خدا کے حکم سے جی چراتے ہیں تو دراصل بات یہ ہے کہ عنقریب ان کی کمبختی آنے والی ہے خواہ دنیا میں بھی کہ کسی وبال میں گرفتار ہوں ورنہ بعد موت تو ضرور ہی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ظاہر میں تو یہ لوگ یعنی منافقین اپنی فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام اور احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا اور رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی اور معقول کہیں پھر جب جہاد وغیرہ میں اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو یہ صورت ان کی بہتری اور بھلائی کی ہوگی۔ آگے جہاد کے ترک پر منافقین کو براہ راست خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ تم جو جہاد سے کراہت کرتے ہو اور جان چراتے ہو تو اس میں دین کے علاوہ دنیا کا بھی نقصان ہے چنانچہ اگر تمہاری طرح سب جہاد سے کنارہ کش ہو جائیں تو دنیا میں لوگوں میں فساد جھگڑے اور آپس کی کشمکش اور غرض پرستی کے جھگڑے کھڑے ہو جائیں جن کا آخری نتیجہ عام فتنہ وفساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کرو گے تو ظاہر ہے کہ دنیا میں امن وانصاف قائم نہیں ہو سکتا۔ اور جب دنیا میں امن وانصاف نہ رہے گا تو ظاہر ہے کہ فساد بدامنی اور حق ناشناسی کا دور دورہ ہوگا یہاں سے معلوم ہوا کہ جہاد سے بڑا فائدہ اقامت عدل اور اصلاح وامن کا ہے اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو مفسدین کا غلبہ ہو جائے جس سے فتنہ وفساد اور اضاعت حقوق لازمی ہے پس جہاد سے دنیوی فائدہ بھی ہوا آگے انہی منافقین مذکورین کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا اس لئے اس کے احکام پر عمل کی توفیق نہ رہی پھر رحمت سے بعید کر دینے پر یہ اثر مرتب ہوا کہ ان کو احکام الٰہیہ سے سننے سے بہرہ کر دیا اور راہ حق کے دیکھنے سے ان کی باطنی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور یہ سب کچھ انہی کے سوء اختیار اور قصور استعداد سے ہوا۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کی شرارتوں کی بدولت دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں کہ نصیحت کے اندر جانے کا راستہ ہی نہیں رہا اگر قرآن کے سمجھنے کی توفیق ملتی تو بآسانی سمجھ لیتے کہ جہاد میں کس قدر دنیاوی واخروی فوائد ہیں۔

ابھی آگے بھی انہی منافقین کے بارے میں مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى أَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَأَمْلٰى

جو لوگ پشت پھیر کر ہٹ گئے، بعد اس کے کہ سیدھا راستہ ان کو صاف معلوم ہوگیا، شیطان نے ان کو چکمہ دیا ہے، اور ان کو دُور دُور کی سوجھائی ہے۔

لَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْأَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

یہ اس سبب سے ہوا کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں سے جو کہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کرتے ہیں یہ کہا کہ بعضی باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو

إِسْرَارَهُمْ ۝ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا

خوب جانتا ہے۔ سو ان کا کیا حال ہوگا جب کہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے، اور ان کے مونہوں پر اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ یہ اس سبب سے کہ جو طریقہ

مَآ أَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝ أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

خدا کی ناراضی کا موجب تھا یہ اُسی پر چلے اور اس کی رضا سے نفرت کیا کئے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سب اعمال کالعدم کر دیئے۔ جن لوگوں کے دل میں مرض ہے

أَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ أَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَأَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ

کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا، اور ہم اگر چاہتے تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیتے سو آپ ان کو حلیہ سے پہچان لیتے، اور آپ ان کو طرز کلام

فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۝

سے ضرور پہچان لیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	ارْتَدُّوْا پلٹ گئے	عَلٰٓى أَدْبَارِهِمْ اپنی پشت پر	مِّنْۢ بَعْدِ اسکے بعد	مَا تَبَيَّنَ جب واضح ہوگئی	لَهُمُ ان کیلئے	الْهُدَى ہدایت
الشَّيْطٰنُ شیطان	سَوَّلَ آراستہ کردکھایا	لَهُمْ ان کیلئے	وَأَمْلٰى اور ڈھیل دی	لَهُمْ ان کو	ذٰلِكَ یہ	بِأَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	قَالُوْا انہوں نے کہا
لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جنہوں	كَرِهُوْا انہوں نے ناپسند کیا	مَا نَزَّلَ جو نازل کیا	اللّٰهُ اللہ	سَنُطِيْعُكُمْ عنقریب ہم تمہارا کہنا مان لیں گے			
فِيْ میں	بَعْضِ بعض	الْأَمْرِ کام	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	إِسْرَارَهُمْ انکی خفیہ باتیں	فَكَيْفَ پس کیسا	إِذَا تَوَفَّتْهُمُ جب انکی روح قبض کرینگے
الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	يَضْرِبُوْنَ وہ مارتے ہوں گے	وُجُوْهَهُمْ ان کے چہروں	وَأَدْبَارَهُمْ اور ان کی پیٹھوں	ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ یہ اس لئے کہ انہوں نے			
اتَّبَعُوْا پیروی کی	مَآ جو۔جس	أَسْخَطَ اللّٰهَ اللہ کو ناراض کیا	وَكَرِهُوْا اور انہوں نے پسند نہ کیا	رِضْوَانَهٗ اس کی رضا	فَأَحْبَطَ تو اس نے اکارت کردیئے		
أَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	أَمْ حَسِبَ کیا گمان کرتے ہیں؟	الَّذِيْنَ وہ لوگ (جن)	فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں میں	مَّرَضٌ مرض۔روگ			
أَنْ کہ	لَّنْ يُّخْرِجَ ہرگز ظاہر نہ کرے گا	اللّٰهُ اللہ	أَضْغَانَهُمْ ان کے دل کی عداوتیں	وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں	لَأَرَيْنٰكَهُمْ تو تمہیں دکھادیں وہ لوگ		
فَلَعَرَفْتَهُمْ سو البتہ تم انہیں پہچان لو	بِسِيْمٰهُمْ ان کے چہرے سے	وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ اور تم ضرور پہچان لو گے انہیں	فِيْ میں۔سے				
لَحْنِ الْقَوْلِ طرزِ کلام	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	أَعْمَالَكُمْ تمہارے اعمال				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات سے منافقین کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے جو بظاہر تو مسلمان بنے ہوئے تھے مگر دل سے انہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ سچے مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لینے سے جان چراتے تھے جس پر ان کو گذشتہ آیات میں تنبیہ کی گئی تھی اور وعید سنائی گئی

تھی۔انہی منافقین کی مذمت ان آیات میں بھی فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین اسلام کا اقرار کرنے اور اس کی سچائی ظاہر ہو جانے کے بعد وقت آنے پر اپنے قول و قرار سے پھرے جاتے ہیں اور جہاد میں شرکت نہیں کرتے۔ یہ شیطان کے بہکاوے میں آگئے ہیں اور اس نے ان کو یہ بات سجھادی ہے کہ بھلا لڑ کر جان دینے سے کیا فائدہ۔لڑائی میں نہ جائیں گے تو دیر تک زندہ رہیں گے۔خواہ مخواہ جہاد میں جا کر مرنے سے کیا فائدہ۔اسی طرح شیطان گمراہی کی باتیں سجھاتا ہے اور دور دراز کے لمبے چوڑے وعدے دیتا ہے کہ ابھی تو تمہیں بہت دن زندہ رہنا ہے اور بہت کچھ کام کرنے ہیں۔خواہ مخواہ لڑ کر جان دینے میں کیا دھرا ہے تو شیطان کا یہ قابو ان منافقین پر اس وجہ سے چل گیا کہ سچے دل سے ایمان نہیں لائے۔فقط مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کلمہ پڑھ لیا ہے اور انہوں نے یہود وغیرہ سے کہہ رکھا ہے کہ بعض باتوں میں ہم تمہارے طرف دار ہیں۔گو ہم ظاہر میں مسلمان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتوں سے خوب واقف ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافق لوگ یہ نہیں سوچتے کہ آخر ایک دن تو انہیں مرنا ہے اور فرشتے جب ان کی جان نکالنے آئیں گے اور ان کے منہ اور پیٹھ پر ضرب لگائیں گے اور کوڑے برسائیں گے تو اس وقت ان کا کیا حال ہوگا اور اس وقت موت سے اور فرشتوں کی مار سے کیونکر بچیں گے اور یہ گت ان کی اس لئے بنے گی کہ انہوں نے وہی باتیں اختیار کیں جو اللہ کو ناراض کرتی ہیں اور ان باتوں سے بھاگتے رہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لئے موت کے وقت یہ بھیانک سماں دیکھنا پڑے گا اور اللہ نے ان کے کفر و طغیان کی بدولت ان کے سب عمل بیکار کر دیئے کوئی عمل ان کو دوسری زندگی میں فائدہ بخش نہ ہوگا۔تو یہاں سے معلوم ہوا کہ بدکار نافرمان کفار و منافقین وغیرہ کی پٹائی موت کے وقت ہی سے شروع ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ پٹائی روح کی ہوتی ہے اس لئے ہم کو نظر نہیں آتی اور موت کے وقت سے یہ پٹائی گویا ابتدا ہے۔اس کے بعد قبر میں یعنی عالم برزخ میں بھی پٹائی کوٹائی ہوگی اور پھر جہنم میں تو اچھی طرح اور پوری طرح جسمانی بھی اور روحانی بھی کوٹائی پٹائی ہوگی (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور اس ساری عقوبت اور کوٹائی اور پٹائی کی وجہ بھی صاف ظاہر فرما دی کہ یہ اس وجہ سے ہوگی کہ دنیا میں جو طریقہ خدا کی ناراضگی کا موجب تھا یہ اسی پر چلے اور جو اس کی رضا اور خوشنودی کے اعمال تھے ان سے نفرت ہی کیا کئے اس لئے دنیا کی زندگی کے ختم ہوتے ہی سزا کے مستحق ہوئے اور چونکہ اس دنیا کی زندگی کے بعد آنے والی زندگی ابدی اور دائمی ہے اس لئے ان کی سزا بھی ابدی و دائمی ہوگی عالم برزخ میں روحانی اور عالم آخرت میں روحانی اور جسمانی دونوں طرح سزا ہوگی اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی رضا والے راستہ پر چلائے اور اپنی ناراضگی والے راستہ سے بچائے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جو حاسدانہ عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں تو کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ان کا کینہ اور دشمنی یوں ہی چھپا رہے گا اور اللہ اس کو تشت از بام نہ کرے گا؟ اور مسلمان ان کے مکر و فریب پر مطلع نہ ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔ان کا خبث باطن ضرور ظاہر ہو کر رہے گا اور یہ ایسے امتحان کی بھٹی میں ڈالے جائیں گے جہاں کھوٹا کھرا بالکل الگ ہو جائے گا۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ چاہے تو تمام منافقین کو معین کر کے آپ کو دکھلا دے اور نام بنام مطلع کر دے کہ مجمع میں فلاں فلاں آدمی منافق ہے مگر اس کی حکمت بالفعل اس دوٹوک اظہار کو مقتضی نہیں۔ویسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ درجہ کا نور فراست دیا ہے کہ ان کے چہرے اور بشرے سے آپ پہچان لیتے ہیں اور آگے چل کر ان لوگوں کے طرز گفتگو سے آپ کو مزید شناخت ہو جائے گی کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے۔جو زور، شوکت، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے منافق کتنی ہی کوشش کرے وہ رنگ اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا۔آگے سب مومنین و منافقین کو خطاب میں جمع کر کے بطور ترغیب اور ترہیب کے فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے پس مسلمانوں کو ان کے اخلاص پر جزا اور منافقین کو ان کے نفاق پر سزا دے گا۔

اب آگے جہاد و قتال کے احکام کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے اور مومنین کو جہاد کے متعلق نصیحت فرمائی گئی اور بشارت دی گئی کہ تم ہی غالب رہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور کفار کو جنہوں نے مرتے وقت تک توبہ نہ کی کبھی نہ بخشے جانے کی وعید سنائی گئی جس کا بیان اگلی آیات میں آئندہ درس میں انشاء اللہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں، اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں۔ بے شک جو لوگ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ

کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو راستہ نظر آچکا تھا، یہ لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے،

وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دے گا۔ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستہ سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مرگئے خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا سو تم

تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ، اور تم ہی غالب رہوگے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں	حَتّٰى یہاں تک کہ	نَعْلَمَ ہم معلوم کریں	الْمُجٰهِدِيْنَ مجاہدوں	مِنْكُمْ تم میں سے	وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والے			
وَنَبْلُوَا اور ہم جانچ لیں	اَخْبَارَكُمْ تمہاری خبریں (حالات)	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	وَصَدُّوْا اور انہوں نے روکا	عَنْ سے			
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَشَآقُّوا اور انہوں نے مخالفت کی	الرَّسُوْلَ رسول	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا تَبَيَّنَ جب واضح ہوگئی	لَهُمُ ان پر			
الْهُدٰى ہدایت	لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ وہ ہرگز نہ بگاڑ سکیں گے اللہ کا	شَيْـًٔا کچھ بھی	وَسَيُحْبِطُ اور وہ جلد اکارت کردیئے گئے	اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال				
يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا جو لوگ ایمان لائے (مومنو)	اَطِيْعُوا اللّٰهَ اطاعت کرو اللہ کی	وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی	وَلَا تُبْطِلُوْۤا اور باطل نہ کرو				
اَعْمَالَكُمْ اپنے اعمال	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	وَصَدُّوْا اور انہوں نے روکا	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	ثُمَّ پھر		
مَاتُوْا وہ مرگئے	وَهُمْ اور وہ	كُفَّارٌ کافر ہی	فَلَنْ يَّغْفِرَ تو ہرگز نہیں بخشے گا	اللّٰهُ اللہ	لَهُمْ ان کو	فَلَا تَهِنُوْا پس تم سستی نہ کرو	وَتَدْعُوْۤا اور نہ بلاؤ	
اِلَى طرف	السَّلْمِ صلح	وَاَنْتُمُ اور تم ہی	الْاَعْلَوْنَ غالب	وَاللّٰهُ اور اللہ	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اور وہ ہرگز کمی نہ کریگا	اَعْمَالَكُمْ تمہارے اعمال	

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے منافقین کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے اور وہ اپنے نفاق کی وجہ سے جہاد سے جان چراتے تھے اس پر ان کی مذمت فرمائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جہاد وغیرہ کے احکام سے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی آزمائش مقصود ہے اور اسی سخت آزمائش میں کھلتا ہے کہ کون اللہ کے راستہ میں لڑنے والے اور جان و مال لگانے والے اور ایسے سخت وقت میں ثابت قدم رہنے والے ہیں اور کون ایسے نہیں ہیں تاکہ ہر ایک کے ایمان واطاعت اور دعوئے اسلام و ایمان کا وزن معلوم ہوجائے اور سب کے اندرونی احوال کی خبریں ظاہر ہوجائیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ بھی اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور راہ خدا کی بندش کرنے والے ہیں اور رسول کی مخالفت کرنے والے ہیں اور ہدایت کے موجود ہوتے ہوئے گمراہ ہونے والے ہیں تو یہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں اور اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کیا نقصان ہے۔ یہ مخالفت وانکار سے نہ اس کے دین کو دنیا میں پھیلنے سے روک سکتے ہیں نہ پیغمبر کی مخالفت کرکے کچھ ان کا بگاڑ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ تو ایسی قدرت والا ہے کہ وہ ان کے سارے منصوبے غلط اور ان کی ساری چالیں اور تدبیریں بیکار اور ان کے تمام کام اکارت کردے گا اور

ان کی سب کوششیں خاک میں ملادے گا۔ یہ تو منافقین کے متعلق بتلایا گیا آگے اہل ایمان کو نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ جہاد یا اللہ کے راہ میں اور کوئی محنت و ریاضت اسی وقت مقبول ہے جب اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہو محض اپنی طبیعت کے شوق یا نفس کی خواہش پر وہ کام نہ ہو ورنہ ایسا عمل یونہی بیکار ضائع جائے گا اور مسلمان کا کام نہیں کہ جو نیک عمل کر چکا ہے یا کر رہا ہے اس کو کسی صورت سے ضائع ہونے دے۔ اسی میں ریا عجب نام ونمود اور غرور وتکبر وغیرہ سب آ گئے کہ جو مومن کے اعمال کو ضائع کرنے والے ہیں اور نہ صرف ضائع ہوتے ہیں بلکہ نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوتے ہیں احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی بتلایا ہے کہ تمام اچھے اعمال واخلاق کی روح و جان "اخلاص" اور "للّٰہیت" ہے۔ اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام ونمود یا اور کوئی ایسا ہی جذبہ ان کا محرک ہو تو اللہ کے نزدیک ان اعمال کی کوئی قیمت نہیں اور ان پر کوئی ثواب ملنے والا نہیں بلکہ بجائے ثواب کے خدا کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ جب الحزن غم کے کنویں یا غم کی خندق سے پناہ مانگا کرو بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب الحزن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں ایک وادی یا خندق ہے۔ جس کا حال اتنا برا ہے کہ خود جہنم ہر دن میں چار سو مرتبہ اس سے پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس میں کون لوگ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا وہ قرآن پڑھنے والے جو دوسروں کو دکھانے کے لئے اعمال کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ دیکھئے قرآن کا پڑھنا کتنے اعلیٰ درجہ کا اور دینداری کا کام ہے مگر ریا کی بدولت اور اخلاص وللّٰہیت نہ ہونے کی وجہ سے کتنی سخت سزا اس کی بیان فرمائی گئی اور مسلم شریف کی وہ حدیث بھی مشہور ہے کہ قیامت کے دن دوزخ میں ڈالے جانے کا پہلا فیصلہ ریاکار عالم وعابد ریاکار مجاہد وشہید اور ریاکار سخی کے بارہ میں کیا جائے گا۔ کس قدر لرزا دینے والی ہیں یہ احادیث روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ان احادیث کو بیان کرتے وقت کبھی کبھی بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ یہ حدیث ان کے سامنے بیان کی گئی تو وہ بہت روئے اور روتے روتے بے حال ہو گئے۔ اب غور کیجئے کہ جب ایسے اعلیٰ اعمال کا انجام بھی ریا اور نام ونمود اور طلب شہرت کے باعث ایسا عبرتناک ہو سکتا ہے تو دوسرے اعمال کا تو کہنا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہماری حفاظت فرمائیں اور ہم کو اخلاص اور للّٰہیت کی توفیق عطا فرمائے ورنہ آج تو معاشرہ کی جان ہی نام ونمود بڑائی شہرت اور ریا بن رہی ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) الغرض یہاں آیت میں ایمان والوں کو نصیحت فرمائی گئی کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ ورسول کے احکام کے خلاف کر کے اعمال کو برباد مت کرو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کسی کافر کی یعنی اللہ ورسول کا انکار کرنے والے کی اور خصوصاً ان کافروں کی جو دوسروں کو بھی خدا کے راستہ سے روکنے میں لگے ہوئے ہیں اور انہی اعمال واحوال میں مر گئے یعنی ساری زندگی اس کفر پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسوں کی بخشش ہرگز نہیں۔ چونکہ مضمون جہاد کے متعلق بیان ہو رہا تھا اس لئے پھر اہل ایمان کو خطاب ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کے مقابلہ میں سست اور کم ہمت نہ بنیں اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر صلح کی طرف نہ دوڑیں ورنہ دشمن شیر ہو کر دباتے چلے جائیں گے اور جماعت اسلام کو مغلوب اور رسوا ہونا پڑے گا ہاں کسی وقت اسلام کی مصلحت اور اہل اسلام کی بھلائی صلح میں نظر آئے تو اس وقت صلح کر لینے میں بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ اگلی سورۃ فتح میں آیا ہے۔ بہرحال صلح کی بنا اپنی کم ہمتی اور نامردی پر نہ ہونا چاہئے آگے تسلی بھی دی جاتی ہے اور بشارت بھی دی جاتی ہے کہ گھبرانے کی کچھ بات نہیں اگر صبر واستقلال سے جمے رہو گے اور خدا کے احکام پر ثابت قدم رہو گے تو خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اس کی نصرت وحمایت تمہاری مددگار ہے۔ وہ تم کو آخرکار غالب کرے گا اور کسی حالت میں تم کو نقصان اور گھاٹے میں نہ رہنے دے گا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں جو آیت میں فرمایا گیا ہے۔ **وانتم الاعلون** اور تم ہی غالب رہو گے تو یہ بشارت مقید ہے کامل الایمانی کے ساتھ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن پاک میں فرمایا گیا **انتم الاعلون ان کنتم مومنین** تم ہی سربلند رہو گے اگر تم پورے ایمان والے ہو گے۔ یا جیسے چھٹے پارۂ سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا **من یتول اللہ و رسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون** اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی و رفاقت رکھے گا سو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ یہاں غلبہ کی بشارت اللہ اور رسول اور مومنین سے رفاقت اور دوستی پر فرمائی گئی ہے۔ قرآن نے محض نام کے مسلمان اور گوشت کھانے کے مسلمان کو غلبہ کی بشارت کہیں نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی اور اپنے رسول پاک کی سچی رفاقت اور دوستی نصیب فرمائیں اور ایمان واسلام کے ساتھ اعمال صالحہ کی دولت عطا فرمائیں۔

4

إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَإِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ أُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ

دنیوی زندگی تو محض ایک لہو ولعب ہے، اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا، اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا۔

إِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ۝ هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا

اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہا درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری ظاہر کردے ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ

بلایا جاتا ہے، سو بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے، اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں،

وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا أَمْثَالَكُمْ ۝

اور تم سب محتاج ہو، اور اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	لَعِبٌ کھیل	وَّلَهْوٌ اور کود	وَإِنْ اور اگر	تُؤْمِنُوْا ایمان لے آؤ تم	وَتَتَّقُوْا اور تقویٰ اختیار کرو
يُؤْتِكُمْ وہ تمہیں دیگا	أُجُوْرَكُمْ تمہارے اجر (جمع)	وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اور نہ طلب کریگا تم سے	أَمْوَالَكُمْ تمہارے مال	إِنْ اگر		
يَسْـَٔلْكُمُوْهَا وہ تم سے (مال) طلب کرے	فَيُحْفِكُمْ پھر تم سے چمٹ جائے	تَبْخَلُوْا تم بخل کرو	وَيُخْرِجْ اور ظاہر ہو جائیں	أَضْغَانَكُمْ تمہاری عداوتیں		
هٰٓأَنْتُمْ وہ تم ہو	هٰٓؤُلَآءِ ہاں! وہ لوگ	تُدْعَوْنَ تمہیں پکارا جاتا ہے	لِتُنْفِقُوْا کہ تم خرچ کرو	فِيْ میں	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	فَمِنْكُمْ پھر تم میں سے
مَّنْ يَّبْخَلُ کوئی ایسا ہے کہ بخل کرتا ہے	وَمَنْ اور جو	يَّبْخَلْ بخل کرتا ہے	فَإِنَّمَا يَبْخَلُ تو اسکے سوا نہیں وہ بخل کرتا ہے	عَنْ نَّفْسِهٖ اپنے آپ سے		
وَاللّٰهُ اور اللہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	وَأَنْتُمُ اور تم	الْفُقَرَآءُ محتاج (جمع)	وَإِنْ اور اگر	تَتَوَلَّوْا تم روگردانی کرو گے	يَسْتَبْدِلْ وہ بدل دے گا
قَوْمًا غَيْرَكُمْ دوسری قوم تمہارے سوا	ثُمَّ پھر	لَا يَكُوْنُوْٓا وہ نہ ہوں گے	أَمْثَالَكُمْ تمہارے جیسے			

تفسیر وتشریح: یہ اس سورۃ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا گیا تھا کہ تم کفار کے مقابلہ میں ہمت مت ہارو اور ہمت ہار کر ان کو صلح کی طرف مت بلاؤ۔ پھر ساتھ ہی یہ بشارت بھی دی گئی تھی کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور تم ہی غالب رہو گے۔ یہ تو تھی دنیا کی کامیابی اور آخرت میں یہ کامیابی ہوگی کہ اللہ تمہارے اعمال کا پورا پورا اجر وثواب عطا فرمائے گا اور اس میں ہرگز ذرا کمی نہ کی جائے گی۔ اب دین کے لئے اللہ کے راستہ میں جان کے علاوہ مال کا بھی خرچ ہوتا ہے اس لئے جہاد وقتال کے بعد اب ان آیات میں انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور ترغیب دی جاتی ہے اور چونکہ جان ومال کو اللہ کے راستہ میں لگانے میں سب سے بڑی رکاوٹ دنیوی زندگی کی لالچ اور تمتع کی ہے اس لئے بتلایا جاتا ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت ایک کھیل تماشہ جیسی ہے قرآن کریم نے دنیوی زندگی کو لہو ولعب جہاں بھی قرار دیا ہے ہمیشہ آخرت کے مقابلہ میں ایسا کہا ہے اور ظاہر ہے کہ لامحدود کا محدود سے اور لامتناہی کا متناہی سے مقابلہ ہی کیا؟ آگے سمجھایا جاتا ہے کہ اگر تم اس دنیوی زندگی میں ایمان وتقویٰ اختیار کرو گے یعنی اللہ سے ڈر اور خوف والی زندگی بسر کرو گے اور اس دنیا کے کھیل تماشا سے بچ کر چلو گے تو اللہ تم کو اس کا پورا بدلہ دے گا اور حق تعالیٰ تم سے کسی نفع کا طالب نہ ہوگا۔ اسے کیا حاجت ہے وہ تو خود سب کو دینے والا ہے اور اگر تمہارا مال تم سے طلب بھی کرے تو مالک حقیقی وہی ہے۔ تمام مال اسی کا عطیہ ہے۔ مگر اس کے باوجود دین کے معاملہ میں جب مالک حقیقی خرچ کرنے کو کہتا ہے تو سارے کے سارے مال کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ایک تھوڑا سا حصہ طلب کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے ہی فائدہ کو۔ تمہیں جو زکوٰۃ یا خیر خیرات کا حکم دیا

ہے اس میں تمہارے ہی غربا وفقرا کی پرورش ہے اور پھر تم دار آخرت میں مستحق ثواب بنو گے اگر اللہ تعالیٰ کا تمہیں یہ حکم ہوتا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے سب اللہ کے لئے خرچ کردو اور پھر اس کی تاکید کی جاتی اور اس پر اصرار کیا جاتا تو پھر کتنے مردان خدا ہیں جو کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے اس حکم پر لبیک کہتے؟ اکثر تو وہی ہوتے جو بخل اور تنگدلی کا ثبوت دیتے اور کنجوسی پر کمر باندھ لیتے اور کھلم کھلا ناراضی اور خفگی کا اظہار کرنے لگتے۔

یہاں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ انسان مال و دولت کو یہ نہ سمجھے کہ میں اس کا مالک ہوں اور یہ میری کمائی ہوئی ہے۔ اور اس لئے اس پر اترانے لگے اور جہاں اور جس طرح چاہے اس کو خرچ کرنے کا اپنے کو مختار سمجھے۔ نہیں بلکہ اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس مال و دولت کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس نے اپنی مہربانی سے یہ مال و دولت مجھے دے رکھا ہے۔ آگے سمجھایا جاتا ہے کہ تمہارا یہ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا خود اپنے فائدہ کے لئے ہے اور نہ خرچ کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ کو تمہارے دینے یا نہ دینے کی کیا پرواہ وہ تمہاری دولت کا محتاج نہیں اللہ تعالیٰ جس حکمت اور مصلحت سے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اس کا حاصل ہونا کچھ تم پر منحصر نہیں۔ فرض کرو تم اگر بخل اور کنجوسی کرو اور اس کے حکم سے روگردانی کرو تو وہ یہ قدرت بھی رکھتا ہے کہ وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کھڑی کردے جو مال کے خرچ کرنے میں بخیل اور کنجوس نہ ہو بلکہ نہایت فراخدلی سے اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی راہ میں خرچ کرے۔ بہر حال اللہ کی حکمت اور مصلحت تو پوری ہو کر رہے گی ہاں تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔ احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آخری آیت تلاوت فرمائی۔ **وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم** اور اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے تو یہ آیت سن کر صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ یہ کون لوگ ہیں کہ جو ہمارے بدلے لائے جاتے اور ہم جیسے نہ ہوتے؟ اس پر حضورؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اس کی قوم" اور فرمایا خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ "الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ صحابہ کرامؓ نے اس بے نظیر ایثار اور جوش ایمانی کا ثبوت دیا کہ ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی۔ تاہم اہل فارس نے اسلام میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے موافق یہی قوم تھی جو بوقت ضرورت اہل عرب کی جگہ پر کر سکتی تھی۔ ہزار ہا علما اور ائمہ سے قطع نظر کر کے تنہا امام اعظم ابو حنیفہؒ اللہ ان کی قبر پر اپنے رحمتوں کی بارش فرمائے کا وجود ہی اہل فارس میں اس پیشین گوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے"۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ جن کے فقہ کے ہم مقلد ہیں آپ فارسی تھے اور بڑے بڑے ائمہ کا اتفاق ہے کہ حدیث کی اس بشارت عظمیٰ کے کامل اور اولین مصداق امام ابو حنیفہؒ ہی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اہل اسلام کو اللہ کے راستہ میں جان مال کھول کر لگانے کی ترغیب دی جارہی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ ایسا کرنے میں خود اپنا ہی فائدہ ہے۔ باقی اگر کوئی قوم اللہ کے احکام سے روگردانی کرے گی تو اسلام کسی قوم کا محتاج نہیں اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو اسلام کی توفیق دے کر اس سے اسلام کی خدمت لے سکتے ہیں۔

یہاں حق تعالیٰ نے صاف واضح فرما دیا کہ اللہ کو تمہارے اموال کو کیا خود تمہارے وجود کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر سب کے سب اہل اسلام بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی تعمیل چھوڑ دیں تو جب تک اللہ تعالیٰ کو دنیا کو اور اس میں اسلام کو باقی رکھنا ہے تو وہ اپنے دین حق کی حفاظت اور اپنے احکام کی تعمیل کے لئے کوئی دوسری قوم ایسی پیدا فرما دے گا جو حق تعالیٰ کی پوری اطاعت گزار ہو گی تو اس سورۃ کا یہ آخری جملہ **و ان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم** (یعنی اگر تم ہمارے احکام سے روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا اور پھر وہ تم جیسے روگردانی کرنے والے نہ ہوں گے)۔ ہم پاکستانیوں کے لئے بھی بڑا خوف کھانے کے لائق ہے اگر ہم من حیث القوم احکام الٰہیہ سے روگردانی میں بڑھتے گئے تو پھر اس اسلام ناقدری کے وبال میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قدرت خداوندی ہم ناقدروں سے اسلام کی دولت چھین لے اور کسی دوسری قوم کو اسلام کے قدردانی اور عظمت واتباع کی دولت عطا فرما دے اور وہ اس کے احکام گزار بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو اور ہماری قوم اور ملک کو اسلام سے سچی محبت عطا فرمائیں اور ہمیں اسلام حقیقی سے وابستہ رکھیں اور ایمان و اسلام کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝۱

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔

اِنَّا فَتَحْنَا بیشک ہم نے فتح دی	لَكَ آپ کو	فَتْحًا فتح	مُّبِيْنًا کھلی	

تفسیر وتشریح: الحمد للہ اب ۲۶ ویں پارہ کی سورۃ الفتح کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کا بیان مقصود ہے۔ جس کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام و زمانہ نزول تاریخی پس منظر خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے انا فتحنالک فتحاً مبیناً بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔ گویا اس سورۃ کی ابتداء ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک فتح کی بشارت دی گئی اس لئے اس سورۃ کا نام ہی سورۃ الفتح مقرر ہوا یہ سورۃ مدنی ہے اور ۶ ھ میں آپ صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۸ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۱۰۸ لکھا ہے یعنی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۱۰۷ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور صرف ۶ سورتیں مزید مدینہ منورہ میں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۲۹ آیات ۴ رکوعات ۵۶۸ کلمات اور ۲۵۵۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کی مختلف آیات میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے اس لئے اس سورۃ کو سمجھنے کے لئے ان واقعات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے جو مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔

واقعہ اول:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ امن وامان کے ساتھ گئے اور عمرہ کر کے حلق وقصر کیا یعنی سر کے بال منڈوائے اور کتروائے۔ آپ نے یہ خواب صحابہ سے بیان فرمایا۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعین مدت کی نہ فرمائی تھی مگر شدت اشتیاق سے اکثر صحابہ کرام کا خیال اس طرف گیا کہ اسی سال عمرہ میسر ہوگا اور اتفاقاً آپ کا قصد بھی اسی سال یعنی ۶ ھ میں عمرہ کا ہو گیا۔

واقعہ دوم:۔ آپ ۶ ھ میں بقصد عمرہ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے جب یہ خبر مکہ میں پہنچی تو قریش اور کفار مکہ نے بہت سا مجمع کر کے اتفاق کر لیا کہ آپ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے چنانچہ آپ نے حدیبیہ میں جو مکہ سے قریب تین میل ہے قیام فرمایا۔

واقعہ سوم:۔ آپ نے مکہ میں ایک قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں ہم کو مکہ میں داخل ہونے دو صرف عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے مگر اس کا کچھ جواب نہ ملا یہاں تک کہ اس کام کے لئے آپ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور ان کی زبانی بھی قریش کو یہی پیغام کہلا بھیجا اور بعضے مسلمان مرد اور عورت جو مکہ میں مغلوب اور مظلوم تھے ان کو بشارت کہلا بھیجی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جاوے گا۔ حضرت عثمانؓ کو قریش نے مکہ میں روک لیا۔ ان کی واپسی میں جو دیر لگی تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ شاید اب لڑائی کا موقع ہو جاوے تمام صحابہ کرام سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی۔ جو اسلامی تاریخ میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہوئی۔ جب قریش نے بیعت کی خبر سنی تو ڈر گئے اور حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا۔

واقعہ چہارم:۔ پھر مکہ کے چند رؤسا بغرض صلح حدیبیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح نامہ لکھنا قرار پایا جس پر اول بسم اللہ

لکھنے ہی میں قریش نے جھک جھک کی کہ ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھنے دیں گے اور وہی پرانا کلمہ باسمک اللھم لکھا جائے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر تکرار کی کہ صرف ابن عبداللہ لکھا جائے۔ اس پر گفتگو ہوتی رہی اور صحابہ کرام کو جوش اور غصہ بھی آیا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر ان دونوں باتوں کو منظور فرمایا اور مسلمانوں نے بھی ضبط کیا اور صلح نامہ لکھا گیا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ آپ اس سال واپس چلے جایئے اور سال آئندہ آکر عمرہ کر لیجئے اور ایک شرط یہ تھی کہ دس سال تک قریش سے لڑائی نہ ہوگی چنانچہ آپ نے حدیبیہ ہی میں قربانی کی اور حلق وقصر کر کے احرام کھول دیا اور مدینہ کو واپس تشریف لے چلے۔

واقعہ پنجم:۔حدیبیہ میں قبل صلح ایک واقعہ یہ ہوا کہ ایک جماعت مسلح اہل مکہ میں سے خفیہ حدیبیہ اس ارادہ سے آئی کہ موقع پا کر نعوذ باللہ آپ کا کام تمام کر دیں لیکن صحابہ نے ان کو پکڑ لیا مگر آپ نے ان کو رہا کر دیا۔

واقعہ ششم:۔ جب آپ مدینہ منورہ سے مکہ کو بغرض عمرہ چلے تھے تو آپ کو بھی قریش کی طرف سے لڑائی کا شبہ تھا۔ اس لئے آپ نے زیادہ مجمع کے ساتھ عمرہ کو جانا مصلحت سمجھا چنانچہ آپ نے اطراف مدینہ اہل دیہات میں بھی اس کا اعلان کرا دیا کہ تم کو بھی چلنا چاہئے مگر بعض لوگ بوجہ نفاق کے نہیں گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ مکہ میں بڑا مجمع ہوا ہے ہم تو ان کے مقابلہ میں نہیں جاتے اور آپ کی اور مومنین صادقین کی نسبت کہا کہ یہ لوگ بچ کر نہیں آویں گے اور جب آپ واپس تشریف لائے تو ان منافقین نے حاضر ہو کر جھوٹے جھوٹے عذر کر دیئے۔

واقعہ ہفتم:۔آپ حدیبیہ سے مدینہ کو واپس تشریف لاتے تھے کہ راہ میں یہ سورۂ فتح نازل ہوئی اور یہ سب واقعات ذیقعدہ ۶ھ میں ہوئے۔

واقعہ ہشتم:۔آپ حدیبیہ سے واپس تشریف لا کر محرم ۷ھ میں فتح خیبر کے لئے جو مدینہ سے شمال میں چار منزل پر شام کی سمت میں یہود کا ایک شہر تھا تشریف لے چلے اور وہ فتح ہو گیا۔

واقعہ نہم:۔سال آئندہ یعنی ذیقعدہ ۷ھ میں آپ حسب معاہدہ گذشتہ سال کے فوت شدہ عمرہ کی بجائے پھر عمرہ کے لئے تشریف لے چلے چنانچہ آپ نے مکہ پہنچ کر امن وامان سے عمرہ ادا فرمایا۔

واقعہ دہم:۔صلح نامہ حدیبیہ میں جو دس سال تک قریش سے لڑائی موقوف رہنے کا معاہدہ لکھا گیا تھا اس کے خلاف قریش نے نقض عہد کیا جس پر آپ نے رمضان ۸ھ میں مکہ پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر لیا۔

یہ ہیں مختصراً وہ متعدد واقعات کہ جن کی طرف اس سورۃ میں مختلف آیات میں اشارہ فرمایا گیا ہے جن کو ذہن میں رکھنے سے آئندہ تفسیر وتشریح کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

الغرض خلاصہ اس سورۃ کا یہ ہے کہ صلح حدیبیہ ایک بڑی فتح بتلائی گئی اور مستقبل میں فتح ونصرت کی بشارت کے علاوہ مومنین کے لئے جنت کی بشارت اور منافقین کے لئے اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کی خبر دی گئی۔ اور منافقین کی بدکرداریوں کا ذکر فرمایا گیا۔ بیعت رضوان اور اس میں شریک صحابہ کرامؓ کے لئے رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی پھر صلح حدیبیہ کی ان حکمتوں میں اور مصلحتوں میں سے چند کا تذکرہ فرمایا گیا جن کو نہ جاننے سے مسلمان آزردہ خاطر تھے اور جن کا علم اللہ تعالیٰ کو تھا یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ رسالت وہاں تک پہنچی ہوگی۔ حضورؐ کے مدینے کے خواب کا تذکرہ فرمایا گیا کہ وہ بالکل صحیح تھا اور اس کی تعبیر جلد ہی سامنے آئے گی۔ اخیر میں صحابہ کرام کی چند عظمتوں کا بیان فرمایا گیا اور ان کی عادتوں اور باتوں کو سراہا گیا اور ان کو باقی مسلمانوں کے لئے دنیا کے ختم ہونے تک نمونہ قرار دیا گیا اور بتلایا گیا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے قدم بقدم چلیں اور وہی عادتیں اور باتیں اختیار کریں جو صحابہؓ نے کی تھیں۔ ایمان والوں کو آپس میں ملاپ محبت اور اخلاص سے رہنے کی تلقین فرمائی گئی اور بشارت سنائی گئی کہ جو لوگ اللہ کو مان کر نیک کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سے اللہ نے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کی خطائیں بخش دی جائیں گی اور ان کو آخرت میں مغفرت اور اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا

تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کردے اور آپ کو سیدھے راستہ

مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾

پر چلائے۔ اور اللہ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو۔

لِيَغْفِرَ تا کہ بخشدے	لَكَ آپ کیلئے	اللّٰهُ اللہ	مَا تَقَدَّمَ جو پہلے گزرے	مِنْ سے	ذَنْۢبِكَ آپ کے ذنب (الزام)	وَمَا تَاَخَّرَ اور جو پیچھے ہوئے
وَ اور	يُتِمَّ وہ مکمل کردے	نِعْمَتَهٗ اپنی نعمت	عَلَيْكَ آپ پر	وَيَهْدِيَكَ اور آپ کی رہنمائی کرے	صِرَاطًا راستہ	مُّسْتَقِيْمًا سیدھا
	وَيَنْصُرَكَ اور آپ کو نصرت دے	اللّٰهُ اللہ	نَصْرًا نصرت	عَزِيْزًا زبردست		

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا تھا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ نے اس صلح حدیبیہ سے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ یعنی اس صلح حدیبیہ سے یہ فائدہ ہوا کہ وہ سبب ہوگئی فتح عظیم یعنی فتح مکہ اور نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کے لئے صلح حدیبیہ بطور جز بنیاد کے تھی اور اس تحمل اور توکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت جو صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں آپ سے ظاہر ہوئی اور جن خصوصی انعامات و احسانات اور اعزاز و اکرام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے نوازا اس کی طرف آگے ان آیات میں اشارہ فرمایا جاتا ہے۔ دنیا کے بھی بادشاہوں کا قاعدہ اور دستور ہے کہ وہ اپنے بہت بڑے فاتح جنرل اور امیر لشکر کو خصوصی انعام و اعزاز سے نوازتے ہیں خداوند قدوس نے بھی اس ''فتح مبین'' کے صلہ میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا جو ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ پہلی چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا گیا وہ غفران ذنوب ہے۔ یعنی اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کی معافی۔ یہاں جیسے پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے یہ سمجھ لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے نبی اور پیغمبر ہونے کے باعث معصوم تھے اور تمام گناہوں سے پاک و مبرا۔ پھر آپ کے حق میں غفران ذنوب یعنی گناہوں سے معافی کی بشارت کے کیا معنی؟ یہ تو مسلم ہے کہ مسئلہ ''عظمت انبیاء'' اسلامی عقائد میں سے ایک بنیادی عقیدہ ہے یعنی ''نبی'' ہر قسم کے عملی اور ارادی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں تو پھر ذنب کا لفظ جس کے لفظی معنی خطا و گناہ کے ہوتے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی قرآن کریم میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے اس کی کیا حقیقت ہے اور یہ لفظ کس معنی میں استعمال ہوا ہے اس کی تشریح ضروری ہے اس لئے پہلے ''عصمت انبیاء'' کا مفہوم مختصر الفاظ میں سمجھ لیجئے تا کہ قرآن کریم کے ایسے مقامات سمجھنے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

عصمت نبی کے معنی

خالق کائنات نے انسان کی تخلیق متضاد قوتوں کے ساتھ فرمائی ہے یعنی اس کو نیک و بد دونوں قسم کی قوتیں عطا کی گئی ہیں۔ اس لئے انسان گناہ بھی کرسکتا ہے اور نیکی بھی۔ وہ ارادہ بد کا بھی حامل ہے اور ارادۂ خیر کا بھی اور یہی اس کے انسانی شرف کا طرۂ امتیاز ہے۔ ان متضاد قوتوں کے حامل جنس انسان میں سے حضرت حق تعالیٰ انسانی رشد و ہدایت اور وصول الی اللہ کے لئے کبھی کبھی کسی ذات کو چن لیتے اور اس کو اپنا رسول نبی اور پیغمبر بنا لیتے اور اس سلسلہ کی آخری کڑی ذات اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو جب کوئی ہستی نبوت کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے چن لی جاتی ہے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عمل اور ارادہ کی زندگی میں ہر قسم کی نافرمانیوں سے منزہ ہو تا کہ پیغام الٰہی کے منصب میں خدا کی صحیح نیابت ادا کر

ہے۔ اس طرح اللہ کے نبی جہاں انسان ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں سوتے ہیں اور اہل وعیال کی زندگی سے بھی وابستہ رہتے ہیں اور خوشی اور غم کے مواقع سے خوش اور غمگین بھی ہوتے رہتے ہیں تاہم وہ ہر قسم کے عملی اور ارادی گناہوں سے پاک بھی ہیں کیونکہ وہ ہر قسم کی نیکی کے لئے ہادی و مرشد اور خدا کے نائب و خلیفہ ہیں اگر چہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح متضاد قوتوں کے حامل ضرور ہیں لیکن عمل اور ارادہ میں ان سے ہر قسم کی بدی کے ظہور کو ناممکن اور محال کر دیا گیا ہے تا کہ ان کا ہر ارادہ اور ہر عمل اور ہر قول۔غرض ہر حرکت وسکون کائنات کے لئے اسوہ نمونہ بن سکے۔البتہ بشریت وانسانیت سے متصف ہونے کی بنا پر سہو۔نسیان اور لغزش کا امکان باقی رہتا اور کبھی کبھی عملی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے جس پر فوراً ہی حق تعالیٰ کی طرف سے متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ایسی لغزش اور بھول چوک کا اطلاق ایسی حقیقت پر ہوتا ہے جہاں نہ عمل میں اور نہ کردار میں تمرد اور سرکشی کا دخل ہو اور نہ قصد وارادہ کے ساتھ حکم کی خلاف ورزی کا اور ساتھ ہی وہ عمل اپنی حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے قبیح بد اور شر بھی نہ ہو بلکہ اپنی ذات میں اباحت اور جواز کا درجہ رکھتا ہو مگر کرنے والے کی ہستی کے شایان شان نہ ہو چونکہ نبی پر حق تعالیٰ کی مستقل حفاظت ونگرانی رہتی ہے اس لئے فوراً ہی ان کو متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ یہ عمل تمہاری جلالت قدر اور عظمت مرتبہ کے شایان شان نہیں ہے۔یہ ہے مختصراً تحقیق عصمت انبیاء کی اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے لفظ ذنب یا اس کا مرادف جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہاں وہی اجتہادی لغزش مراد ہے جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے بارگاہ خداوندی میں کوتاہی سمجھی جائے جس کی کہ ایک مثال وہ ہے جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار ایک نابینا صحابی حضرت ابن مکتوم آئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرداران کفار قریش کو سمجھا رہے تھے اور ان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ ان نابینا صحابی نے بیچ میں آکر ٹوک دیا اور خود پوچھنے لگے۔اس وقت یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار خاطر ہوا جس کا ذکر ۳۰ ویں پارہ کی سورۂ عبس وتولیٰ کی ابتدا میں فرمایا گیا ہے اب ظاہر ہے کہ اگر ایک طرف مسلمان ہو اور ایک طرف ایک کافر تو اس وقت مسلمان کے فرعی سوال کو ملتوی کر کے اس کافر کو اصل دین کی طرف متوجہ کرنا کون نہیں جانتا کہ عبادت ہے اور آپ نے اجتہاد سے اس کو مقدم رکھا مگر آپ کا یہ اجتہاد حق تعالیٰ کو پسند نہ آیا جیسا کہ سورۂ عبس میں حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا اور ناپسندیدگی کی وجہ بھی ظاہر فرما دی کہ وہ اندھے صحابی طالب صادق تھے اور آپ کے فیض توجہ سے ان کا حال سنور جاتا اور ان کا نفس مزکی ہو جاتا اور آپ کی بات ان کے کان میں پڑتی تو وہ اخلاص سے اس کو سوچتے اور سمجھتے اور ان کے کام آتی اور یہ کفار قریش جو اپنے غرور اور شیخی سے حق کی پروا نہیں کرتے اور ان کا تکبر اجازت نہیں دیتا کہ اللہ ورسول کے آگے جھکیں آپ ان کے درپے ہیں کہ یہ کسی طرح مسلمان ہو جائیں۔حالانکہ اللہ کی طرف سے آپ پر کوئی الزام نہیں کہ یہ مغرور اور شیخی باز آپ کی ہدایت سے درست کیوں نہ ہوئے؟ آپ کا فرض دعوت وتبلیغ کا تھا وہ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں آگے ان لاپروا متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچے طالب اور مخلص ایماندار توجہ سے محروم ہونے لگیں غرض کہ ایسے امور میں آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا اور یہاں آیت میں اس بات کی بشارت دی گئی کہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب لغزشیں جو آپ کے مرتبہ اعلیٰ کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔یہ بشارت حق تعالیٰ نے اور کسی بندے کے لئے نہیں فرمائی مگر باوجود اس بشارت کے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس آیت مبارک کے نزول کے بعد حضور اقدسؐ اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو نماز میں کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے اور صحابہ اور اہل بیت کو دیکھ کر رحم آتا تھا صحابہ عرض کرتے یارسول اللہؐ آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا تو آپ ارشاد فرماتے افلا اکون عبداً شکوراً تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اللہ اکبر یوم محشر میں شفاعت کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ جب مخلوق جمع ہو کر حضرت آدمؑ سے لے کر کے بعد دیگرے

حضرت عیسیٰ کے پاس پہنچے گی اور شفاعت کی درخواست کرے گی تو حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کہ مجھ میں اس کام کی ہمت نہیں میری امت نے مجھ کو کبھی تو خدا کا بیٹا قرار دیا اور کبھی عین خدا اور ان اقوال کی تعلیم کو میری طرف منسوب کیا۔ پس میں ان اقوال کی تحقیقات کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں اور تاب شفاعت نہیں رکھتا البتہ تم حضرت محمد مصطفیٰ کے پاس جاؤ کہ آپ محبوب خدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اگلے پچھلے تمام گناہوں کی معافی کی خوشخبری دی ہے۔ وہ خاتم النبیین ہیں اور بجز ان کے یہ شفاعت اور کسی کا کام نہیں تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس کی یہ خصوصیت کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا ہے حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کرام اور تمام مخلوق جو یوم محشر میں جمع ہوگی سب پر ظاہر ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے مقدس و معظم رسول کے طفیل سے ہم گناہ گار امتیوں کی خطاؤں اور گناہوں کو بھی معاف فرما دیں۔ الغرض ان چار چیزوں میں سے جن سے اللہ تعالیٰ نے حضور کو سرفراز فرمایا پہلی چیز یہ تھی کہ اگلی اور پچھلی تمام کوتاہیاں آپ کی معاف فرما دی گئیں۔

دوسرا اعزاز و اکرام یہ بیان فرمایا کہ صرف تقصیرات سے درگزر نہیں کیا گیا بلکہ جو کچھ ظاہری اور باطنی اور جسمانی و روحانی انعامات و احسانات اب تک ہو چکے ہیں ان کی پوری تکمیل اور تتمیم کی جائے گی۔

تیسرا اعزاز و اکرام بیان فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی آپ کو ہدایت اور استقامت کی سیدھی راہ پر اللہ تعالیٰ قائم رکھے گا اور معرفت الٰہی کے غیر محدود مراتب پر فائز فرمائے گا۔ لوگ جوق در جوق آپ کی ہدایت سے اسلام کے سیدھے راستہ پر آئیں گے اور اس طرح آپ کے اجر و حسنات کے ذخیرہ میں بے شمار اضافہ ہوگا۔

چوتھا اعزاز و اکرام جس سے آپ کو نوازا گیا یہ بیان فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ایسی مدد آپ کے لئے آئے گی جسے نہ کوئی روک سکے گا نہ دبا سکے گا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ عنایت فرمائے گا کہ جس میں عزت ہی عزت ہوگی۔ اے اللہ اپنے اس عزت والے رسول کے صدقہ اور طفیل میں آپ کی امت اور آپ کے دین کو بھی عزت مرحمت فرما۔ آمین۔

یہاں ان آیات میں ان نعمتوں کا ذکر تھا جو اس واقعہ صلح حدیبیہ میں حضورؐ کے متعلق تھیں آگے ان نعمتوں کا ذکر ہے جو اس واقعہ میں آپ کے ہمراہی مومنین یعنی صحابہ کرامؓ کے متعلق تھیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو ہم کو سیدنا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اشرف الانبیاء والمرسلین کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

اے اللہ ایسے نبی معظم۔ اور رسول مکرم کی مخالفت اور نافرمانی سے آپ امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچا لیجئے۔ اور اس امت کو پھر بھولا ہوا سبق یاد کر لینے کی توفیق مرحمت فرما دیجئے۔ اور اسلام اور مسلمین کو وہ غلبہ عطا فرما دیجئے کہ جس میں عزت ہی عزت ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ

وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو، اور آسمان وزمین کا سب لشکر

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ﴿٤﴾ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ

اللہ ہی کا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشت میں داخل کرے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُکَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴿٥﴾

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تاکہ ان کے گناہ دور کردے، اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔

هُوَ وہی	اَلَّذِیْ وہ جس	اَنْزَلَ اتاری	السَّکِیْنَةَ سکینہ (تسلی)	فِیْ میں	قُلُوْبِ (جمع) دل	الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں	لِیَزْدَادُوْٓا تاکہ وہ بڑھ جائے	
اِیْمَانًا ایمان	مَّعَ ساتھ	اِیْمَانِهِمْ ان کا ایمان	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	جُنُوْدُ لشکر (جمع)	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَکَانَ اور ہے	
اللّٰهُ اللہ	عَلِیْمًا جاننے والا	حَکِیْمًا حکمت والا	لِیُدْخِلَ تاکہ وہ داخل کرے	الْمُؤْمِنِیْنَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں	جَنّٰتٍ جنت		
تَجْرِیْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا اکے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِیْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِیْهَا ان میں	وَیُکَفِّرَ اور دور کردے گا	عَنْهُمْ ان سے		
سَیِّاٰتِهِمْ ان کی برائیاں	وَکَانَ اور ہے	ذٰلِکَ یہ	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	فَوْزًا عَظِیْمًا بڑی کامیابی				

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس "صلح حدیبیہ" کو ایک شاندار فتح بتایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صلح میں صبر وتحمل سے کام لینے میں بطور اعزاز و اکرام کے چار چیزوں سے نوازا۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ساری اگلی پچھلی خطاؤں اور بھول چوک کی معافی کی بشارت دی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال انعامات آپ پر پورے کر کے رہیں گے۔ تیسرے یہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ سے کبھی ہٹنے نہ دیں گے اور چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی زبردست نصرت و مدد آپ کے شامل حال رہے گی چنانچہ الحمد للہ یہ سب کچھ پورا ہوا۔ اسلام میں بے روک ٹوک لوگوں کے جتھے کے جتھے داخل ہونے لگے۔ تمام جزیرۃ العرب میں اسلام ہر طرف پھیل گیا اور دشمنوں کے دلوں پر اسلام اور مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا اور بڑی بڑی شاندار لڑائیاں آسانی سے فتح ہوتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ سارے جزیرۃ العرب میں کوئی مخالف اسلام سر اٹھانے کے لائق نہ رہا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب گذشتہ آیات انا فتحنالک فتحاً مبیناً سے نصراً عزیزاً تک نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو پڑھ کر سنائیں تو حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور کہا یا رسول اللہؐ یہ تو آپ کے لئے ہوا۔ ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا جو اس واقعہ صلح حدیبیہ میں صحابہ کرام سے متعلق ہیں چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطمینان اور سکینہ اتار کر مومنین کا ایمان بڑھایا۔ یعنی صحابہ کرام باوجود یہ صلح خلاف طبع ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مطمئن ہوگئے اور ضدی کافروں کے ساتھ ضد نہیں کرنے لگے۔ اس کی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا۔ عرفان ویقین میں ترقی ہوئی اول بیعت جہاد کر کے صحابہ کرام نے ثابت کر دیا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے اور اپنی جان کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ ایمان کا ایک رنگ تھا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے جذبات کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح منظور کر لی تو ان کے ایمان کا یہ دوسرا رنگ تھا کہ اپنے پرجوش جذبات کو زور

سے دیا کہ اللہ و رسول کے فیصلہ کے آگے گردن جھکا دیں۔ تو صحابہ کرامؓ پر اس موقع صلح حدیبیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ انعام فرمایا کہ مومنین کے دلوں میں تحمل پیدا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت اختیار کی اور آپ کی اطاعت سے ان کا نور ایمان اور بڑھا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس وقت قتال کا حکم دینا تمہارے لئے مصلحت ہے اور کس موقع پر قتال سے باز رکھنا اور صلح کرنا حکمت ہے۔ تم کو اگر قتال کا حکم ہو تو کبھی کفار کی کثرت کا خیال کر کے پس و پیش نہ کرنا کیونکہ آسمان و زمین کے لشکروں کا مالک اللہ ہی ہے۔ جو تمہاری قلت کے باوجود اپنے غیبی لشکروں سے تمہاری مدد کر سکتا ہے اور اگر صلح کرنے اور قتال سے رکنے کا حکم اللہ دے تو اس کی تعمیل کرو اور یہ خیال نہ کرنا کہ افسوس صلح ہو گئی اور کفار بچ نکلے اور ان کو سزا نہ ملی۔ اگر قتال کا حکم مل جاتا تو ہم ان کافروں کو ہلاک کر ڈالتے تو سمجھ لو کہ ان کا ہلاک ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے دوسرے لشکروں سے کافروں کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ اب یہاں یہ بات تو انہی کی سمجھ میں آ سکتی ہے جن کا ایمان کامل اور یقین صادق قرآن پر ہو۔ اور جن کے نزدیک قرآن میں ان کے مسائل کا حل ہی موجود نہیں وہ اللہ کے غیبی لشکروں کو کیا سمجھیں گے۔

بہرحال یہاں بتلایا گیا کہ زمین اور آسمان کے لشکروں کا مالک جو حکم دے گا تو ضرور اسی میں بہتری اور حکمت ہو گی۔ مومنین کا کام تعمیل حکم ہے۔ آگے اطاعت اور تعمیل حکم کا ثمرہ بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس اطاعت کی بدولت اہل ایمان کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ایسی جنت میں داخل فرمائے اور تاکہ اس اطاعت کی بدولت اہل ایمان کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں جنت میں داخل فرمائے اور تاکہ اس اطاعت کی بدولت ان کے گناہوں کو دور کر دے اور ان کی برائیوں اور کمزوریوں کو معاف فرما دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کی بڑی کامیابی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جن اصحاب نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ان میں سے ایک بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

دیکھئے یہاں بھی آخرت میں گناہوں کی معافی اور جنت میں داخلہ اس کو فوز عظیم یعنی بڑی زبردست کامیابی فرمایا گیا ہے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس جگہ لکھا ہے کہ بعض نقال صوفی یا کوئی مغلوب الحال کہہ دیا کرتے ہیں کہ جنت طلب کرنا تو ناقصوں کا کام ہے لیکن یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کا بڑا کمال یہی ہے کہ آخرت میں خدائے ذوالجلال والاکرام کی ناراضگی کی جگہ یعنی جہنم سے بچ جائے اور اس کی رضا کے مقام یعنی جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے۔ **اللّٰھم انا نسئلک رضاک والجنۃ ونعوذبک من غضبک والنار** آمین

الغرض ان آیات میں مومنین و مومنات کا ذکر خیر فرمایا گیا۔ آگے ان کے مقابل یعنی مشرکین و مشرکات اور منافقین و منافقات کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آخرت کی سرخروئی اور کامیابی ہم سب کو نصیب فرمائیں اور اپنی دائمی و ابدی جنتوں میں ہمارا داخلہ مقدر فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنے احکام کی ظاہری و باطنی اطاعت نصیب فرمایئے اور اس کے ثمرہ میں ہمارے دلوں میں نور ایمان زیادہ سے زیادہ فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ

اور تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو کہ اللہ کے ساتھ بُرے بُرے گمان رکھتے ہیں، اُن پر

دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٦﴾ وَلِلّٰهِ

بُرا وقت پڑنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا، اور ان کو رحمت سے دُور کر دے گا اور اُن کیلئے اُس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٧﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٨﴾

اور آسمان وزمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے، اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا کر کے بھیجا ہے۔

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۚ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٩﴾

تا کہ تم لوگ اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو، اور صبح وشام اس کی تسبیح میں لگے رہو۔

وَيُعَذِّبَ اور وہ عذاب دے گا	الْمُنٰفِقِيْنَ منافق مردوں	وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتوں	وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرک مردوں	وَالْمُشْرِكٰتِ اور مشرک عورتوں		
الظَّآنِّيْنَ گمان کرنیوالے	بِاللّٰهِ اللہ کیساتھ	ظَنَّ السَّوْءِ گمان بُرے	عَلَيْهِمْ ان پر	دَآئِرَةُ دائرہ (گردش)	السَّوْءِ بری	وَغَضِبَ اللّٰهُ اور اللہ نے غضب کیا
عَلَيْهِمْ ان پر	وَلَعَنَهُمْ اور ان پر لعنت کی	وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کیا ان کیلئے	جَهَنَّمَ جہنم	وَسَآءَتْ اور بُرا ہے	مَصِيْرًا ٹھکانا	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے
جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ لشکر (جمع) آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ	عَزِيْزًا غالب	حَكِيْمًا حکمت والا	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بیشک ہم نے آپ کو بھیجا	
شَاهِدًا گواہی دینے والا	وَّمُبَشِّرًا اور خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا	لِّتُؤْمِنُوْا تا کہ تم ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول	
وَتُعَزِّرُوْهُ اور اسکی مدد کرو	وَتُوَقِّرُوْهُ اور اسکی تعظیم کرو	وَتُسَبِّحُوْهُ اور اس (اللہ) کی تسبیح کرو	بُكْرَةً صبح	وَّاَصِيْلًا اور شام		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر صحابہ کرامؓ نے بیعت رضوان کے سلسلہ میں جس بہادری اور جان نثاری کا بے مثال ثبوت دیا اور پھر اپنی مرضی اور جذبات کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر جو سر تسلیم خم کر دیا اس کی مثال صحابہ کرام کے علاوہ تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ پھر اس اطاعت اور فرمانبرداری کا نتیجہ بھی بیان فرما دیا گیا تھا کہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنت کے باغات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے کو جگہ دی جائے گی اور انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی بڑی کامیابی ہے کہ اس کی خطا وقصور معاف فرما کر اس کو اللہ تعالیٰ اپنے رضا کے مقام جنت میں داخل فرمادے گا۔ تو جہاں اس صلح حدیبیہ کے موقعہ پر مومنین کے دلوں میں صلح کی طرف سے اطمینان پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی جڑ مضبوط کر دی اور اسلامی فتوحات وترقیات کا دروازہ کھول دیا اسی طرح یہ صلح حدیبیہ کافروں اور منافقوں پر مصیبت ٹوٹنے اور انجام کار ان کو پوری طرح سزا ملنے کا ذریعہ بن گئی۔ جیسا اس سورۃ کے ابتدائی درس میں بتلایا جاچکا ہے کہ ذیقعدہ ۶ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہمراہی تخمیناً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کے مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ بغرض عمرہ روانہ ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قریش کی طرف سے لڑائی کا خطرہ اور شبہ تھا اس لئے آپؐ نے زیادہ مجمع کے ساتھ جانا مصلحت سمجھا اس لئے آپ نے اطراف مدینہ اہل دیہات میں بھی اس کا اعلان کرا دیا کہ تم کو بھی عمرہ میں چلنا چاہیے مگر جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور درحقیقت منافقین

یہ لوگ ان کے ساتھ مکہ نہیں آئے اور بہانہ بنا کر بیٹھ رہے اور دل میں کہنے لگے کہ مکہ میں قریش کا بڑا مجمع ہوا ہے۔ مڈبھیڑ ضرور ہو کر رہے گی اور یہ مسلمان لڑائی میں تباہ ہوں گے اور ایک بھی زندہ واپس نہ آئے گا۔ کیونکہ وطن سے دور دشمن کا دیس ہوگا ان کے پاس نہ فوج ہے نہ ہتھیار ہم کیوں ان کے ساتھ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں اور ہمراہ جا کر تباہی مول لیں چنانچہ مدینہ سے چلتے وقت بجز ایک شخص جد بن قیس کے کوئی منافق عمرے کے لئے نہ نکلا۔ ادھر مشرکین مکہ نے سوچا کہ مسلمان عمرہ کے نام سے آ رہے ہیں لیکن فریب ودغا سے چاہتے ہیں کہ مکہ معظمہ ہم سے چھین لیں اور مکہ پر قبضہ جمالیں تو یہاں ان دونوں یعنی مشرکین اور منافقین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان دونوں نے اللہ کے ساتھ برا گمان کیا۔ منافقین نے سوچا کہ ان مسلمانوں کی مدد نہ ہوگی اور یہ ہلاکت میں پڑیں گے اور مشرکین نے اللہ کے ماننے والوں کو دغا باز سمجھا ان دونوں گروہوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی شامت ان کو گھیرنے ہی والی ہے۔ یہ مصیبت کے چکر میں پھنس کر رہیں گے۔ یہ کہاں تک احتیاطیں اور پیش بندیاں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہے اور ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو برا ٹھکانہ ہے اور جب خدا سزا دینا چاہے تو کون ہے جو بچا سکتا ہے۔ خدائی لشکر ایک لمحہ میں چاہے تو پیس کر رکھ دے مگر اللہ تعالیٰ زبردست ہونے کے ساتھ حکمت والا بھی ہے حکمت الٰہی مقتضی نہیں کہ فوراً ہاتھوں ہاتھ ان کا استیصال کیا جائے آگے اللہ و رسول کے حقوق کا اور ان حقوق کے بجالانے والوں کی فضیلت اور نہ بجالانے والوں کی مذمت کا بیان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اعمال امت پر قیامت کے دن گواہی دینے والا اور دنیا میں اہل ایمان کے لئے بشارت وخوشخبری دینے والا کہ آخرت میں ایمان وعمل صالح کے عمدہ نتائج ملیں گے اور کفار ومشرکین کو خوف دلانے والا اور ان کو آخرت کی بربادی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے بنی آدم تم اللہ کی اور اس کے رسول کی تصدیق کرو۔ ایمان لاؤ اور اللہ اور اس کے رسول کی عزت وتوقیر کرو۔

علما نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واجب وفرض ہے۔ ذرا بھی کوئی توہین کرے گا وہ فیض رسالت سے محروم رہے گا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ **تعزروہ و توقروہ** یعنی اللہ کے رسول کی مدد کرو اور آپ کی تعظیم کرو۔ تو یہاں آپ کی مدد کرنے سے آپ کے دین کی مدد کرنا مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی مدد آپ کے دین ہی کی مدد ہے پھر آپ کی توقیر وعزت میں آپ کے سنت کی اتباع اور اجراء اور اس کے قیام اور تبلیغ میں اعانت اور جان ومال سے شریک ہونا یہی آپ کی سچی توقیر وعزت ہے۔ قرآن کریم کے اس ایک جملہ **وتعزروہ و توقروہ** اور اس رسول کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اس میں اجمالاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی طرف اشارہ فرمادیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل اور تفسیر میں علما نے بہت کچھ وضاحت اور طویل تقریریں تحریر فرمائی ہیں جس کے بیان کی اس درس میں گنجائش نہیں۔ مختصراً آپ کے سارے حقوق ان تین الفاظ میں آجاتے ہیں۔ آپ کی محبت' آپ کی عظمت اور آپ کا اتباع۔ اگر ان تین میں سے ایک چیز بھی نہ ہوگی تو یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں کوتاہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔

آخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ صبح وشام اللہ کی تسبیح وتقدیس میں لگے رہو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

اب آگے صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں جو واقعہ بیعت رضوان واقع ہوا تھا اس کے متعلق اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۚ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ

جولوگ آپ سے بیعت کررہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کررہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا

عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾

وبال اُسی پر پڑے گا، اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا ہے سو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ بیشک جولوگ	يُبَايِعُونَكَ آپ سے بیعت کررہے ہیں	إِنَّمَا اسکے سوانہیں کہ	يُبَايِعُونَ اللَّهَ وہ اللہ سے بیعت کررہے ہیں	يَدُ اللَّهِ اللہ کا ہاتھ
فَوْقَ أَيْدِيهِمْ انکے ہاتھوں کے اوپر	فَمَن نَّكَثَ پھر جس نے توڑ دیا عہد	فَإِنَّمَا تو اس کے سوانہیں	يَنكُثُ اس نے توڑ دیا	عَلَىٰ نَفْسِهِ اپنی ذات پر
وَمَنْ اور جس	أَوْفَىٰ پورا کیا	بِمَا عَاهَدَ جو اس نے عہد کیا	عَلَيْهُ اللَّهَ اللہ پر سے	فَسَيُؤْتِيهِ تو وہ عنقریب اسے دیگا	أَجْرًا عَظِيمًا اجر عظیم

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کے ابتدائی درس میں یہ بتلایا جاچکا ہے۔ اس سورۃ کا نزول صلح حدیبیہ ۶ھ سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل ہوا تھا۔ اس سورۃ میں جن متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے وہ ابتدائی درس میں مختصراً بیان کئے جاچکے ہیں۔ اس آیت میں بھی ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو تاریخ اسلام میں "بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی سورۃ میں آگے تیسرے رکوع کی ابتدا میں اسی بیعت رضوان کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ جب قریش مکہ کو یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ آرہے ہیں تو قریش نے بہت سا مجمع کرکے اتفاق کرلیا کہ آپ کو مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد ایک صحابی حضرت خراش بن امیہ خزاعیؓ کو ایک اونٹ پر سوار کرکے اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر کردیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں جنگ کے لئے نہیں آئے۔ اہل مکہ نے اسلام دشمنی میں ان کے اونٹ کو ذبح کرڈالا اور ارادہ کیا کہ ان صحابی کو بھی قتل کرڈالیں مگر آپس ہی کے بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر ان کو بچادیا۔ حضرت خراشؓ اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان کیا۔ تب آپ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت عمرؓ کو پیام دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجیں تو حضرت عمرؓ نے معذرت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں اور کس درجہ میرے دشمن ہیں۔ مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچا سکے۔ اگر آپ حضرت عثمان کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آپؐ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ابوسفیان اور روسائے مکہ کو ہمارا پیام پہنچادو کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں۔ ہم تو آنے دو۔ عمرہ کرکے چلے جائیں گے اور یہ بھی فرمایا کہ جو کمزور مسلمان مکہ میں مغلوب اور مظلوم تھے ان کو یہ بشارت سنادو کہ گھبرائیں نہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا۔ حضرت عثمانؓ اپنے ایک عزیز کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچایا اور ضعفاء مسلمین کو بشارت سنائی۔ ابوسفیان وغیرہ نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے دوسرے رفقاء کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ تم اگر تنہا طواف بیت اللہ کرنا چاہو تو کرسکتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ تو میں ہرگز نہیں کرسکتا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر طواف اور عمرہ کو تنہا ادا کرلوں۔ قریش نے جب حضرت عثمانؓ کا یہ اصرار دیکھا تو ان کو واپس جانے سے روک لیا۔ ادھر مسلمانوں میں یہ خبر اس طرح پہنچی کہ حضرت عثمانؓ قتل کردیئے گئے۔ مسلمانوں کے لئے یہ خبر ایک بہت بڑا سانحہ تھا جس سے ہر شخص مضطرب اور بے قابو ہوا جارہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت صدمہ ہوا اور یہ فرمایا کہ جب تک میں ان سے بدلہ نہ لے لوں گا۔ یہاں سے حرکت نہ کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام سے اس بات پر بیعت لی کہ

جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد وقتال کریں گے۔ مر جائیں گے مگر راہ فرار اختیار نہیں کریں گے تمام صحابہ کرام نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور احادیث صحیحہ میں ان حضرات صحابہ کی بڑی فضیلت آئی ہے جو اس بیعت میں شریک تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ حضرت عثمان غنیؓ چونکہ آپ کے حکم سے مکہ گئے ہوئے تھے اور اس بیعت کے وقت حاضر نہ تھے اس لئے ان کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ یہ خصوصی فضیلت حضرت عثمانؓ کو نصیب ہوئی کہ آپ نے اپنے ہی دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کر لی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں سے بیعت لے چکے تو ہر ایک مسلمان کے دل میں ایک والہانہ جوش وخروش پیدا ہو گیا۔ جس کی خبر مکہ میں بھی پہنچی مشرکین مکہ اس سے گھبرائے اور خوف زدہ ہو کر مسلمانوں تک یہ خبر پہنچائی کہ قتل عثمان کی خبر غلط ہے اور ہم ان کو صحیح سلامت آپ کے پاس بھیجتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان صحیح سلامت حدیبیہ واپس تشریف لے آئے۔ چونکہ جہاد کی یہ بیعت بہت ہی نازک اور اہم موقع پر لی گئی اور حضرات صحابہ نے پورے ولولہ اور جذبہ ایثار کے ساتھ اس بیعت کو کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس جانبازی اور فدا کاری کی قدر منزلت فرمائی اور اپنی رضا اور خوشنودی کا پروانہ مرحمت فرما کر ان کے اس کارنامہ کو زندہ جاوید بنا دیا اور اسی حقیقت کے پیش نظر اسلامی تاریخ میں اس کا نام ’’بیعت رضوان‘‘ قرار پایا جس کا ذکر اس آیت میں بھی فرمایا گیا اور آگے تیسرے رکوع کی ابتدا میں بھی فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی تھی تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا خدا سے بیعت کرنا ہے کیونکہ حقیقت میں نبی خدا ہی کی طرف سے بیعت لیتا ہے اور اسی کے احکام کی تعمیل و تاکید بیعت کے ذریعہ سے کراتا ہے جب بیعت نبوی کی یہ حقیقت ہوئی تو یقیناً خدا تعالیٰ کا دست شفقت وحمایت ان کے ہاتھ کے اوپر ہوگا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے کبھی اسلام پر کبھی جہاد پر کبھی کسی دوسرے امر خیر پر بیعت لیتے تھے۔ مشائخ طریقت کی بیعت جن کا سلسلہ حضورؐ سے لے کر آج تک جاری ہے اگر بطریق مشروع ہو تو اس کی اصل بھی یہی بیعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ بیعت کے وقت جو قول وقرار کیا جاتا ہے اگر کوئی اس کو توڑے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ ورسول کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ اسی کو عہد شکنی کی سزا ملے گی اور جس نے استقامت دکھلائی اور اپنے عہد و پیمان کو مضبوطی سے پورا کیا تو اس کا بدلہ بھی بہت پورا حق تعالیٰ کی طرف سے ملے گا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں بیعت کا لفظ چونکہ عام ہے اس لئے جس عہد واجب الایفاء کو توڑے گا سو اس کے لئے یہی وعید ہے جو یہاں آیت میں ظاہر فرمائی گئی یعنی جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اب یہاں ہر کلمہ گو اپنے ذہن میں اس بات کو تازہ کر لے کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر کیا اقرار و عہد کرتا ہے اور اپنے اس عہد کو کہاں تک پورا کرتا ہے۔ ایک کلمہ گو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اس بات کا عہد و اقرار کرتا ہے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو خدائے برحق معبود واحد اور یکتا مالک مانتا ہوں اور صرف اسی کی عبادت و بندگی کروں گا۔ اور بندے کو جس طرح اپنے مولا وآقا کے حکموں پر چلنا چاہئے اسی طرح میں اس کے حکموں پر چلوں گا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں خدا کا برحق رسول تسلیم کرتا ہوں میں ایک امتی کی طرح آپ کی اطاعت و پیروی کروں گا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتا رہوں گا۔ اسی عہد و اقرار کا نام دراصل ایمان ہے اور توحید و رسالت کی شہادت دینے کا بھی یہی مقصد و مطلب ہے لہٰذا ہر کلمہ پڑھنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے کو اس عہد وشہادت کا پابند سمجھے اور اس کی زندگی اسی اصول کے مطابق گزرے اس صورت میں وہ بے شک اللہ کے نزدیک ایک سچا مسلم و مومن ہوگا ورنہ زبان سے کلمہ پڑھنا اور عملاً کلمہ میں کئے ہوئے اقرار کے خلاف اپنا طرز عمل رکھنا یہ عہد و پیمان اور قول وقرار کو توڑنا اور عہد شکنی کرنا ہے جس کی عام وعید یہاں سنائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نقض عہد سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ

جو دیہاتی پیچھے رہ گئے وہ عنقریب آپ سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال وعیال نے فرصت نہ لینے دی سو ہمارے لئے معافی کی دعا مانگئے یہ لوگ

بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا

اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو

أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ

اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے، بلکہ اللہ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے۔ بلکہ تم نے یوں سمجھا کہ رسول

وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ

اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آویں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوئی تھی اور تم نے برے برے گمان کیے، اور تم

قَوْمًا بُورًا ﴿١٢﴾ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ

برباد ہونے والے لوگ ہوگئے۔ اور جو شخص اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لاوے گا سو ہم نے کافروں کیلئے دوزخ تیار کررکھی ہے۔ اور تمام

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٤﴾

آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے، وہ جس کو چاہے بخش دے، اور جس کو چاہے سزا دے، اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے۔

سَيَقُولُ اب کہیں گے	لَكَ آپ سے	الْمُخَلَّفُونَ پیچھے رہ جانے والے	مِنَ سے	الْأَعْرَابِ دیہاتی	شَغَلَتْنَا ہمیں مشغول رکھا	أَمْوَالُنَا ہمارے مالوں	
وَأَهْلُونَا اور ہمارے گھر والے	فَاسْتَغْفِرْ لَنَا اور بخشش مانگئے ہمارے لئے	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	بِأَلْسِنَتِهِمْ اپنی زبانوں سے	مَا لَيْسَ جو نہیں			
فِي قُلُوبِهِمْ انکے دلوں میں	قُلْ فرمادیں	فَمَنْ تو کون	يَمْلِكُ اختیار رکھتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ اللَّهِ اللہ کے سامنے شَيْئًا کس چیز کا		
إِنْ أَرَادَ اگر وہ چاہے	بِكُمْ تمہیں	ضَرًّا کوئی نقصان	أَوْ یا	أَرَادَ بِكُمْ چاہے تمہیں	نَفْعًا کوئی فائدہ	بَلْ بلکہ	كَانَ اللَّهُ ہے اللہ
بِمَا تَعْمَلُونَ اس سے جو تم کرتے ہو	خَبِيرًا خبردار	بَلْ بلکہ	ظَنَنْتُمْ تم نے گمان کیا	أَنْ کہ	لَنْ يَنْقَلِبَ ہرگز واپس نہ لوٹیں گے	الرَّسُولُ رسول	
وَالْمُؤْمِنُونَ اور مومن (جمع)	إِلَىٰ طرف	أَهْلِيهِمْ اپنے اہل خانہ	أَبَدًا کبھی	وَزُيِّنَ اور بھلی لگی	ذَٰلِكَ یہ	فِي قُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں میں۔ کو	
وَظَنَنْتُمْ اور تم نے گمان کیا	ظَنَّ السَّوْءِ برا گمان	وَكُنْتُمْ اور تم تھے۔ ہوگئے	قَوْمًا بُورًا ہلاک ہونے والی قوم	وَمَنْ اور جو	لَمْ يُؤْمِنْ ایمان نہیں لاتا		
بِاللَّهِ اللہ پر	وَرَسُولِهِ اور اسکا رسول	فَإِنَّا أَعْتَدْنَا تو بیشک ہم نے تیار کی	لِلْكَافِرِينَ کافروں کیلئے	سَعِيرًا دہکتی آگ	وَلِلَّهِ اور اللہ کیلئے		
مُلْكُ السَّمَاوَاتِ آسمانوں کی بادشاہت	وَالْأَرْضِ اور زمین	يَغْفِرُ وہ بخش دے	لِمَنْ يَشَاءُ جس کو وہ چاہے	وَيُعَذِّبُ اور عذاب دے			
مَنْ يَشَاءُ جس کو وہ چاہے	وَكَانَ اور ہے	اللَّهُ اللہ	غَفُورًا بخشنے والا	رَحِيمًا مہربان			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے جس جانبازی کے جذبے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جہاد وقتال کے لئے بیعت کی اس کی تعریف فرمائی گئی تھی اس کے بعد اب ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جو مدینہ کے قرب وجوار میں

رہنے والے بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے تھے مگر دل سے ایمان نہ لائے تھے۔ ۶ ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے عمرہ کے لئے روانہ ہونے کا قصد فرمایا تو اس وقت آپ نے اپنی روانگی کا عام اعلان کر دیا اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کی ترغیب دی شاید قرائن سے آپ کو بھی قریش کے ساتھ لڑائی کا احتمال ہوا ہو اس پر مدینہ کے قرب و جوار کے دیہاتی جنہوں نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ جان چرا کر بیٹھے رہے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ مسلمان اس سفر سے واپس آنے والے نہیں سب وہیں ختم ہو ویں گے۔ انہیں منافقین کا راز ان آیات میں اور اگلی آیات میں فاش کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل راستہ میں بذریعہ وحی بتلا دیا جاتا ہے کہ آپ کے مدینہ صحیح وسالم پہنچ جانے پر وہ لوگ اپنی غیر حاضری کے جھوٹے عذر اور حیلے بہانے کرتے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے کہ کیا ہم کو گھر بار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی۔ کوئی ہمارے پیچھے اہل وعیال کی خبر لینے والا نہ تھا بہر حال ہم سے کوتاہی ضرور ہوئی۔ اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کرا دیجئے۔ اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دل میں یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ عذر بالکل غلط ہے۔ اور استغفار کی درخواست کرنا بھی محض ظاہر داری کے لئے ہے۔ سچے دل سے نہیں وہ دل میں نہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور نہ آپ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان سے جو عذر و معذرت کرنے آئیں اس طرح کہہ دیجئے کہ ہر طرح کا نفع ونقصان اللہ کے قبضہ میں ہے جس کی مشیت و ارادہ کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ تم جو کہتے ہو کہ اپنے مال اور گھر والوں کی حفاظت کی وجہ سے سفر میں نہ جا سکے تو خدا اگر تمہارے مال و اولاد وغیرہ میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا تم گھر میں رہ کر اسے روک دو گے یا فرض کرو اللہ تم کو کچھ فائدہ مال و عیال میں پہنچانا چاہے اور تم سفر میں ہو تو کیا کوئی اسے روک سکتا ہے۔ جب نفع ونقصان کو کوئی روک نہیں سکتا تو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے مقابلے میں ان چیزوں کی پروا کرنا محض حماقت و ضلالت ہے ان حیلوں بہانوں سے مت سمجھو کہ ہم اللہ کو خوش کر لیں گے بلکہ یاد رکھو اللہ تمہارے سب کھلے چھپے اعمال اور احوال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ واقع میں تمہارے نہ جانے کا سبب یہ نہیں کہ جو تم بیان کر رہے ہو بلکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان اس سفر سے بچ کر واپس نہ آئیں گے یہی تمہاری آرزو تھی اور یہ غلط اٹکل اور تخمینہ تمہارے دلوں میں خوب جم گیا تھا۔ اس لئے اپنی حفاظت اور نفع کی صورت تم نے علیحدہ رہنے میں سمجھی حالانکہ یہ صورت تمہارے خسران اور تباہی کی تھی اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نہ بخشنا چاہے اس کی بخشش کیسے ممکن ہے ہاں اس کی مہربانی ہو تو تم کو توبہ کی توفیق مل جائے اور بخشش ہو جائے اس کی رحمت بہت بڑی ہے اور وہ معافی چاہنے والے کے لئے غفور الرحیم بھی ہے۔

بعض تفاسیر میں ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد ان میں سے کچھ تائب و مخلص ہو گئے تھے اور بعض پھر بھی در پردہ منافقین رہے۔ ابھی انہی منافقین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو حقیقی اور سچا و پکا ایمان و اسلام نصیب فرمائیں اور شکوک و شبہات سے ہمارے دلوں کو پاک رکھیں ہم کو ہر حال میں اپنی ذات پاک سے نیک گمان رکھنے اور برے گمان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اسلام اور ایمان کی پکار پر ہمہ وقت لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمایئے اور دین کی خدمت میں جان چرانے کی منافقانہ خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے۔

یا اللہ اپنی رحمت سے ہمارے تمام ظاہری و باطنی گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور اپنی شان غفور الرحیمی سے ہماری ہر چھوٹی بڑی ظاہری و باطنی تقصیر و کوتاہی سے درگزر فرمایئے۔ اعدائے دین اسلام جو دن رات اپنی تدبیروں سے اہل اسلام کی بدحالی دیکھنا چاہتے ہیں۔

یا اللہ ان اعدائے دین کو تباہ و برباد فرمایئے اور ان کی چالوں کو ملیامیٹ فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا

جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں، وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں

كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ

آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، خداتعالیٰ نے پہلے سے یوں ہی فرمادیا ہے، تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو،

بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ

بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں۔ آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف

أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن

بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع ہو جائیں، سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض دے گا، اور اگر تم

تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى

روگردانی کرو گے جیسا اس کے قبل روگردانی کر چکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے

الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن

اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے، اور جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مانے گا اُس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جو شخص روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

سَيَقُولُ عنقریب کہیں گے	الْمُخَلَّفُونَ پیچھے بیٹھ رہنے والے	إِذَا جب	انطَلَقْتُمْ تم چلو گے	إِلَىٰ مَغَانِمَ غنیمتوں کی طرف	لِتَأْخُذُوهَا کہ تم انہیں لے لو		
ذَرُونَا ہمیں چھوڑ دو (اجازت دو)	نَتَّبِعْكُمْ ہم تمہارے پیچھے چلیں	يُرِيدُونَ وہ چاہتے ہیں	أَن يُبَدِّلُوا کہ وہ بدل ڈالیں	كَلَامَ اللَّهِ اللہ کا فرمان			
قُلْ فرمادیں	لَن تَتَّبِعُونَا تم ہرگز ہمارے پیچھے نہ آؤ	كَذَٰلِكُمْ اسی طرح	قَالَ اللَّهُ کہا اللہ نے	مِن قَبْلُ اس سے قبل	فَسَيَقُولُونَ پھر اب وہ کہیں گے		
بَلْ بلکہ	تَحْسُدُونَنَا تم حسد کرتے ہو ہم سے	بَلْ بلکہ۔ جبکہ	كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ وہ سمجھتے نہیں ہیں	إِلَّا قَلِيلًا مگر تھوڑا	قُلْ فرمادیں		
لِلْمُخَلَّفِينَ پیچھے بیٹھ رہنے والوں کو	مِنَ سے	الْأَعْرَابِ دیہاتیوں	سَتُدْعَوْنَ عنقریب تم بلائے جاؤ گے	إِلَىٰ قَوْمٍ اک قوم کی طرف			
أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ سخت لڑنے والی (جنگجو)	تُقَاتِلُونَهُمْ تم ان سے لڑتے رہو	أَوْ يُسْلِمُونَ یا وہ اسلام قبول کرلیں	فَإِن اگر	تُطِيعُوا تم اطاعت کرو گے			
يُؤْتِكُمُ تمہیں دے گا	اللَّهُ اللہ	أَجْرًا اجر	حَسَنًا اچھا	وَإِن اور اگر	تَتَوَلَّوْا تم پھر گئے	كَمَا تَوَلَّيْتُم جیسے تم پھر گئے تھے	مِن قَبْلُ اس سے قبل
يُعَذِّبْكُمْ وہ تمہیں عذاب دیگا	عَذَابًا عذاب	أَلِيمًا دردناک	لَيْسَ نہیں	عَلَى الْأَعْمَىٰ اندھے پر	حَرَجٌ کوئی تنگی گناہ	وَلَا اور نہیں	
عَلَى الْأَعْرَجِ لنگڑے پر	حَرَجٌ کوئی گناہ	وَلَا اور نہ	عَلَى الْمَرِيضِ مریض پر	حَرَجٌ کوئی گناہ	وَمَن اور جو	يُطِعِ اللَّهَ اطاعت کریگا اللہ کی	

5

وَرَسُوْلَهٗ اور اسکے رسول کی	يُدْخِلْهُ وہ داخل کریگا اسے	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	وَمَنْ اور جو	
يَتَوَلَّ پھر جائے گا	يُعَذِّبْهُ وہ عذاب دے گا اسے	عَذَابًا اَلِيْمًا عذاب دردناک					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ان منافقین کا ذکر ہوا تھا جو مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ کے لئے مکہ نہ گئے تھے اور جان چرا کر پیچھے بیٹھ رہے تھے۔ اس خیال سے کہ مسلمان مکہ میں مشرکین مکہ کے ہاتھوں مار کھائیں گے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ ہی میں یہ سورۃ نازل ہوئی تھی جس میں منافقین کا راز فاش کیا گیا تھا کہ یہ واپسی پر جھوٹے حیلہ بہانہ اور عذر پیش کریں گے۔ اب آگے ان آیات میں انہی منافقین کا ایک دوسرا راز فاش کیا جاتا ہے۔ حدیبیہ سے واپس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر پر چڑھائی کرنے کا حکم ہوا جہاں غدار یہود آباد تھے اور جو معاہدہ کے خلاف جو انہوں نے مسلمانوں سے کر رکھا تھا بدعہدی کر کے جنگ احزاب میں کافر قوموں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے جس کا تفصیلی تذکرہ سورۂ احزاب ۲۱ ویں پارہ میں ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی ہے کہ وہ منافقین جو حدیبیہ نہیں گئے اب خیبر کے معرکہ میں آپ کے ساتھ چلنے کو کہیں گے کیونکہ وہاں خطرہ کم اور غنیمت کی امید زیادہ ہے تو آپ ان سے فرما دیں کہ تمہاری استدعا سے پیشتر اللہ تعالیٰ ہم کو بتلا چکا ہے کہ تم اس سفر میں ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے۔ اس صورت میں کیا تم ہمارے ساتھ جا سکتے ہو اگر جاؤ گے تو یہ معنی ہوں گے کہ گویا اللہ کا کہا بدل دیا گیا جو کسی طرح ممکن نہیں۔ آگے حق تعالیٰ نے بتلایا کہ جب آپ ان سے یہ کہیں گے جو اوپر ذکر ہوا تو یہ کہیں گے کہ اللہ نے تو کچھ بھی نہیں فرمایا۔ محض یہ چاہتے ہو کہ ہمارا فائدہ نہ ہو۔ سب مال غنیمت بلا شرکت غیرے تمہارے ہی ہاتھ آ جائے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں بہت تھوڑی سمجھ ہے۔ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے زہد وقناعت کا کیا حال ہے؟ کیا وہ مال کے حریص ہیں جو تم پر حسد کریں گے اور کیا پیغمبر از راہ حسد خدا پر جھوٹ بول دیں گے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ ان منافقین سے کہہ دیں کہ اگر تم لڑنے کے ایسے ہی شوقین ہو تو ذرا صبر کرو اس لڑائی یعنی جنگ خیبر میں تو تم جا نہیں سکتے لیکن آگے بہت معرکے پیش آنے ہیں۔ بڑی جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلہ ہوں گے جن کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ وغیرہ دے کر اسلام کی مطیع ہو جائیں۔ اگر واقعی تم کو شوق جہاد ہے تو اس وقت میدان میں آ کر داد شجاعت دینا اس موقع پر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ بہترین بدلہ دے گا۔ اور اگر جیسے پہلے حدیبیہ جانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے اگر آئندہ ان معرکوں سے پیچھے ہٹے تو اللہ تعالیٰ سخت دردناک سزا دے گا اور وہ سزا شاید آخرت سے پہلے دنیا ہی میں مل جائے۔ آگے ارشاد ہے کہ جہاد معذور لوگوں پر فرض نہیں یعنی اندھے لنگڑے اور بیماروں پر اس میں شامل ہونا فرض نہیں وہ جتنا کر سکتے ہیں کر سکیں۔ ان پر کوئی تنگی نہیں اس کے بعد عام ضابطہ اور قاعدہ تمام لوگوں کے لئے بیان کیا جاتا ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر کام جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری اختیار کرے گا اسے اللہ تعالیٰ بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جن میں ہر طرف نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو اللہ کی طرف سے منہ پھیر لے گا اسے ایسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جس میں دکھ ہی دکھ ہے۔

اب منافقین کا ذکر کرنے کے بعد پھر ان اہل ایمان کا جنہوں نے برضا ورغبت حدیبیہ میں مشرکین سے جنگ کرنے پر بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر کی تھی ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ

بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا پس اللہ تعالیٰ

السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگے ہاتھ فتح دے دی۔ اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ تحقیق راضی ہوا	اللّٰهُ اللہ	عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں سے	اِذْ جب	يُبَايِعُوْنَكَ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے	تَحْتَ نیچے	الشَّجَرَةِ درخت
فَعَلِمَ سو اس نے معلوم کر لیا	مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ جو انکے دلوں میں	فَاَنْزَلَ تو اس نے اتاری	السَّكِيْنَةَ سکینہ (تسلی)	عَلَيْهِمْ ان پر		
وَاَثَابَهُمْ اور بدلہ میں دی انہیں	فَتْحًا قَرِيْبًا ایک فتح قریب	وَّمَغَانِمَ اور غنیمتیں	كَثِيْرَةً بہت سی	يَّاْخُذُوْنَهَا انہوں نے وہ حاصل کیں		
وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ	عَزِيْزًا غالب	حَكِيْمًا حکمت والا				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کو مکہ معظمہ میں عمرہ کے لئے داخل ہونے سے روکا تو آپ نے حدیبیہ میں قیام کر کے مکہ والوں کے پاس حضرت عثمانؓ کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں فقط عمرہ کر کے واپس ہو جائیں گے۔ مکہ والوں نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا اور افواہ اڑ گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہ خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام سے عہد لیا کہ اگر لڑائی ہو گئی تو دل و جان سے جنگ کریں گے اور راہ فرار کبھی اختیار نہ کریں گے۔ اسی کو اسلامی تاریخ میں "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے اور اس کو بیعت رضوان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بیعت کرنے والے صحابہ کرامؓ سے اپنی رضا مندی ظاہر فرمائی۔ اور احادیث صحیحہ میں بھی اس بیعت میں شریک ہونے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ امام احمدؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے یہ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا اور بھی احادیث میں ان کے جنتی ہونے کا وعدہ ہوا ہے اور اصحاب بدر کے بعد ان ہی حضرات کا درجہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

یہاں اس موقع پر مفسر حضرت علامہ عبدالحق صاحب حقانی دہلویؒ نے اپنی تفسیر حقانی میں لکھا ہے کہ یہ بات باتفاق مورخین ثابت ہے کہ اس بیعت رضوان میں خلفائے اربعہ شریک تھے اور حضرت عثمانؓ اگرچہ موقع پر موجود نہ تھے مگر ان کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی۔ محدثین نے صحیح سند سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ عثمان اللہ اور رسول کے کام میں ہے ان کی طرف سے آپ نے اپنا ایک ہاتھ رکھ کر اس پر دوسرا ہاتھ رکھا اور بیعت کی اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا تو خلفائے اربعہ کے قطعی جنتی ہونے میں اور اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور یہ حضرات مومن مخلص تھے کوئی شک نہیں رہا۔ ان حضرات کے لئے یہ دستاویز آسمانی اور تمسک قرآنی یعنی آیت لقد رضی اللہ عن المؤمنین کافی ہے۔ حضرت علامہ شیخ آگے لکھتے ہیں کہ ہم افسوس کرتے ہیں ان لوگوں پر (مراد اس سے اہل شیعہ ہیں) جو رطب و یابس روایات سے جن میں محض تعصب و طرفداری ہے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن بتا کر نامناسب الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان حضرات کی شان میں بدگوئی کرتے ہیں اور پھر اس بدگوئی اور بدزبانی کو محبت اہل بیت قرار دے کر اس کو نجات کا باعث کہتے ہیں تو ان حضرات کے محامد تو قرآن سے ثابت ہوں اور برائیاں ایرے غیرے متعصب راویوں کے بیان سے ثابت کر کے اس آسمانی تمسک کو چاک کیا جائے تو جس کو ذرا بھی عقل سلیم ہوگی وہ اس بات کو کبھی جائز اور روا نہ رکھے گا۔ یہ مضمون بیچ میں اضطراراً آ گیا تھا۔

الغرض ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے جو آپ کے ہم سفر ہیں خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت کر رہے تھے اور اس وقت ان کے دلوں میں جو عزم و توکل حسن نیت صدق و اخلاص اور حب اسلام وغیرہ تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کے دلوں میں ایسا اطمینان پیدا کر دیا جس سے ان کو خدا کا حکم ماننے میں ذرا پس و پیش نہ ہوا اور اس کے ساتھ ان کو ایک فتح دی جس سے مراد فتح خیبر ہے جو حدیبیہ سے واپس آتے ہی مسلمانوں کو نصیب ہوئی اور جس میں مسلمانوں کو بہت کثرت سے مال غنیمت ہاتھ لگا۔ خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام کا نام ہے۔ یہ یہودیوں کی خالص آبادی کا قصبہ تھا اور آبادی کے گرداگرد مستحکم قلعے بنائے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر حدیبیہ سے مدینہ پہنچے ہوئے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے کہ سننے میں آیا کہ خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اور جنگ احزاب کی ناکامی کا بدلہ لینے اور اپنی کھوئی ہوئی جنگی عزت وقوت کو ملک بھر میں بحال کرنے کے لئے ایک خونخوار جنگ کی تیاری کر چکے ہیں۔ مسلمان محاصرہ کی سختی کو جو ایک سال پہلے انہیں جنگ احزاب میں اٹھانی پڑی تھی ہنوز نہیں بھولے تھے۔ اس لئے سب مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ اس حملہ آور دشمن کو آگے بڑھ کر لینا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں صرف انہی صحابہ کرام کو ہمرکاب چلنے کی اجازت دی جو ان آیات لقد رضی اللہ عن المؤمنین کی بشارت سے ممتاز تھے اور جن کو واثابھم فتحاً قریباً و مغانم کثیرۃً کا مژدہ مل چکا تھا۔ قصبہ خیبر کے قلعے جو آبادی کے گرداگرد واقع تھے شمار میں دس تھے جن کے اندر دس ہزار جنگی مرد رہتے تھے۔

قتل و قتال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور یہود کے تمام قلعے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے اس جہاد میں ۱۵ صحابہ کرام شہید ہوئے اس جہاد میں حضرت علیؓ نے نمایاں حصہ لیا اور باب خیبر کو ہاتھ سے تنہا اکھاڑ دیا حالانکہ ۷۰ آدمی اس کے ہلانے سے عاجز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس دروازہ کو آپ نے بجائے ڈھال کے استعمال کیا۔ فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند روز خیبر میں ٹھہرے اگرچہ یہود کے ساتھ بعد فتح پوری مراعات برتی گئی تھیں اور ان کو ہر طرح امن وامان بخشا گیا تھا مگر پھر بھی ان کی فطری بدنیتی نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایک یہودی عورت نے آپ کی اور آپ کے ساتھ کچھ ہمراہیوں کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ نے لقمہ منہ میں رکھ کر کھانے سے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ اس کھانے میں زہر ملایا گیا ہے لیکن ایک صحابی نے کچھ کھانا کھا لیا۔ آپ نے اس یہودی عورت کو بلا کر پوچھا تو اس نے جرم کا اقرار کیا اس پر بھی آپ نے اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیا اور اس کو چھوڑ دیا لیکن جب ان صحابی نے اس زہریلے کھانے سے وفات پائی تو قصاص میں یہ یہودن قتل کی گئی۔

الغرض فتح خیبر سے جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد فوراً مل گئی مال غنیمت بہت ہاتھ آیا جس سے صحابہ آسودہ حال ہو گئے۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے زور اور حکمت سے حدیبیہ کی کسر یہاں نکال دی۔ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور تمام مصلحتوں سے واقف ہے۔

یہاں فتح خیبر کی بشارت اور اس فتح خیبر میں مسلمانوں کو کثرت سے مال غنیمت ملنے کی پیشگوئی فرما کر آگے بتلایا جاتا ہے کہ کچھ اسی فتح خیبر پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی اور بھی بہت سی فتوحات اور بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جو تم کو ملیں گی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ان صحابہ کرام کے طفیل میں جن کو اللہ تعالیٰ کی ان آیات میں رضامندی کی بشارت سنائی گئی اور جنہیں مژدہ فتح سنایا گیا اور جن کے ہم بھی نام لیوا ہیں یا اللہ ہمیں بھی اپنی رضا کی دولت سے نواز دیجئے اور ہر حال میں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو سر دست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تاکہ یہ (واقعہ)

اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا

اہل ایمان کیلئے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے۔ اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے،

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا

يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ

اور نہ مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے (کفار کیلئے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے۔ اور آپ خدا کے دستور میں

اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ

ردوبدل نہ پاویں گے۔ اور وہ ایسا ہے کہ اُس نے اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے عین مکہ میں روک دیئے بعد اس کے

اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔

وَعَدَكُمْ وعدہ کیا تم سے	اللّٰهُ اللہ	مَغَانِمَ غنیمتیں	كَثِيْرَةً کثرت سے	تَاْخُذُوْنَهَا تم لوگے انہیں	فَعَجَّلَ تو جلد دیدی اس نے	لَكُمْ تمہیں		
هٰذِهٖ یہ	وَكَفَّ اور روک دیے	اَيْدِيَ ہاتھ	النَّاسِ لوگ	عَنْكُمْ تم سے	وَلِتَكُوْنَ اور تاکہ ہو	اٰيَةً ایک نشانی	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	
وَيَهْدِيَكُمْ اور وہ ہدایت دے تمہیں	صِرَاطًا ایک راستہ	مُّسْتَقِيْمًا سیدھا	وَّاُخْرٰى اور ایک اور (فتح)	لَمْ تَقْدِرُوْا تم نے قابو نہیں پایا	عَلَيْهَا اس پر			
قَدْ اَحَاطَ گھیر رکھا ہے	اللّٰهُ اللہ	بِهَا اس کو	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرًا قدرت رکھنے والا	وَلَوْ اور اگر
قَاتَلَكُمْ تم سے لڑتے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	لَوَلَّوُا البتہ وہ پھرتے	الْاَدْبَارَ پیٹھ (جمع)	ثُمَّ پھر	لَا يَجِدُوْنَ وہ نہ پاتے			
وَلِيًّا کوئی دوست	وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار	سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ کا دستور	الَّتِيْ وہ جو	قَدْ خَلَتْ گزر چکا	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل			
وَلَنْ تَجِدَ اور تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّةِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں	تَبْدِيْلًا کوئی تبدیلی	وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ كَفَّ جس نے روکا	اَيْدِيَهُمْ ان کے ہاتھ			
عَنْكُمْ تم سے	وَاَيْدِيَكُمْ اور تمہارے ہاتھ	عَنْهُمْ ان سے	بِبَطْنِ مَكَّةَ درمیان (وادی) مکہ میں	مِنْ بَعْدِ اس کے بعد				
اَنْ اَظْفَرَكُمْ کہ فتح مند کیا تمہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ تم جو کچھ کرتے ہو اسے	بَصِيْرًا دیکھنے والا			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرامؓ کو اپنی رضامندی کی بشارت سے ممتاز فرمایا تھا جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت فرمائی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت کی تھی۔ ساتھ ہی اس بشارت کے یہ مژدہ بھی سنایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو فتح خیبر نصیب فرمائیں گے جس میں کثرت سے مال غنیمت ہاتھ لگے گا۔ اسی سلسلہ میں

آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کچھ اسی فتح خیبر پر بس نہیں۔ آگے چل کر اور بھی بہت سی فتوحات اور بے شمار غنیمتیں ملنے والی ہیں۔ سردست اللہ تعالیٰ نے یہ فتح خیبر دے دی ہے پھر اس کا یہ احسان بھی ہے کہ کفار کے بدارادوں کو اس نے پورا نہ ہونے دیا۔ نہ مکے کے کافروں کے اور نہ ان منافقین کے جو پیچھے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ مسلمانوں کی غیر حاضری میں ان کے اہل وعیال پر ان کو دراز دستی کی ہمت نہ ہوئی۔ نیز اس احسان سے یہ بھی مقصود تھا کہ مسلمان عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ اصل حافظ و ناصر اللہ ہی ہے اور سمجھ لیں کہ اللہ کی قدرت کیسی ہے اور یہ کہ اسی طرح آئندہ کے وعدے بھی پورے ہو کر رہیں گے اور یہ بھی یقین کر لیں کہ ہر کام کے انجام کا علم اللہ ہی کو ہے۔ بندوں کے حق میں بہتری یہی ہے کہ وہ اس کے فرمان پر عامل رہیں اور اسی میں اپنی خیر سمجھیں گو وہ فرمان بظاہر خلاف طبع ہی ہو۔ بہت ممکن ہے کہ تم جسے ناپسند رکھتے ہو وہی تمہارے حق میں بہتر ہو۔ پھر اس احسان سے مسلمانوں کو اللہ کے وعدوں پر وثوق اور اس کی لامحدود قدرت پر بھروسہ ہوگا جس سے اور زیادہ طاعت اور فرمانبرداری کی ترغیب ہوگی اور یہی سیدھی راہ ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس بیعت رضوان کے صلہ میں فی الحال فتح خیبر دی اور ایک فتح اور بھی موعود ہے جو اس وقت تک تمہارے قابو میں نہیں آئی۔ مراد اس سے فتح مکہ ہے جو اب تک واقع نہ ہوئی تھی مگر سمجھ لو کہ وہ بھی گویا مل ہی چکی ہے کیونکہ اللہ نے اس کا وعدہ کر لیا۔ جب چاہے گا تم کو عطا فرما دے گا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے دو سال بعد جب مصلحت ہوئی تو مکہ بھی فتح ہو گیا۔ آگے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ اگر تم سے یہ صلح اس وقت نہ ہوتی بلکہ یہ کافر تم سے لڑتے تو تم ہی غالب رہتے اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ اور کوئی مدد کر کے ان کو آفت وشکست سے نہ بچا سکتا۔ مگر اللہ کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ فی الحال صلح ہو جائے اور اس کی عظیم الشان برکات سے مسلمان مستفید ہوں اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے یہی دستور کر رکھا ہے کہ جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب ومقہور کئے جاتے ہیں۔ یہی عادت اللہ کی ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ جس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں۔ ہاں شرط یہ ہے کہ اہل حق بحیثیت مجموعی پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں آگے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ مشرکین کی کچھ ٹولیاں ''حدیبیہ'' پہنچی تھیں کہ موقع پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں یا اکیلے دکیلے مسلمانوں کو ستائیں چنانچہ انہوں نے کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کی بلکہ ایک مسلمان کو قتل بھی کر ڈالا اور اشتعال انگیز کلمات بکتے پھرے آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو زندہ گرفتار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا۔ آپ نے ان کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا انہی واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو بھی نہ بھولو کہ جس نے مشرکوں کے ہاتھ مسلمانوں تک نہ پہنچنے دیئے اور مسلمانوں کے ہاتھ بھی کفار کے قتل و قتال سے عین مکہ کے قریب میں یعنی حدیبیہ میں روک دیئے اور تم میں اور ان میں صلح کرا دی جو دراصل تمہارے حق میں سراسر بہتری تھی کیا دنیا کے اعتبار سے کیا آخرت کے اعتبار سے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی شرارتیں اور تمہارا عفو و تحمل سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

ابھی آگے مزید وہ مصلحتیں اور حکمتیں بیان فرمائی جاتی ہیں کہ جن کی بنا پر صلح حدیبیہ عمل میں لائی گئی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور حضرات صحابہ کرام کے نام لیوا جہاں جہاں مخالفین اسلام اور کفار ومشرکین سے مقابلہ ومقاتلہ میں لگے ہوئے ہیں یا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طفیل سے اہل ایمان کو نصرت وغلبہ عطا فرما اور مخالفین کے دلوں میں اہل ایمان کا رعب ڈال دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ

یہ وہی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو جو رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع میں پہنچنے سے روکا،

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ

اور اگر (مکہ میں) بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی یعنی اُن کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی

مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بے خبری سے ضرر پہنچتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا، لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے، اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے

مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ

ہم ان کو درد ناک سزا دیتے۔ جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی، اور عار بھی جاہلیت کی سو اللہ تعالیٰ نے

اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا

اپنے رسول اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں

وَاَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾

اور وہ اس کے اہل ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

هُمْ وہ۔یہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا	وَصَدُّوْكُمْ اور تمہیں روکا	عَنِ سے	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام	وَالْهَدْيَ اور قربانی کے جانور		
مَعْكُوْفًا رکے ہوئے	اَنْ يَّبْلُغَ کہ وہ پہنچے	مَحِلَّهٗ اپنا مقام	وَلَوْلَا اور اگر نہ	رِجَالٌ کچھ مرد	مُّؤْمِنُوْنَ مومن	وَنِسَآءٌ اور عورتیں	مُّؤْمِنٰتٌ مومن
لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ تم نہیں جانتے انہیں	اَنْ کہ	تَطَئُوْهُمْ تم انکو پامال کردیتے	فَتُصِيْبَكُمْ پس تمہیں پہنچ جاتا	مِّنْهُمْ ان سے			
مَّعَرَّةٌ صدمہ۔نقصان	بِغَيْرِ عِلْمٍ نادانستہ	لِيُدْخِلَ تاکہ داخل کرے	اللّٰهُ اللہ	فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہے		
لَوْ تَزَيَّلُوْا اگر وہ جدا ہوجاتے	لَعَذَّبْنَا البتہ ہم عذاب دیتے	الَّذِيْنَ ان لوگوں کو	كَفَرُوْا جو کافر ہوئے	مِنْهُمْ ان میں سے	عَذَابًا عذاب		
اَلِيْمًا درد ناک	اِذْ جَعَلَ جب کی	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر (کافر)	فِيْ قُلُوْبِهِمْ اپنے دلوں میں	الْحَمِيَّةَ ضد	حَمِيَّةَ ضد		
الْجَاهِلِيَّةِ زمانہ جاہلیت	فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تو اللہ نے اتاری	سَكِيْنَتَهٗ اپنی تسلی	عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول پر	وَ اور	عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر		
وَاَلْزَمَهُمْ اور ان پر لازم فرمادیا	كَلِمَةَ التَّقْوٰى تقویٰ کے بات	وَكَانُوْا اور وہ تھے	اَحَقَّ بِهَا زیادہ حقدار اس کے	وَاَهْلَهَا اور اس کے اہل			
وَكَانَ اور وہ تھے	اللّٰهُ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيْمًا جاننے والا				

تفسیر وتشریح: صلح حدیبیہ کے متعلق یہ گذشتہ آیات میں ذکر ہو چکا ہے کہ اس کی شرائط حسب ذیل تھیں جن پر اہل اسلام اور کفار قریش میں عہد نامہ لکھا گیا تھا: (۱) دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔ (۲) قریش میں کا جو شخص بغیر اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے مدینہ جائے گا وہ واپس کیا جائے گا اگر چہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔ (۳) اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آجائے تو اس کو واپس نہ دیا جائے گا۔

(۴) اس درمیان میں کوئی ایک دوسرے پر تلوار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔

(۵) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امسال بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس ہو جائیں مکہ میں داخل نہ ہوں۔ سال آئندہ صرف تین دن مکہ میں رہیں اور عمرہ کر کے واپس ہو جائیں سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہوں اور تلواریں بھی نیام یا غلاف میں ہوں۔

(۶) قربانی کے جانور جہاں ہیں وہیں ذبح کئے جائیں۔ مکہ لے جانے کی اجازت نہیں۔

یہ تمام شرائط اگرچہ مسلمانوں کے خلاف تھیں اور یہ صلح بظاہر مغلوبانہ صلح تھی اس لئے صحابہ کرامؓ کو اس طرح کفار سے دب کر صلح کرنا سخت ناگوار تھا۔ اور یہ شرائط مسلمانوں پر شاق گزر رہی تھیں۔ روایات میں ہے کہ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ نے فرمایا بیشک۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا پھر یہ ذلت کیوں گوارا کریں آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ وہ میرا معین و مددگار ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ نے فرمایا یہ میں نے کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ بعدازاں حضرت عمرؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس گئے اور جا کر ان سے بھی یہی گفتگو کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں اپنی اس گستاخی پر بہت نادم ہوا اور اس کے کفارہ میں بہت سی نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے۔ اور صدقہ و خیرات کی اور بہت سے غلام آزاد کئے۔ صحیح مسلم میں ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں جو شخص ہم میں کا ان سے جا ملے ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں کا جو شخص ہماری طرف مسلمان ہو کر آئے گا تو اگرچہ از روئے معاہدہ وہ واپس کر دیا جائے لیکن گھبرانے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ قریب ہی میں اس کے لئے نجات کی صورت ضرور پیدا فرمائے گا۔ مگر الحمدللہ ایسی صورت پیش نہیں آئی کہ کوئی مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ گیا ہو۔ الغرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے۔ مسلمان جوش میں بھرے ہوئے تھے اس لئے کچھ مسلمانوں کو ان شرائط کے ماننے میں تامل ہو رہا تھا مگر جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شرائط کو مان چکے تھے تو پھر کس کو انکار کی جرأت ہو سکتی تھی۔ مگر صحابہ کرام ان شرائط صلح سے اس قدر مغموم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد تکمیل صلح کے صحابہ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری ہے جس کی وجہ سے وہ افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں اس وجہ سے فوراً تعمیل ارشاد نہ کر سکے۔ آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں باہر تشریف لے جایئے اور آپ قربانی کر کے سر منڈا لیجئے۔ دوسرے خود بخود آپ کی اتباع کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کر دی۔ مقصد ان روایات کو یہاں بیان کرنے سے یہ ہے کہ اس صلح کو صحابہ کرام اپنی شکست اور ذلت و ناکامی سمجھے ہوئے تھے لیکن تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوئے۔ جب مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مابین پہنچے تو یہ سورۂ فتح نازل ہوئی جس کی ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **انا فتحنا لک فتحاً مبیناً** اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ غرض جس صلح کو صحابہ کرام اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح مبین فرمایا پھر جیسا کہ گذشتہ درسوں میں بیان ہو چکا اللہ تعالیٰ نے اس صلح کے سلسلہ میں اہل ایمان کے صبر، ضبط و تحمل کی مدح فرمائی اور ساتھ ہی فتح خیبر کی

بشارت سنائی گئی اور کثرت سے مال غنیمت اس میں ہاتھ لگنے کی پیشنگوئی فرمائی گئی اور مزید فتوحات اور غنیمتوں اور مصلحتوں کا اظہار فرمایا گیا تا کہ اہل ایمان کے قلوب کو کامل تسلی وسکون حاصل ہو اور اللہ کی مشیت وحکمت کو جان کر اور زیادہ ایمان میں تقویت پیدا ہو۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مکہ والوں نے کفر پر کمر باندھی اور اے مسلمانو تمہیں مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ تک پہنچنے سے روک دیا اور قربانی کے جانور حرم کے اس حصہ تک پہنچنے نہ دیئے جہاں لے جا کر ذبح کرنے کا عام دستور اور معمول ہے یعنی منیٰ تک۔ ان قربانی کے جانوروں کو بھی انہوں نے حدیبیہ ہی میں روک دیا یہ سب ان کی شرارتیں تھیں اور اگر ان شرارتوں پر اللہ تعالیٰ اجازت دے دیتے کہ جاؤ ان کافروں سے لڑو اور ان کو تباہ و برباد کر دو تو کچھ بعید نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ قدیر ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہیں۔ اس لئے اپنی حکمت سے اس موقع پر قتال کا حکم نہیں دیا اور ایک حکمت اس میں یہ بھی تھی کہ کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مکہ میں ایسے مظلوم اور مستور الحال تھے کہ ان کو پوری طرح مسلمان بھی نہ جانتے تھے۔ تو اگر لڑائی اور قتال کا حکم دیا جاتا تو بے خبری میں یہ مستور الحال غریب مظلوم مسلمان بھی تمہارے ہاتھ سے مارے جاتے اور پھر تمہیں افسوس ہوتا کہ ہائے لاعلمی میں یہ کیسی غلطی ہوئی کہ اپنے ہی بھائیوں کو مار ڈالا اس لئے اللہ تعالیٰ نے لڑائی کا حکم نہیں دیا اور حدیبیہ پر باہم صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ جس سے ایک یہ بھی فائدہ ہوا کہ ایک طرف تو اللہ کی طرف سے مکہ کے مظلوم مسلمان قتل ہونے سے بچ گئے اور دوسری طرف ان کافروں میں سے بھی جن کا اسلام لانا مقدر تھا ان کو بھی جنگ کے قتل وقتال سے بچا کر اپنی رحمت میں داخل کر دینا منظور تھا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اس طرح اللہ کی خاص رحمت کا حصہ ان کو بھی مل جائے۔ آگے بتلایا گیا کہ اگر مکہ کے مسلمان وہاں کے کافروں کے ساتھ رلے ملے نہ رہتے ہوتے تو پھر اللہ تعالیٰ تم کو اجازت دے دیتے کہ جاؤ اور کافروں کو تباہ کر دو اور ان پر بڑی دکھ درد بھری آفتیں نازل ہو جائیں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان کو دردناک سزا دلواتے کیونکہ ان کفار نے تو ایسا اندھیر مچایا اور ایسی جہالت کی ضد پر اتر آئے کہ امسال عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ شرط لگائی کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر جائے اسے پھر واپس بھیج دو اور اگلے سال عمرہ کو آؤ تو تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہرو اور ہتھیار کھلے نہ لاؤ اور صلح نامہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھو اور بجائے محمد رسول اللہ کے صرف محمد بن عبداللہ تحریر کرو یہ سب باتیں مسلمانوں کو غضبناک کرنے والی تھیں اور مسلمانوں نے سخت انقباض و اضطراب کے باوجود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے سر جھکا دیا اور بالآخر اس فیصلہ پر ان کے قلوب مطمئن ہو گئے اور اللہ سے ڈر کر نافرمانی کی راہ سے بچے اور کعبہ کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہے اور کیوں نہ رہتے وہ دنیا میں خدائے واحد کے سچے پرستار اور کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے زبردست حامل و عامل تھے۔ ایک پکا موحد اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطیع و وفادار ہی اپنے جذبات و رجحانات کو عین جوش وخروش کے وقت اللہ کی خوشنودی پر قربان کر سکتا ہے حقیقی توحید یہی ہے کہ آدمی اس اکیلے مالک کا حکم سن کر اپنی ذلت وعزت کے سب خیالات بالائے طاق رکھ دے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا تھا اور بلاشبہ وہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بستی یا شہر یا آبادی کے بعض نفوس کی وجہ سے ساری آبادی اور شہر کسی مصیبت اور وبال سے جو اس بستی کے اکثریت کے شامت اعمال سے ان پر آنے والا ہوتا ہے وہ اس بستی کے بعض لوگوں کی وجہ سے ٹال دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ بعض اوقات اپنے بعض مقبولین کے طفیل میں ساری بستی عذاب کی لپیٹ میں آ جانے سے بچالی جاتی ہے۔

اب آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ میں خواب دیکھا تھا کہ ہم مکہ گئے ہیں اور عمرہ ادا کیا ہے اور سر کے بالوں کو کسی نے منڈایا اور کسی نے کتروایا تو حدیبیہ میں رک جانے اور وہاں سے مدینہ بغیر عمرہ کے واپس ہونے پر بعض صحابہ نے تعبیر خواب کے متعلق حضورؐ سے سوال کیا تھا کہ تعبیر خواب تو پوری نہ ہوئی اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے خواب کی تصدیق وتحقیق فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع کے ہے، کہ تم لوگ مسجد حرام میں ان شاء اللہ ضرور جاؤ گے امن و امان کے ساتھ

مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ

کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا اور کوئی بال کترا تا ہوگا، تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا، سو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں، پھر اس سے پہلے ایک فتح

فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ۝

دے دی، وہ اللہ ایسا ہے کہ اُس نے اپنے رسول کو ہدایت دی، اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اُس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ یقیناً سچا دکھایا	اللّٰہُ اللہ	رَسُوْلَہُ اپنے رسول کو	الرُّءْیَا خواب	بِالْحَقِّ حقیقت کے مطابق	لَتَدْخُلُنَّ البتہ تم ضرور داخل ہوگے				
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مسجد حرام	اِنْ اگر	شَآءَ اللّٰہُ اللہ نے چاہا	اٰمِنِیْنَ امن و امان کے ساتھ	مُحَلِّقِیْنَ منڈاتے ہوئے	رُءُوْسَکُمْ اپنے سر				
وَمُقَصِّرِیْنَ اور کتراتے ہوئے	لَا تَخَافُوْنَ تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا	فَعَلِمَ پس اس نے معلوم کرلیا	مَا لَمْ تَعْلَمُوْا جو تم نہیں جانتے	فَجَعَلَ پس کردی اس نے					
مِنْ دُوْنِ اس سے ورے (پہلے)	ذٰلِكَ اس	فَتْحًا قَرِیْبًا ایک قریبی فتح	ھُوَ وہ	الَّذِیْٓ اَرْسَلَ جس نے بھیجا	رَسُوْلَہٗ اپنا رسول	بِالْھُدٰی ہدایت کے ساتھ			
وَدِیْنِ اور دین	الْحَقِّ حق	لِیُظْھِرَہٗ تا کہ اسے غالب کردے	عَلَی پر	الدِّیْنِ دین	کُلِّہٖ تمام	وَکَفٰی اور کافی ہے	بِاللّٰہِ اللہ	شَھِیْدًا گواہ	

تفسیر وتشریح: ابتدائے سورۃ میں ذکر ہو چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے چھٹے سال مدینہ منورہ میں خواب دیکھا تھا کہ ہم مسجد حرام یعنی حرم کعبہ میں امن سے گئے ہیں۔ ارکان حج وعمرہ باطمینان بجالا رہے ہیں اور سر منڈا کر اور بال کتروا کر حلال ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ حج یا عمرہ میں کیا کرتے ہیں۔ اس خواب کو آپ نے بعض اصحاب سے بیان بھی فرما دیا تھا اتفاق سے آپ کا قصد اسی سال عمرہ کا ہوگیا۔ صحابہ نے یہ خیال عموماً دل میں جما لیا کہ اسی سال ہم مکہ پہنچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے چنانچہ جب صلح مکمل ہو کر حدیبیہ سے واپسی ہوئی تو بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان سے مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے آپ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ امسال ایسا ہوگا۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو بیشک یونہی ہو کر رہے گا۔ تم امن و امان سے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے اور تم میں سے کوئی سر منڈوا کر اور کوئی بال کتروا کر احرام کھولے گا اور وہاں جانے کے بعد کسی طرح کا کھٹکا نہ ہوگا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے اگلے سال یعنی ۷ ھ میں ایسا ہی ہوا۔ اسی خواب کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب میں دکھایا تھا وہ بالکل سچا تھا اور واقع میں یونہی ہو کر رہے گا لیکن اس سال اس کو ملتوی کر دینے میں بہت سی مصلحتیں تھیں جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ ان مصلحتوں کو خوب جانتے ہیں مکہ میں فی الحال جنگ وقتال ہونا مناسب نہ تھا اس لئے اس وقت وہاں صلح ہوگئی اب انشاء اللہ ایک سال بعد خواب کی تعبیر پوری ہوگی اور تم اطمینان کے ساتھ بے خوف وخطر مکہ آؤ گے مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ عمرہ کے ارکان ادا کرو گے اور سر منڈا کر یا بال تراشوا کر احرام کھولو گے۔ اس وقت مکہ پر لڑائی روک کر اس کے بدلہ ایک اور فتح تمہارے لئے مقرر کی اور تم عنقریب خیبر پر چڑھائی کر کے اسے فتح کرو گے اور وہاں سے بہت سا مال غنیمت تمہارے ہاتھ آئے گا آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ اور اصول وفروع عقائد واحکام ہر اعتبار سے یہ ہی دین سچا اور یہی راہ سیدھی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اور اسی دین کو وہ سب دینوں پر غالب بھی کرے گا۔ چنانچہ الحمد للہ اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا اور مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پر صدیوں تک بڑی شان وشوکت سے حکومت کی اور

[illegible] دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جیسا کہ احادیث میں پیشگوئی فرمائی گئی ہے جبکہ دنیا میں ہر چہار طرف دین حق کی حکومت ہوگی۔ باقی حجت اور دلیل کے اعتبار سے تو دین اسلام ہمیشہ ہی غالب رہا کیا اور رہے گا۔ اللہ اس دین کی حقانیت کا گواہ ہے اور اس کی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی نہیں ہوسکتی۔

یہاں اس آیت کے ماتحت **هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله** علما نے دین اسلام کی حقانیت اور دوسرے مذاہب پر اس کی برتری اور اس کی صداقت کے دلائل اجمالاً وتفصیلاً کثرت سے بیان فرمائے ہیں اور بلا مبالغہ سینکڑوں مصنفین نے حقانیت وصداقت اسلام پر مستقل کتابیں لکھی ہیں یہاں اس مختصر درس میں اس کی تو گنجائش نہیں کہ کوئی طول طویل مضمون اس موضوع پر نقل کیا جائے تاہم وہ ۲۱ خصوصیات دین اسلام جو سیرت نبوی ''رحمۃ للعالمین'' کے مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان صاحبؒ نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں لکھی ہیں ان کے صرف عنوانات بیان کئے جاتے ہیں ہر عنوان پر تفصیلی اور مدلل مضمون خود کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے وہ ۲۱ عنوان خصائص اسلام کے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اسلام ہی دین التوحید ہے

(۲) اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے۔

(۳) اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے۔

(۴) اسلام ہی نے رحم وعدل کے مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔

(۵) اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے۔

(۶) اسلام ہی دین العمل ہے۔

(۷) اسلام ہی مذہب اخوت ہے۔

(۸) اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند تر کیا ہے۔

(۹) اسلام ہی غیر متعصب دین ہے۔

(۱۰) اسلام ہی دین المحبت ہے۔

(۱۱) اسلام ہی مساوات کا بانی ہے۔

۱۲) اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا ہے۔

(۱۲) اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے۔

(۱۴) اسلام ہی اپنے مہد وگہوارہ میں آج تک قائم ہے۔

(۱۵) اسلام ہی دین تمدن ہے۔

(۱۶) اسلام ہی وہ فیض رساں دین ہے جس سے اقوام عالم نے بالواسطہ فیوض بھی حاصل کئے۔

(۱۷) اسلام ہی نے ہدایت الٰہیہ کو ربوبیت خالقیہ کی طرح کل عالم کے لئے عام بنایا۔

(۱۸) اسلام ہی دین البر یعنی نیکی کا مذہب ہے۔

(۱۹) اسلام ہی دین التقویٰ یعنی پارسائی کا مذہب ہے۔

(۲۰) اسلام ہی دین الصدق یعنی سچائی کا مذہب ہے۔

(۲۱) اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے۔

علامہ موصوف نے ہر عنوان پر قرآن وحدیث کی تعلیمات کے ساتھ غیر مذاہب کی روایات وتعلیمات بھی پیش کر کے عقلاً ونقلاً اسلام کی برتری وصداقت کو بیان کیا ہے جو غیر مسلموں کے لئے بھی قابل دید ہے۔

یہاں آیت میں **لتدخلن المسجد الحرام ان شآء الله امنین** جو فرمایا گیا یعنی صحابہ کرامؓ کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے تو یہاں حق تعالیٰ نے آئندہ ہونے والے داخلہ مسجد حرام کے ساتھ انشاء اللہ کا لفظ استعمال فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی مشیت کے عالم اور مالک ہیں۔ حق تعالیٰ کو انشاء اللہ کہنے کی کیا ضرورت تھی لیکن مفسرین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سب بندوں کو تعلیم دینے کے لئے اس جگہ لفظ انشاء اللہ حق تعالیٰ نے بھی استعمال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے کاموں کے لئے انشاء اللہ کہنے کی تاکید ہے اور کہنا چاہئے۔

الغرض یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تصدیق فرمائی گئی اور بشارت سنائی گئی کہ انشاء اللہ خواب کے مطابق مسلمان مکہ میں امن وامان سے عمرہ ادا کریں گے۔ آگے مشرکین مکہ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ لکھے جانے پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق فرماتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

مُحَمَّدٌ محمد	رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ کے رسول

تفسیر وتشریح: یہ سورۂ فتح کی آخری آیت کا ایک جملہ ہے یہ درس اسی ایک جملہ کی تشریح وتفسیر سے متعلق ہے۔گذشتہ آیت کے خاتمہ پر فرمایا گیا تھا۔ **و کفیٰ باللہ شھیداً** (اور اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت پر کافی گواہ ہے) جس سے یہ جتلایا گیا تھا کہ وہ منکرین و مشرکین جو آپ کی رسالت کے منکر ہیں تو ہوا کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کی تصدیق فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت پر کافی گواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی گواہی یہی ہے کہ اس نے آپ کی رسالت پر ناقابل تردید دلائل قائم کئے۔پس دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جس سلسلہ میں کہ اس سورۃ کا نزول ہوا یعنی صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں تو اس مناسبت سے اس جملہ محمد رسول اللہ میں اثبات رسالت کے ساتھ آپ کے لئے ایک تسلی بھی ہے۔ صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ قریش کے قاصد جب حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صلح کی غرض سے حاضر ہوئے تو دیر تک صلح اور شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ چنانچہ جب شرائط صلح طے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تحریر معاہدہ کا حکم دیا اور سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کا حکم دیا۔قریش کے قاصد نے اس پر اعتراض کیا کہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہیں جانتا۔قدیم دستور کے موافق صرف باسمک اللّٰھم لکھا جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا یہی لکھو۔ پھر فرمایا کہ یہ لکھو"یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول نے صلح کی ہے"۔قاصد نے کہا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔بجائے محمد رسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھا جائے آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں۔اگرچہ تم میری تکذیب کرو اور حضرت علیؓ سے فرمایا یہ الفاظ مٹا کر ان کی خواہش کے مطابق خالی میرا نام لکھ دو۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا وہ جگہ دکھلاؤ جہاں تم نے لفظ رسول اللہ لکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلائی آپ نے خود اپنے دست مبارک سے لفظ رسول اللہ کو مٹایا اور حضرت علیؓ کو محمد بن عبداللہ لکھنے کا حکم دیا۔تو اس جملہ محمد رسول اللہ میں اثبات رسالت کے ساتھ آپ کی تسلی بھی ہے کہ اگر ان منکرین نے صلح نامہ میں آپ کے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تو حق تعالیٰ اپنے قرآن میں آپ کے نام کے ساتھ یہ لفظ قیامت تک باقی رہنے کے لئے لکھ دیتے ہیں۔تو اس قرآنی جملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب بھی بتا دیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد اور احمد لائے گئے ہیں۔باقی متعدد اسمائے صفات والقاب ہیں۔آپ کا اسم گرامی محمد جو آپ کا پیدائشی نام تھا۔قرآن پاک میں چار جگہ آیا ہے۔ ایک چوتھے پارہ سورۂ آل عمران میں دوسرے ۲۲ ویں پارہ سورۂ احزاب میں۔تیسرے ۲۶ ویں پارہ سورۂ محمد میں اور چوتھے اس سورۂ فتح میں اور دوسرا ذاتی نام احمد صرف ایک جگہ ۲۸ ویں پارہ سورۂ صف میں آیا ہے۔یہاں موقع کی مناسبت سے مناسب معلوم ہوا کہ اس جگہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو ناموں کی قدرے مزید تشریح کر دی جائے جو سب سے زیادہ مشہور ہیں۔حضرت مولانا بدر عالم صاحب محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترجمان السنۃ میں ایک حدیث کی تشریح کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو اسمائے اعلام کے متعلق لکھا ہے کہ قاضی عیاضؒ جو مشہور مشائخ طریقت میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک بے نظیر تھی اس طرح آپ کے یہ اسماء یعنی محمد احمد بھی بے مثل تھے۔آپ سے پہلے کسی کے ذہن میں ان اسماء کا تصور تک نہ

آیا تھا۔ حتیٰ کہ جب آپ کی ولادت کا زمانہ نزدیک آ گیا۔ کاہنوں منجموں اور اہل کتاب نے نام لے کر آپ کی آمد کی بشارتیں دیں تو لوگوں نے اس نبی منتظر کی طمع میں اپنی اولاد کا نام محمد واحمد رکھنا شروع کر دیا۔ جہاں تک تاریخ سے ثابت ہوتا ہے جن کے نام عرب میں آپ سے قبل محمد واحمد رکھے گئے تھے ان کی کل تعداد چھ تک ہے۔ ساتواں کوئی شخص ثابت نہیں ہوتا۔ حافظ ابن قیم اسم محمد کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محمد وہ ہے جس میں بکثرت تعریف کے اوصاف پائے جائیں اور جس کی اتنی تعریف کی جائے جتنی کسی اور بشر کی نہ کی جائے اس کو محمد کہتے ہیں اسی لئے تورات میں آپ کا نام محمد ہی ذکر کیا گیا کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ۔ آپ کی امت اور آپ کے دین کے فضائل وکمالات کا اتنی کثرت سے اس میں ذکر تھا کہ حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم رسول کو بھی آپ کی امت میں ہونے کی آرزو ہونے لگی۔ صلی اللہ علیہ وسلم احمد یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں معنے میں مستعمل ہو سکتا ہے پہلی صورت میں اس کے معنیٰ ہیں "تمام تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا"۔ اور دوسری صورت میں اس کے معنیٰ ہیں۔ "تمام لوگوں میں سب سے زیادہ تعریف کے قابل اور ثناء کا مستحق" ان دونوں ناموں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ اپنے خلق وخصائل کی وجہ سے اس کے مستحق ہیں کہ سب سے کامل تعریف آپ کی ہو۔ اس تحقیق کے بعد ان دونوں مفہوموں کے لحاظ سے سطح عالم پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ اسماء جتنی حقیقت اور جتنی صداقت کے ساتھ آپ کی ذات مبارک کے ساتھ چسپاں ہیں اتنے کسی اور پر نہیں۔ خالق سے مخلوق تک۔ انبیاء علیہم السلام سے لے کر جن وملک تک حیوانات سے لے کر جمادات تک غرض ہر ذی روح اور ہر غیر ذی روح سب ہی نے آپ کی تعریفیں کی ہیں اور آج بھی کروڑوں انسانوں کی زبانیں دن میں نہ معلوم کتنی بار آپ کی تعریف کے لئے متحرک رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ کفار میں بھی ایک معقول طبقہ ایسا ہے جو اگرچہ آپ کا دین تسلیم نہیں کرتا مگر آپ کی دیانت وامانت عدل وانصاف صداقت وراست بازی، فراست اور عقلمندی کا ثنا خواں ہے اس لئے اگر آپ ازل سے ابد تک دنیا کی طرف کان لگائیں تو جس کی سب سے زیادہ اور سب سے بہتر تعریف آپ کے کان سنیں گے وہ مبارک ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی ہوگی۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حمد کو ہر پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی خصوصیت حاصل ہے۔ اسی بنا پر سورۃ الحمد خاص کر آپ کو ہی مرحمت ہوئی۔ آپ کی ہی امت کا لقب حمادون یعنی خدا کی بڑی تعریف کرنے والی امت ہے اور محشر میں لواء الحمد یعنی حمد کا جھنڈا بھی آپ ہی کے ہاتھوں میں ہوگا اور آپ ہی کے مخصوص مقام کا نام مقام محمود ہے۔ آپ کی شریعت میں بھی کھانے کے بعد پینے کے بعد دعا کے بعد سفر سے واپسی کے بعد چھینک کے بعد غرض بہت سے مختلف مواضع پر خدا کی حمد سکھائی گئی ان تمام تعریفوں کو بجا طور پر آپ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے کیونکہ مختلف تعریفیں ہر زمانہ میں بے شمار انسانوں کی زبانوں سے جو ہوتی ہیں وہ درحقیقت آپ ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ اس کے بعد غور کیجئے کہ جتنی خدا کی تعریف فضاء عالم میں آپ کے ذریعہ سے گونجی کیا کبھی کسی اور کے ذریعہ سے گونجی ہے اور اسی کے ساتھ جتنی کثرت کے ساتھ خدا کی غیر متناہی مخلوق نے آپ کی تعریفیں کیں اتنی کسی اور شخصیت کی کی ہیں؟ پس ہر اعتبار سے حمد کی جتنی خصوصیت آپ کی ذات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے اتنی کسی اور ذات کے ساتھ ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے احمد ومحمد نام پانے کے لئے بھی آپ ہی کی ذات منتخب ہونی چاہئے اس لئے آپ سے پہلے بھی جس نے یہ نام رکھا آپ کی اتباع میں رکھا اور بعد میں جس نے اس نام کو اختیار کیا آپ ہی کے اتباع میں کیا۔

اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ شیخ اکبرؒ ایک عجیب اور نکتہ لکھ گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حمد ہمیشہ آخر میں ہوتی ہے جب کھا پی کر فارغ ہو لیتے ہیں تو خدا کی حمد کرتے ہیں جب سفر ختم کر کے گھر واپس آتے ہیں تو خدا کی حمد کرتے ہیں اسی طرح جب دنیا کا طویل وعریض سفر ختم کر کے جنت میں داخل ہوں گے تو خدا کی حمد کریں گے اور کہیں گے واخر دعوانآ ان الحمد للہ رب العلمین اس دستور کے موافق مناسب ہے کہ جب سلسلہ رسالت ختم ہو تو یہاں بھی آخر میں خدا کی حمد ہو اس لئے جو نبی سب سے آخر میں آئے ان کا نام محمد رکھا گیا ہے۔

بے شک جو ذات پاک کہ حسن وخوبی کی تمام رعنائیوں اور زیبائشوں کا مجموعہ ہو اس کے اسماء بھی حسن وخوبی کا مجموعہ ہونے چاہئیں۔

الغرض اسلام کی تمام معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک بھی اپنے معانی کے لحاظ سے مختلف خوبیوں کا مرقع اور بہتیرے فضائل کا خلاصہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اب یہاں کچھ اس نام محمد یا احمد رکھنے کی عام فضیلت بھی سن لیجئے۔ رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین میں حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب دہلویؒ جو نواسے اور جانشین تھے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے وہ ایک سوال کے جواب میں کہ جب فرزند تولد ہو تو اس لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنا کیسا ہے اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنا مستحب ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام میرے نام پر رکھو اور سنن ابی داؤد میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں نام پیغمبروں کے نام پر رکھا کرو اور طبرانیؒ نے جامع کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کے تین لڑکے ہوں پھر اس نے ان میں سے ایک کا نام بھی محمد نہ رکھا تو بڑی نادانی کی یعنی بسبب اپنی نادانی کے ایسی بڑی نعمت و برکت سے محروم رہا۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمن سب ناموں سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ سب ناموں میں بہتر وہ نام ہے جو مشتق حمد سے ہو۔ جیسے محمد، احمد، حامد، محمود وغیرہ اور وہ نام جو منسوب بعبدیت ہو۔ جیسے عبداللہ، عبدالرحمن، اور عبدالرحیم، عبدالکریم وغیرہ مگر ہم اپنی دینی بدحالی کے کس کس پہلو کو روئیں۔ اگرچہ عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم وغیرہ بہترین ناموں میں سے ہیں مگر اب دین کی کمی اور ادب کی قلت کی وجہ سے علماء ان ناموں کو رکھنے سے منع کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے چنانچہ اب انگریزی دانوں میں فیشن ہو گیا ہے کہ عبدالرحمٰن کو اے رحمٰن A. RAHMAN لکھتے ہیں اور اپنے دکانوں کے نام رحمٰن اینڈ کو RAHMAN&Co یا رحمٰن اینڈ سنز RAHMAN&Sons یا رحمٰن برادرس RAHMAN BROS رکھتے ہیں یہ بالکل ناجائز اور گناہ ہے۔ احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جس لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی تعظیم کیا کرو اور اخبار و روایات میں وارد ہے کہ جس شخص کا نام محمد ہو گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس کی شفاعت فرما کر بہشت میں لاویں گے اور اشرف الوسائل شرح الشمائل میں لکھا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اپنی اولاد کا نام قصداً و تاکیداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں سے رکھے اس واسطے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے رسول قسم کھاتا ہوں میں اپنی عزت اور جلال کی کہ جس شخص کا نام تیرے نام سے موسوم ہو گا میں اس کو ہرگز آتش دوزخ سے عذاب نہ دوں گا اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر عہد کر لیا ہے کہ جس کسی کا نام محمد یا احمد ہو گا میں اس کو ہرگز دوزخ میں نہ ڈالوں گا۔ سبحان اللہ۔ پاک ہے وہ ذات اللہ جس نے اپنے نبی کا ایسا پاک نام رکھا اور پاکیزہ ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسے اس کے معبود نے ایسی فضیلتوں سے نوازا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم بھی لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی اور شہادت دیتے ہیں اے اللہ آپ ہماری اس گواہی لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول فرما کر اس شہادت کو ہماری مغفرت ونجات کا ذریعہ بنا دیجئے اور ہمیں اس کلمہ کے مطالبہ اور حقوق کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ

اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں،

اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں، ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں، اور انجیل میں ان کا

فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو قوی کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگے،

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۲۹

تاکہ ان سے کافروں کو جلاوے، اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	مَعَهٗ ان کے ساتھ	اَشِدَّآءُ بڑے سخت	عَلَى الْكُفَّارِ کافروں پر	رُحَمَآءُ رحم دل	بَيْنَهُمْ آپس میں	تَرٰىهُمْ تو انہیں دیکھے گا
رُكَّعًا رکوع کرتے	سُجَّدًا سجدہ ریز ہوتے	يَّبْتَغُوْنَ وہ تلاش کرتے ہیں	فَضْلًا فضل	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے۔کا	وَرِضْوَانًا اور رضامندی	
سِيْمَاهُمْ ان کی علامت	فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں میں۔پر	مِّنْ سے	اَثَرِ السُّجُوْدِ سجدوں کا اثر	ذٰلِكَ یہ	مَثَلُهُمْ انکی مثال (صفت)	
فِي التَّوْرٰىةِ توریت میں	وَمَثَلُهُمْ اوران کی مثال (صفت)	فِي الْاِنْجِيْلِ انجیل میں	كَزَرْعٍ جیسے ایک کھیتی	اَخْرَجَ اس نے نکالی	شَطْاَهٗ اپنی سوئی	
فَاٰزَرَهٗ پھر اسے قوی کیا	فَاسْتَغْلَظَ پھر وہ موٹی ہوئی	فَاسْتَوٰى پھر وہ کھڑی ہوگئی	عَلٰى سُوْقِهٖ اپنی جڑ (نال) پر	يُعْجِبُ وہ بھلی لگتی ہے	الزُّرَّاعَ کسان (جمع)	
لِيَغِيْظَ تاکہ غصہ میں لائے	بِهِمُ ان سے	الْكُفَّارَ کافروں	وَعَدَ اللّٰهُ وعدہ کیا اللہ نے	الَّذِيْنَ ان سے جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اعمال کئے اچھے	مِنْهُمْ ان میں سے	مَغْفِرَةً مغفرت	وَاَجْرًا اور اجر	عَظِيْمًا عظیم		

تفسیر وتشریح: یہ اس سورۂ فتح کی آخری آیت ہے۔ گذشتہ درس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہو چکا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اثبات فرمایا گیا تھا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔ اب اس کے آگے آیت میں آپ کے صحابہ کرام کی صفت وثنا بیان فرمائی جاتی ہے یہ گذشتہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ یہ سورۃ صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی اور صلح حدیبیہ بظاہر صحابہ کرام کی نظر میں مغلوبانہ صلح تھی جس سے ان حضرات کے دل بے چین ہو گئے تھے لہٰذا اس پوری سورۃ میں شروع سے آخر تک عجیب عجیب طریقہ سے صحابہ کرام کی دلداری اور دلدہی فرمائی گئی ہے کہیں فتح ونصرت کے وعدے دیئے گئے کہیں دشمنوں کو ان کے ہاتھوں ذلیل کرنے کی خوشخبری سنائی گئی کہیں جنہوں نے سفر حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر نہ کیا تھا ان کو تہدید وتنبیہ کی گئی۔ اور جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت فرمائی ان کو حق تعالیٰ کی رضامندی کی بشارت سنائی گئی پھر کہیں اس موقع پر جنگ نہ ہونے اور صلح ہو جانے کی مصلحت وحکمت بیان فرمائی گئی کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تصدیق فرما کر صحابہ کرام کے قلوب کو تسکین عنایت کی گئی۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لے کر آپ کی صفت رسالت کو ظاہر فرمایا تھا اور اس کے بعد اس آخری آیت میں صحابہ کرامؓ کے فضائل بیان فرمائے جاتے ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سورۃ کے شان نزول سے ظاہر ہے کہ یہ فضائل جو یہاں بیان

فرمائے گئے ہیں ان صحابہ کرامؓ کے ہیں جو سفر حدیبیہ میں آپ کے ہمراہ تھے جن میں خلفائے اربعہ بھی شامل ہیں۔ تو یہاں صحابہ کرامؓ کے چار صفات و مضامین اس آیت میں بیان فرمائے گئے:۔

پہلی صفت بیان فرمائی گئی **اشداء علی الکفار** یعنی خدا کے دشمنوں کفار و مشرکین پر سخت ہیں جس سے کافروں پر رعب پڑتا ہے اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ کفار کے مقابلہ میں ڈھیلے نہیں پڑتے اور کسی طرح پر ان سے مرعوب نہیں ہوتے بغض فی اللہ کے یہی معنی ہیں۔ **اشداء علی الکفار** سے مراد یہ نہیں ہے کہ کافروں پر ظلم کرتے ہیں بلکہ شدت سے مراد یہی ہے کہ کفار کو مرعوب و مقہور رکھتے ہیں۔

دوسری صفت بیان فرمائی **رحماء بینھم** یعنی آپس میں مسلمانوں کے ساتھ مہربان ہیں۔ یعنی ان کا برتاؤ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ شفقت محبت و ہمدردی کا رہتا ہے اور حب فی اللہ کے یہی معنی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص اپنی محبت اور بغض و عداوت دونوں کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ دونوں صفات اور خصوصیات ہر مسلمان سے مطلوب ہیں اور ہر مسلمان میں یہ صفات ہونا چاہئیں لیکن اب اس دور کے مسلمان اس آیت کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر اپنے حال پر غور کریں کہ کفر و بے دینی کے مقابلہ میں کتنی سختی اور ایمان اور مسلمانوں کے معاملہ میں کتنی نرمی شفقت و ہمدردی ہم میں پائی جاتی ہے۔ اب تو یہ حال ہے الا ماشاء اللہ کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا مخالف اور وہ بھی محض دنیا کے لئے تو ایک دوسرے کے ساتھ نرمی شفقت اور ہمدردی تواضع اور انکساری کا تو کیا ذکر بلکہ ایک دوسرے کی جان مال عزت آبرو ہر چیز کو مٹانے کے درپے ہو جاتا ہے اور بے دینوں کفار و مشرکین اور اعدائے اسلام جن کے مقابلہ میں سختی ہونا چاہئے ان سے دبتے ہیں اور مرعوب ہیں اور ان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپس کی محبت اور نرم دلی میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر کسی ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ملا کر بتائیں۔

الغرض یہ دو صفات صحابہ کرامؓ کی جو اوپر بیان ہوئیں یہ تو ان کے معاملات بنی نوع انسان کے ساتھ جو تھے اس کے متعلق بیان ہوئیں۔ اب آگے ان کے وہ معاملات جو اپنے خدا کے ساتھ تھے وہ بیان فرمائے جاتے ہیں۔

چنانچہ تیسری صفت یہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ وہ ہر وقت عبادت الٰہی میں لگے رہتے ہیں یعنی نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں۔ جب دیکھو رکوع و سجود میں پڑے ہوئے اللہ کے سامنے نہایت اخلاص کے ساتھ وظیفۂ عبودیت ادا کر رہے ہیں اور پھر ریا اور نمود کا شائبہ نہیں بس اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ کے کمال اخلاص کا بیان ہے کہ ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا اور وہ بڑے عبادت گزار اور باخدا لوگ تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کو بری باتوں سے متصف کرنا اور ان میں سے کسی کے متعلق بدزبانی یا بدگمانی کرنا یہ بڑی خباثت اور بدباطنی کی بات ہے اور اس آیت کی مخالفت کرنی ہے۔

احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملے میں۔ میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ مت بناؤ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کا قصد کرے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا (معارف القرآن، جلد ۸)

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی محبت ہم کو نصیب فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنا نصیب فرمائے آمین۔

آگے صحابہ کرام کی چوتھی صفت بیان فرمائی گئی کہ ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار وانوار ان کے چہروں سے ظاہر ہیں۔ ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے گویا خشیت وخشوع اور حسن نیت واخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں۔

اس کے بعد آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان برگزیدہ بندوں یعنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل توریت اور انجیل میں بیان کئے تھے۔ مقصود یہ کہ یہ لوگ آج سے ہمارے محبوب نہیں ہوئے بلکہ روز ازل سے ہمارے منظور نظر ہیں۔ ہم ان کے دنیا میں آنے سے صدیوں پہلے توریت وانجیل میں ان کا تذکرہ کر چکے ہیں اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی شان پہلی کتابوں میں بھی بیان ہو چکی ہیں پھر صحابہ کرام کے بتدریج ترقی کرنے کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی۔ کھیتی کی چار حالتیں بیان کی گئیں:-

پہلی حالت دانہ سے پھوٹ کر کھونٹی کا نکلنا۔ یہ حالت آغاز وجود کی ہے اور نہایت کمزوری کی حالت ہے یہی حالت صحابہ کرام کی قبل ہجرت تھی۔

دوسری حالت کہ وہ کھونٹی جو نکلی تھی یا ڈنٹھل جو چھوٹا تھا اس کا مضبوط ہونا جس سے امید پیدا ہوتی ہے کہ یہ کونپل جو چھوٹی ہے ضائع نہ ہوگی بلکہ درخت بنے گا۔ یہ حالت بعد ہجرت پیدا ہوئی۔ ہجرت کرنے سے ظالموں کے ظلم سے رہائی ملی اور آئندہ امیدوں کے اسباب پیدا ہوئے۔

تیسری حالت کھیتی کے پودوں کا موٹا ہو جانا ہے یہ حالت حضرات شیخین ؓ کی خلافت میں حاصل ہوئی کہ کسریٰ اور قیصر کی سلطنتیں اور بڑے بڑے ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔

چوتھی حالت اس کھیتی کے پودوں کا اپنے تنوں پر سیدھا کھڑا ہو جانا ہے اور یہ انتہائی کمال کی حالت ہے جو حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں حاصل ہوا کہ اطراف وجوانب کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر بھی اسلام کا قبضہ ہو گیا اور ہر جگہ باقاعدہ معلم وقاضی مقرر ہو گئے۔ غرض کہ کوئی حالت منتظرہ کمال کی باقی نہ رہی تو اس کھیتی کی مثال بیان فرمانے سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔

اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو ترقی بتدریج ہوگی۔

دوسرے یہ کہ ترقی انتہائے کمال تک پہنچنے کے بغیر نہ رکے گی۔

چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔ اس مثال کے بعد فرمایا کہ کسان اپنی کھیتی کو اس طرح ترقی کرتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو اسی طرح خدا اور رسول جو اس دین اسلام کی کھیتی کے بونے والے ہیں وہ اپنی اس کھیتی کو سرسبز دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اس اسلامی کھیتی کی یہ بہار رونق اور تازگی دیکھ کر کافروں اور بدخواہوں کے دل غیظ وحسد سے جلتے ہیں۔ یہ ترقی چونکہ دنیاوی ترقی تھی اس لئے ضروری ہوا کہ صحابہ کرام کے اخروی انعامات بھی بیان فرما دیئے جائیں لہٰذا ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دو چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے:-

ایک مغفرت کا یعنی اگر ان سے کوئی خطا سرزد ہو جائے گی تو وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دیں گے۔

دوسرے اجر عظیم کا کہ آخرت میں بڑے بلند مراتب عطا ہوں گے۔

اسی مغفرت واجر عظیم کی بشارت پر سورۃ کو ختم فرمایا۔ الحمدللہ سورۂ فتح کا بیان اس درس پر ختم ہوا۔ اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ دین اسلام کی کھیتی کو پھر از سر نو سرسبز شاداب فرما دیجئے اور بے دینی کی فضاؤں کو ختم فرما دیجئے۔ یا اللہ صحابہ کرام کے طفیل میں ہم کو آخرت میں اپنی مغفرت اور اجرِ عظیم نصیب فرما دیجئے۔ یا اللہ اپنے دین برحق کو آپ ہی سنبھالیں اور اس کو اجاگر کرنے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

6

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①

اے ایمان والو، اللہ اور رسول سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے (مومن)	لَا تُقَدِّمُوْا نہ آگے بڑھو تم	بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ اللہ کے سامنے۔ آگے	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کا رسول	
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ سے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا	عَلِيْمٌ جاننے والا		

تفسیر وتشریح: الحمد للہ اب ۲۶ ویں پارہ کی سورۂ حجرات کا بیان شروع ہورہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کی تشریح کی جائے گی جس سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ، مقام وزمانہ نزول، خلاصہ مضامین، تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے پہلے رکوع کی چوتھی آیت میں لفظ حجرات استعمال ہوا ہے جو حجرہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں وہ بند جگہ جو سونے والے کی حفاظت کرے اور کسی کو باہر سے نہ گھسنے دے۔ یعنی کوٹھڑی خلوت خانہ، پردہ کا مکان، یہاں حجرات سے مراد ازواج مطہرات کے مکانات ہیں۔ چونکہ آگے اس سورۃ میں ایک ادب سکھلایا گیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ یعنی مکان کے اندر تشریف فرما ہوں۔ تو حجرہ کے باہر سے آپ کو پکارا نہ جائے کہ یہ گستاخانہ انداز ہے بلکہ صبر کے ساتھ باہر انتظار کیا جائے۔ جب آپ حجرہ سے باہر تشریف لائیں تو اس وقت ملاقات کی جائے۔ اسی بناء پر نشان کے طور پر اس سورۃ کا نام حجرات مقرر ہوا یہ سورۃ مدنی ہے اور مدینہ منورہ میں ہجرت کے نویں سال نازل ہوئی۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۹ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۱۱۲ لکھا ہے۔ یعنی ۱۱۱ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور صرف دو سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۱۸ آیات ۲ رکوعات ۳۵۰ کلمات ۱۵۷۳ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

ہجرت کے نویں سال عرب کے قبائل جوق در جوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کا اعلان کیا اس لئے ان کو اور دوسرے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وعزت کے احکام اور آپس کے میل جول کے ادب وقاعدے اور اصلاح معاشرت اور حسن معاشرت کے اہم احکام بتلائے گئے گویا یہ سورۃ اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ ہے اس سورۃ میں سب سے پہلے خوف خدا کی تاکید فرمائی گئی اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وادب سکھلایا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ۔ تمہاری اپنی رائے اللہ ورسول کے حکم کے آگے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہیں سر جھکا کر سنو اور خلوص کے ساتھ اس پر عمل کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے مت بولو۔ اندر حجرہ میں تشریف رکھتے ہوں تو پکار کر مت بلاؤ بلکہ صبر سے انتظار کرو۔ جب آپ خود باہر تشریف لائیں تو ادب کے ساتھ آپ سے ملاقات کرو۔ ہر کسی کی بات سن کر بے تحقیق مت مان لیا کرو تا کہ بیکار الجھنوں اور بعد کی پشیمانی سے بچے رہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی تعلیم دی گئی کہ جب تمہارے اندر اللہ کے رسول موجود ہیں تو تمہیں آپ کی قدر ومنزلت پہچاننی چاہئے اور یاد رکھو کہ ایمان والے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر زیادتی نہ کرنا چاہئے اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں آپس میں اختلاف ہو جائے تو ان کے آپس میں صلح کرادو اور اگر کوئی مصالحت پر آمادہ نہ ہو تو جو زیادتی کرے اس سے لڑ کر اس کو سیدھا کردو اور دیکھو آپس میں بدمزگی تلخی اور جھگڑے ذرا ذرا سی باتوں سے پیدا ہو سکتے ہیں مثلاً کسی سے تمسخر کرنا کسی کو برے نام اور

برے القاب سے پکارنا۔ کسی کے عیب ظاہر کرنا پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا غیبت کرنا چغلی کھانا کسی کی طرف سے بدگمانی کرنا کسی کے کچے چھٹے اور بھید معلوم کرنے کی کوشش کرنا یہ سب بری باتیں ہیں۔ ان سب سے بچو تمام انسان حضرت آدم اور حوا کی اولاد ہیں۔ ذات پات، خاندان، قوم، کنبہ، برادری یہ محض ایک دوسرے کی شناخت کے لئے ہیں ایک دوسرے پر بڑائی اور فوقیت جتانے کے لئے نہیں۔ سب اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے نزدیک زیادہ مرتبہ والا وہی شخص ہوگا جو اس سے زیادہ ڈرے گا اور اس کے ڈر سے تمام گناہوں اور بری باتوں سے بچے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے حتیٰ کہ وہ تمہارے دلوں تک کی باتوں سے واقف ہے۔ جس نے کفر و شرک سے تائب ہو کر کلمہ پڑھ لیا وہ مسلمان ہے اب اسے چاہئے کہ اسلام کے مقرر کئے ہوئے طریقہ پر چلے۔ نیک کام کرے برے کاموں سے بچے تاکہ اس کے دل میں ایمان کی روشنی پیدا ہو۔ اسلام میں داخل ہو کر کسی پر اپنا احسان مت جتاؤ۔ ایمان کی دولت تو ایک احسان خداوندی ہے اور اللہ کی نعمت ہے اور یہ مت سمجھو کہ جیسے انسان کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے اسی طرح اللہ کو بھی دھوکہ دے لوگے۔ اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں وہ آسمان اور زمین کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ خوب سمجھ لو کہ وہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا۔ جس کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اب اس آیت کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا ہی سے ایمان والوں کو خطاب کر کے آداب و احکام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسلام میں سب سے اول اور اہم مسئلہ اللہ و رسول کی تعظیم و عظمت کا ہے کیونکہ حب اللہ اور رسول کی عظمت و عزت دل میں ہوگی تو ان کے احکام کی تعمیل بھی ہوگی۔ اس آیت میں سب سے پہلا حکم ایمان والوں کو یہ دیا جاتا ہے کہ جس معاملہ میں اللہ و رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو۔ اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو اور جس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ ارشاد فرمائیں خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ آپ کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرات نہ کرو جو حکم ادھر سے ملے اس پر بے چون و چرا اور بلا پس و پیش عامل بن جاؤ۔ اپنی غرض اور رائے کو آپ کے احکام پر مقدم نہ رکھو بلکہ اپنی خواہشات و جذبات کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع بناؤ۔ یہ تو ہے اس قرآنی آیت کا مفہوم اور اسی کے مطابق ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس یعنی اس کی خواہشات اور نفسی میلانات میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائیں۔ پس قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضا اور مطالبہ بھی یہی ہے جو اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل ہوسکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہوسکتی ہیں جب کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر احکام الٰہیہ اور ہدایات و ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع و ماتحت ہو جائیں۔ تجربہ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں بیشتر نزاعات و مناقشات خود رائی اور غرض پرستی ہی کے ماتحت وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی رایوں اور غرضوں کو کسی ایک بلند معیار کے تابع کر دیں اور ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد سے بلند کوئی معیار مومن کے لئے نہیں ہوسکتا۔ اور ایسا کرنے میں ہوسکتا ہے کہ وقتی اور عارضی طور پر کسی تکلیف یا نقصان کو اٹھانا پڑے لیکن اس کا آخری انجام یقینی طور پر دین دنیا کی سرخروئی اور کامیابی ہے اور اسی سے اس کی ضد کو بھی سمجھ لیا جائے یعنی اللہ اور اس کے رسول کی ہدایات و ارشادات چھوڑ کر دوسری باتوں میں خواہ وقتی اور عارضی کیسی ہی دلربائی نظر آتی ہو لیکن اس کا آخری انجام مسلمان کے لئے یقینی طور پر دین دنیا کے خسارہ اور نقصان کے علاوہ ہرگز کچھ نہیں۔
تو گویا پہلا حکم یہاں اہل ایمان کو آیت میں یہ دیا گیا ہے کہ اللہ اور رسول سے کسی معاملہ میں پیش قدمی نہ کی جائے بلکہ سچی فرمانبرداری اور تعظیم اختیار کی جائے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ اور رسول کی سچی فرمانبرداری اور تعظیم اس وقت میسر ہوسکتی ہے جب خدا کا خوف دل میں ہو۔ اگر دل میں خوف خداوندی نہیں تو بظاہر دعوائے اسلام کو نباہنے کے لئے اللہ و رسول کا نام بار بار زبان پر لائے گا اور بظاہر اللہ و رسول

کے احکام کو سامنے رکھے گا لیکن فی الحقیقت اپنی اندرونی خواہشات و اغراض کی تحصیل کے لئے ایک حیلہ اور آلہ کار بنائے گا۔ اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ یاد رہے کہ جو زبان پر ہے اللہ تعالیٰ اسے سنتا ہے اور جو دل میں ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے پھر اس کے سامنے یہ فریب کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ کیسے چل سکے گا اس لئے آدمی کو چاہئے کہ حق تعالیٰ سے سچا خوف وڈر دل میں رکھ کر کام کرے۔

الغرض اس سورۃ میں یہ پہلا حکم ایمان والوں کے لئے بیان ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت مت کیا کرو اور اس آیت کے تحت بعض علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ علمائے دین اور مشائخ دین کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ وارث انبیاء ہیں اور دلیل میں یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ کسی موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت ابودرداءؓ جو ایک صحابی ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آگے چل رہے ہیں تو یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابودرداءؓ کو تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے اور فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع وغروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکر سے بہتر و افضل ہو۔ (ماخذ معارف القرآن جلد ۸) اسی لئے علماء نے فرمایا کہ اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس ادب پر عمل پیرا ہونے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائیں۔

یہ تو تھا اس ابتدائی آیت میں پہلا حکم۔ اب آگے دوسرا اور تیسرا حکم اگلی آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی سچی توقیر واحترام عطا فرمائیں۔ تاکہ ہر معاملہ میں ہم کو قرآن اور سنت کی ہدایت کا اتباع نصیب ہو۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی محبت وعظمت وعزت اتار دے اور ہمارے لئے اپنے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلنا آسان فرما دے کہ اسی میں ہماری دین ودنیا کی بہتری اور بھلائی ہے۔

یا اللہ! ہمیں علمائے ربانی وحقانی کے ادب واحترام کی توفیق نصیب فرما کہ جن کے واسطے ہم کو قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حاصل ہوا۔ یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز آجائیں اور آپ کے اطاعت گذار اور فرمانبردار بندے بن کر زندہ رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ اُن سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ

ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو، بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

رسُول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہ لوگ وہ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خاص کردیا ہے، ان لوگوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مومنو	لَا تَرْفَعُوْٓا نہ اونچی کرو	اَصْوَاتَكُمْ اپنی آوازیں	فَوْقَ اوپر۔پر	صَوْتِ النَّبِيِّ نبی کی آواز	وَلَا تَجْهَرُوْا اور نہ زور سے بولو
لَهٗ اس کے سامنے	بِالْقَوْلِ گفتگو میں	كَجَهْرِ جیسے بلند آواز	بَعْضِكُمْ تمہارے بعض (ایک)	لِبَعْضٍ بعض (دوسرے) سے	اَنْ کہیں	
تَحْبَطَ اکارت ہوجائیں	اَعْمَالُكُمْ تمہارے عمل	وَاَنْتُمْ اور تم	لَا تَشْعُرُوْنَ نہ جانتے (خبر بھی نہ ہو)	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	
يَغُضُّوْنَ پست رکھتے ہیں	اَصْوَاتَهُمْ اپنی آوازیں	عِنْدَ نزدیک	رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ کا رسول	اُولٰٓئِكَ یہ وہ لوگ	الَّذِيْنَ جو۔جن	امْتَحَنَ آزمایا ہے
اللّٰهُ اللہ	قُلُوْبَهُمْ ان کے دل	لِلتَّقْوٰى پرہیزگاری کیلئے	لَهُمْ ان کیلئے	مَغْفِرَةٌ مغفرت	وَاَجْرٌ اور اجر	عَظِيْمٌ عظیم

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں سب سے پہلا حکم جو مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا وہ یہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ اور کسی قول یا فعل میں اللہ اور رسول کی اجازت سے پہلے سبقت مت کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ تمہاری ساری باتیں سنتا اور تمہاری ساری حالتیں جانتا ہے اب آگے دوسرا و تیسرا حکم ان آیات میں دیا جاتا ہے اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اپنی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہ شور وشغب کیا جائے اور نہ چیخ کر بات کی جائے اور جیسے آپس میں بے تکلفی سے بات چیت کرتے ہو اس طرح آپ سے بات چیت نہ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلاف ادب ہے۔ آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم واحترام کے لہجہ میں ادب وشائستگی کے ساتھ۔ آپ سے گفتگو کرتے وقت پوری احتیاط رکھنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ تمہارا اونچا بولنا آپ کو ناگوار خاطر ہو اور آپ کو تکدر و اذیت پیش آئے اگر ایسا ہوا تو تم کہیں کے نہ رہو گے اور تمہارا سارا کیا کرایا اکارت ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانہ کہاں۔ تو بلند آوازی اور بے تکلفی سے حضورؐ سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا گیا اور یہ اس لئے کہ کہیں کسی وقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور ایذا کا باعث نہ ہو جائے۔ اور آپ کو ایذا وہی موجب حبط عمل ہے تو ایسا کرنے سے خدشہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ تمام اعمال حبط کرلے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے علاوہ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوں بھی زبان سے بات نکالنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کو وہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی انسان خدا کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن خدا تعالیٰ اسے اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں پہنچا دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو ان آیات میں اللہ رب العزت نے جو آداب نبوت تعلیم فرمائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان آداب کی درجہ کمال میں تعمیل فرمائی صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب کرتے تھے کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے تھے۔ سامنے مجلس نبوی میں بیٹھتے تو معلوم ہوتا کہ ان کے سروں

پر پرندہ بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو خاموشی چھا جاتی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو محبت اور ادب میں صحابہ وضو کا پانی اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور اپنے چہرہ اور بدنوں پر مل لیتے۔

جب یہ آیات نازل ہوئی ہیں تو جن صحابہ کرام کی آواز قدرۃً بلند تھی وہ بہت گھبرائے اور پریشان خاطر ہوئے کہ کہیں بلند آوازی سے گفتگو کرنے پر اعمال حبط ہو جانے کی وعید کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ سے اس طرح بولوں گا جیسا کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو اور حضرت عمرؓ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا اور تفسیر ابن جریر میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت ثابت بن قیسؓ راستہ ہی میں بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدیؓ جب وہاں سے گزرے اور انہیں روتے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ جواب ملا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو۔ میری آواز بلند ہے۔ حضرت عاصمؓ یہ سن کر چلے گئے اور حضرت ثابتؓ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ گھر گئے اور اپنی بیوی صاحبہ سے کہا کہ میں اپنے گھوڑے کے طویلہ میں جارہا ہوں تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل سے اسے جڑ دو۔ خدا کی قسم میں اس میں سے نہ نکلوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مجھ سے رضامند کردے۔ یہاں تو یہ ہوا وہاں جب دربار رسالت میں حضرت عاصمؓ نے حضرت ثابتؓ کی یہ حالت بیان کی تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ثابت کو میرے پاس بلالاؤ لیکن حضرت عاصم اس جگہ آئے جہاں حضرت ثابت بیٹھے رو رہے تھے تو ان کو نہ پایا مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ گھوڑے کے طویلے میں ہیں۔ یہاں آکر کہا کہ ثابت چلو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرمارہے ہیں۔ حضرت ثابت نے کہا کہ بہت اچھا۔ کیل نکال ڈالو اور دروازہ کھول دو۔ پھر باہر نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے رونے کی وجہ پوچھی جس کا سچا جواب حضرت ثابت نے عرض کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم قابل تعریف زندگی جیو اور شہید ہو کر مرو اور جنت میں جاؤ۔ اس پر حضرت ثابتؓ کا سارا رنج کافور ہو گیا اور خوش ہو گئے اور فرمانے لگے یارسول اللہ میں اللہ تعالیٰ کی اور آپ کی اس بشارت پر بہت خوش ہوں اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز آپ کی آواز سے اونچی نہ کروں گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحیح

بخاری میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کئی دن تک حضورؐ کی مجلس میں نظر نہ آئے اور ایک روایت (مسند احمد) میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے دریافت فرمایا تھا کہ ثابت کہاں ہیں نظر نہیں آتے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ میں ان کی بابت معلوم کر کے بتلاؤں گا۔ وہ حضرت ثابت کے مکان پر آئے۔ دیکھا کہ وہ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں پوچھا کیا حال ہے جواب ملا کہ برا حال ہے۔ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا تھا۔ میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں تو جہنمی ہو گیا۔ یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور سارا واقعہ آپ سے کہہ سنایا تو حضورؐ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابت کے ہاں گئے حضورؐ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہو۔ ایک روایت میں ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کے بعد ہم انہیں زندہ چلتے پھرتے دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت ہیں۔ یمامہ کی جنگ میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے حضرت ثابت بن قیس شہید ہوئے تھے۔ مقصود ان روایات کے سنانے سے یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا سی بھی ناراضگی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ پھر جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں آپ کے سامنے یا آپ کی مجلس میں بلند آواز سے بولنا ممنوع تھا۔ علما نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی قبر شریف کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنی حیات مبارکہ میں قابل احترام وعزت تھے اسی طرح اب بھی آپ اپنی قبر شریف میں بھی باعزت اور قابل احترام ہی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم روایات میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے دو شخصوں کی کچھ بلند آوازیں مسجد نبوی میں سن کر وہاں آکر ان سے دریافت فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم کہاں ہو؟ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا کہ طائف کے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں بری سزا دیتا۔ الغرض ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو آداب نبوت تعلیم فرمائے۔ آگے ان آداب کی بجا آوری کی رغبت میں فرمایا کہ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تواضع اور ادب اور تعظیم وتکریم سے بولتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے سامنے اپنی آواز پست اور دھیمی رکھتے ہیں یہ وہ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ نے خالص تقویٰ وطہارت کے

واسطے تیار کر دیا ہے اور اس اخلاص اور حق شناسی کی برکت سے پچھلی کوتاہیاں معاف ہوں گی اور بڑا بھاری اجر وثواب ملے گا۔

ان آیات کے متعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تنبیہ کی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہی ادب چاہئے اور قبر شریف کے پاس جو حاضر ہو وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔ نیز آپ کے خلفاء علمائے ربانیین اور اولوالامر کے ساتھ درجہ بدرجہ اسی ادب سے پیش آنا چاہئے تا کہ جماعتی نظام قائم رہے۔ فرق مراتب نہ کرنے سے بہت سے مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔"

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ کے احکام وارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا جرم وگناہ ہوگا جو کہ ہمارے معاشرہ میں ایک طبقہ کا محبوب مشغلہ بنا ہوا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اس پرفتن دور میں ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائیں آمین۔

یہاں جو فرمایا گیا **ان تحبط اعمالکم و انتم لاتشعرون** یعنی اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو بسبب اس خطرہ اور خوف کے کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو اس کے متعلق ایک اشکال اور اس کا جواب حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے وہ بھی سمجھ لینے کے قابل ہے۔

لکھتے ہیں کہ اس جگہ کلیات شرعیہ اور اصول مسلمہ کے اعتبار سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ حبط اعمال یعنی اعمال صالحہ کو ضائع کر دینے والی چیز تو باتفاق اہل سنت والجماعت صرف کفر ہے۔ کسی ایک معصیت اور گناہ سے دوسرے اعمال صالحہ ضائع نہیں ہوتے اور یہاں خطاب مومنین اور صحابہ کرامؓ کو ہے اور لفظ **یآیھا الذین امنوا** کے ساتھ ہے جس سے اس فعل کا کفر نہ ہونا ثابت ہوتا ہے تو حبط اعمال کیسے ہوا؟ دوسرے یہ کہ جس طرح ایمان ایک فعل اختیاری ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنے اختیار سے ایمان نہ لائے مومن نہیں ہوتا اسی طرح کفر بھی امر اختیاری ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنے قصد سے کفر کو اختیار نہ کرے وہ کافر نہیں ہو سکتا اور یہاں آیت کے آخر میں یہ تصریح ہے کہ **انتم لاتشعرون** یعنی تمہیں خبر بھی نہ ہو تو حبط اعمال جو خالص کفر کی سزا ہے وہ کیسے جاری ہوئی۔

سیدی حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اس کی توجیہ ایسی فرمائی ہے جس سے یہ سب اشکالات اور سوالات ختم ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ معنیٰ آیت کے یہ ہیں کہ مسلمانو تم رسول اللہ کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنے اور بے محابا جہر کرنے سے بچو کیونکہ ایسا کرنے میں خطرہ ہے کہ تمہارے اعمال حبط اور ضائع ہو جائیں اور وہ خطرہ اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش قدمی یا آپ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کر کے غالب کرنا ایک ایسا امر ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی ہونے کا احتمال ہے جو سبب ہے ایذائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اگرچہ صحابہ کرام سے یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ بالقصد کوئی ایسا کام کریں جو آپؐ کی ایذاء کا سبب بنے لیکن بعض اعمال وافعال جیسے تقدم اور رفع صوت اگرچہ بقصد ایذاء نہ ہوں پھر بھی ان سے ایذاء کا احتمال ہے اسی لئے ان کو مطلقاً ممنوع اور معصیت قرار دیا ہے اور بعض معصیتوں کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے کرنے والے سے توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور وہ گناہوں میں منہمک ہو کر انجام کار کفر تک پہنچ جاتا ہے جو سبب ہے حبط اعمال کا۔ کسی اپنے دینی مقتداء استاد یا مرشد کی ایذا رسانی ایسی ہی معصیت ہے جس سے سلب توفیق کا خطرہ ہوتا ہے اسی طرح یہ افعال یعنی تقدم علی النبی اور رفع الصوت ایسی معصیت ٹھہریں کہ جن سے خطرہ ہے کہ توفیق سلب ہو جائے اور یہ خذلان آخر کار کفر تک پہنچا دے جس سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں اور کرنے والے نے چونکہ قصد ایذا کا نہ کیا تھا اس لئے اس کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی کہ اس ابتلاء کفر اور حبط اعمال کا اصل سبب کیا تھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی صالح بزرگ کو کسی نے اپنا مرشد بنایا ہو اس کے ساتھ گستاخی وبے ادبی کا بھی یہی حال ہے کہ بعض اوقات وہ سلب توفیق اور خذلان کا سبب بن جاتی ہے جو انجام کار متاع ایمان کو بھی ضائع کر دیتی ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

ابھی آگے مزید آداب نبوت کی تعلیم وہدایات فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ

جولوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے۔ اور اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ

تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ

آپ خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا، اور اللہ غفور رحیم ہے۔ اے ایمان والو اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے

بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴿٦﴾ وَاعْلَمُوا

تو خوب تحقیق کرلیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔ اور جان رکھو کہ

أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ

تم میں رسول اللہ ہیں، بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی

وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ﴿٧﴾

اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کردیا اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل

فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٨﴾

اور انعام سے راہ راست پر ہیں، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جولوگ	يُنَادُوْنَكَ آپ کو پکارتے ہیں	مِنْ وَّرَآءِ باہر سے	الْحُجُرٰتِ حجروں	اَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر	لَا يَعْقِلُوْنَ عقل نہیں رکھتے		
وَلَوْ اور اگر	اَنَّهُمْ البتہ وہ	صَبَرُوْا صبر کرتے	حَتّٰى یہانتک کہ	تَخْرُجَ آپ نکل آتے	اِلَيْهِمْ ان کے پاس	لَكَانَ البتہ ہوتا	خَيْرًا بہتر	لَّهُمْ ان کیلئے
وَاللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ مہربان	يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے (مومن)	اِنْ اگر	جَآءَكُمْ آئے تمہارے پاس		
فَاسِقٌ کوئی فاسق بدکردار	بِنَبَاٍ خبر لے کر	فَتَبَيَّنُوْا تو خوب تحقیق کرلیا کرو	اَنْ کہیں	تُصِيْبُوْا تم ضرر پہنچاؤ	قَوْمًا کسی قوم کو	بِجَهَالَةٍ نادانی سے		
فَتُصْبِحُوْا پھر ہو تم	عَلٰى پر	مَا فَعَلْتُمْ جو تم نے کیا (اپنا کیا)	نٰدِمِيْنَ نادم (جمع)	وَاعْلَمُوْا اور جان رکھو	اَنَّ کہ	فِيْكُمْ تمہارے درمیان		
رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ کا رسول	لَوْ يُطِيْعُكُمْ اگر وہ تمہارا کہا مانیں	فِيْ میں	كَثِيْرٍ اکثر	مِّنَ الْاَمْرِ کاموں سے۔میں	لَعَنِتُّمْ البتہ تم ایذا میں پڑو	وَلٰكِنَّ اور لیکن		
اللّٰهَ اللہ	حَبَّبَ محبت دی	اِلَيْكُمُ تمہیں	الْاِيْمَانَ ایمان کی	وَزَيَّنَهٗ اور اُسے آراستہ کردیا	فِيْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں	وَكَرَّهَ اور ناپسند کردیا		
اِلَيْكُمُ تمہارے سامنے	الْكُفْرَ کفر	وَالْفُسُوْقَ اور گناہ	وَالْعِصْيَانَ اور نافرمانی	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمُ وہ	الرّٰشِدُوْنَ ہدایت پانے والے		
	فَضْلًا فضل	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے۔کے	وَنِعْمَةً اور نعمت	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والے	حَكِيْمٌ حکمت والا		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے ہدایت دی گئی تھی کہ تم اپنی آوازیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند نہ کیا کرو اور اس طرح نہ بولو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہو ایسا نہ ہو کہ یہ زور سے بولنا بیباکی کی صورت اختیار کرلے جو ترک ادب ہے اور اذیت نبی کا باعث ہوسکتا ہے اور اذیت نبیؐ حرام ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس اذیت نبیؐ کے باعث تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں

اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اب آگے ان آیات میں بعض دوسری ہدایات آداب نبوت کی دی جاتی ہیں۔شان نزول کی روایت میں آتا ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا۔آپ مکان کے اندر تشریف فرما تھے۔ان آنے والے لوگوں نے باہر ہی سے آپ کو پکارنا شروع کردیا اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں تعلیم و ہدایت دی گئی کہ اس طرح باہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دینا بے عقلی اور بے تہذیبی کی بات ہے۔کیا معلوم کہ اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو یا کسی اور اہم کام میں مشغول ہوں۔پھر اللہ کے رسول کا ادب و احترام بھی کوئی چیز ہے۔چاہئے یہ تھا کہ یہ آنے والے کسی کی زبانی اندر اطلاع کراتے اور آپ کے باہر تشریف لانے تک صبر و انتظار کرتے۔جب آپ باہر تشریف لا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اس وقت خطاب کرنا چاہئے تھا۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسا کیا جاتا تو ان آنے والوں کے حق میں بہتر اور قابل ستائش ہوتا۔تاہم بے عقلی اور نادانستگی سے جو بات اتفاقاً سرزد ہو جائے۔اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مہربانی سے بخشنے والا ہے چاہئے کہ اپنی تقصیر پر نادم ہو کر آئندہ ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔

آگے ایک دوسری ہدایت دی جاتی ہے اکثر نزاعات و مناقشات اور لڑائی جھگڑوں کی ابتدا جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اسلئے اس اختلاف اور تفریق کے سرچشمہ ہی کو بند کرنے کی تعلیم دی گئی یعنی کسی خبر کو یونہی بے تحقیق قبول نہ کرنا چاہئے۔اس دوسری آیت کے شان نزول کے متعلق کئی روایات آئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قاصد کو ایک نو مسلم آبادی کے قبیلہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔زمانہ جاہلیت میں ان قاصد سے اور ان قبیلہ والوں سے کچھ عداوت تھی اس آبادی کے لوگ اس قاصد کی پیشوائی کے لئے نکلے۔قاصد نے یہ جانا کہ یہ پرانی دشمنی کی بنا پر شاید مجھ کو قتل کرنے آرہے ہیں۔اس لئے یہ مدینہ واپس ہو گئے اور اس بات کی وہاں خبر کر دی جس پر مسلمان جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی اصل حقیقت کو آشکارا کیا اور آئندہ کے لئے اس قسم کی باتوں کو روک دیا اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کسی خبر یا رائے پر عمل نہ کریں تو برا نہ مانو حق لوگوں کی خواہش یا رایوں کے تابع نہیں ہو سکتا۔ایسا ہو تو زمین و آسمان کا سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے۔الغرض خبروں کی تحقیق کرلیا کرو اور حق کو اپنی خواہش یا رائے کے تابع نہ بناؤ بلکہ اپنی خواہشات کو حق کے تابع رکھو۔اس طرح تمام جھگڑوں کی جڑ کٹ جائے گی اگر تم یہ چاہتے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری ہر بات مانا کریں تو بڑی مشکل ہوتی لیکن اللہ کا شکر کرو کہ اس نے اپنے فضل و احسان سے مومنین کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا اور کفر و معصیت کی نفرت ڈال دی۔جس سے وہ ایسی بیہودگی کے پاس بھی نہیں جا سکتے جس مجمع میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں وہاں کسی کی رائے اور خواہش کی پیروی کہاں ہو سکتی ہے؟ علماء نے یہاں لکھا ہے کہ آج گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں بظاہر موجود نہیں۔مگر آپ کی تعلیم اور آپ کے وارث نائب یقیناً موجود ہیں۔اور رہیں گے اس لئے قرآن پاک کا یہ حکم اب بھی مسلمانوں کے لئے موجب عمل ہے۔آگے **واللہ علیمٌ حکیمٌ** فرما کر یہ جتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور وہ بڑی حکمت والا ہے اس لئے وہ افعال کی راستی و ناراستی سے واقف ہے اور صحیح افعال کا حکم اور ان ہی کی ترغیب دیتا ہے۔

اس قرآنی حکم کہ خبروں کی تحقیق کرلیا کرو کہ آیا یہ صحیح ہے یا غلط کے نہ برتنے سے نہ معلوم کتنے فتنے پیدا ہوتے ہیں اور کتنے گھرد خاندان جنگ و جدل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔آج کل یہ بڑی مصیبت ہے کہ جہاں کسی نے کوئی بات خواہ کیسی جھوٹی اور لغو ہو کہہ دی بس فوراً اس کو مان لیا۔جس سے نہ کسی عزت والے کی عزت محفوظ ہے اور نہ کسی شریف کا شرف بچا ہوا ہے۔اس لئے قرآن کریم نے حکم دیا کہ جب بھی کسی کے متعلق کوئی بات سنے پہلے اس کی جانچ پڑتال اور تحقیق ہونی چاہئے۔پھر اس پر یقین کرنا چاہئے اب یہ مسئلہ مستقل ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ

تحقیق کہاں واجب ہے کہاں جائز ہے کہاں ممنوع ہے سو اس میں قول مجمل یہ ہے کہ جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب شرعی فوت ہوتا ہو وہاں واجب ہے مثلاً سلطان کسی کے ارتداد کی خبر سنے تو چونکہ ارتداد کی صورت میں اس پر واجب کہ اس کو توبہ کرادے ورنہ قتل کرے اس لئے تحقیق واجب ہوگی یا مثلاً سلطان نے سنا کہ فلاں شخص فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو چونکہ بوجہ سلطان ہونے کے حفاظت رعایا کی اس کے ذمہ واجب ہے اس لئے اس خبر کی تحقیق اور انتظام واجب ہے اور جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب فوت نہیں ہوتا اور تحقیق نہ کرنے سے اس دوسرے شخص کا بھی کوئی ضرر نہیں ہوتا تو وہاں تحقیق جائز ہے مثلاً کسی نے یہ سنا کہ فلاں شخص مجھے جسمانی یا مالی ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو اپنے دفع مضرت کے لئے ایسے موقع پر تحقیق جائز ہے اور اگر تحقیق کرنے سے اپنی کوئی دفع مضرت نہیں اور اس دوسرے کو ناگواری ہے تو تحقیق حرام ہے مثلاً کسی نے سنا کہ فلاں شخص خفیہ شراب پیتا ہے تو تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی ضرر نہیں اور تحقیق کرنے سے اس شخص کی رسوائی اور فضیحت ہوتی ہے تو یہ تحقیق جائز نہیں۔'' اس کا پوشیدہ رکھنا اور چھپانا ضروری ہے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی میں کوئی عیب ہے تو خود مجھ میں اس سے کئی گنا زیادہ عیب موجود ہیں۔ لہٰذا اکرام مسلم کا خیال ضروری ہے اور جھٹ کسی کے کہہ دینے سے کسی کے متعلق کوئی غلط رائے قائم کر لینا یا غلط اقدام کر دینا قرآنی تعلیم کے بھی خلاف ہے اور عقل سلیم کے بھی منافی ہے۔ مگر افسوس کہ آج کثرت سے مسلمان اس مرض میں گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنا فضل فرما دیں اور ہماری اصلاح کی صورتیں پیدا فرما دیں۔ آمین۔

ابھی مزید ہدایات اگلی آیات میں جاری ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ جملہ قرآنی ہدایات وتعلیمات پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات ہم تک پہنچیں ان پر دل وجان سے ہم کو عمل کرنا محبوب بنادیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف کرنے سے ہمیں کراہت ونفرت نصیب فرمائیں اور ہماری رائے وخواہش کو شریعت مطہرہ کا پابند بنادیں۔ اور اب تک جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں کوتاہیاں سرزد ہوئیں ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو، پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے

الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ

تو اس گروہ سے لڑو، جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جاوے، پھر اگر رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کردو

وَأَقْسِطُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ

اور انصاف کا خیال رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔ مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کردیا کرو،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔

وَإِنْ اور اگر	طَآئِفَتَانِ دو گروہ	مِنَ سے۔کے	الْمُؤْمِنِيْنَ (جمع) مومن	اقْتَتَلُوْا باہم لڑ پڑیں	فَأَصْلِحُوْا تو صلح کرادو تم
بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	فَإِنْ بَغَتْ پھر اگر زیادتی کرے	إِحْدٰهُمَا ان دونوں میں سے ایک	عَلَى الْأُخْرٰى دوسرے پر	فَقَاتِلُوْا تو تم لڑو	
الَّتِيْ اس سے جو	تَبْغِيْ زیادتی کرتا ہے	حَتّٰى یہاں تک کہ	تَفِيْٓءَ رجوع کرے	إِلٰٓى طرف	أَمْرِ اللّٰهِ حکم الٰہی
فَإِنْ فَآءَتْ پھر اگر جب وہ رجوع کرے	فَأَصْلِحُوْا تو صلح کرادو تم	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	بِالْعَدْلِ عدل کے ساتھ	وَأَقْسِطُوْا اور تم انصاف کیا کرو	إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
يُحِبُّ دوست رکھتا ہے	الْمُقْسِطِيْنَ انصاف کرنے والے	إِنَّمَا اس کے سوا نہیں	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن (جمع)	إِخْوَةٌ بھائی	فَأَصْلِحُوْا پس صلح کرادو
بَيْنَ درمیان	أَخَوَيْكُمْ اپنے بھائی	وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ سے	لَعَلَّكُمْ تا کہ تم پر	تُرْحَمُوْنَ رحم کیا جائے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے ہدایت دی گئی تھی کہ ہر کس و ناکس کی بات سن کر اس پر فوراً اعتماد مت کرلیا کرو۔ اگر کوئی قانون اسلام سے بے پروا شخص کوئی خبر آ کر سنائے تو اس کی خوب تحقیق کرلیا کرو اور اس سے پہلے اس کی بات پر یقین مت کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس کی خبر پر یقین کر کے جلدی سے کسی کے خلاف قدم اٹھالو اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ کام غلط ہوا تو پھر پچھتانا پڑے۔ تو یہ ہدایت دے کر اور یہ نصیحت کر کے قرآن کریم نے بہت سے آپس کے اختلافات اور جھگڑے جو غلط افواہوں کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں ان کا خاتمہ کردیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر قوم مسلم کی تمام پراگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہو جاتے ہیں اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوۃ کا نظام قائم ہے اس لئے اوپر کی ہدایت کے ساتھ ہی اہل ایمان کو یہ بھی بتلایا گیا کہ دیکھو تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں تو تمہیں آپ کی قدر پہچانی چاہئے۔ آپ کے مشورہ اور حکم کو قبول کرنا چاہئے اور اپنی خواہش اور رائے کو آپ کے حکم کے تابع بنانا چاہئے۔ پھر یہ بھی جتلایا گیا تھا کہ یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ جو مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرمادی اور کفر و فسق و عصیان سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا کردی اس لئے دل سے اطاعت رسول کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ الغرض مسلمانوں میں نزاع اور اختلاف کو روکنے اور پیدا ہی نہ ہونے کی پیش بندیاں بیان فرمائی گئیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ باوجود ان تمام پیش بندیوں کے اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اختلاف رونما ہو جائے اور وہ آپس میں لڑ پڑیں تو پھر دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ پوری کوشش کریں کہ اختلاف رفع ہو جائے اور اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو بلکہ جسکی زیادتی ہو سب

مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے اپنے کو پیش کر دے۔ پھر اس وقت چاہئے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات اور انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرادیں کسی ایک کی طرف داری میں جادہ حق سے ادھر ادھر نہ جھکیں۔ پوری طرح عدل وانصاف کو ملحوظ رکھیں اور صلح و جنگ ہر حالت میں یہ خیال رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے اس لئے جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یونہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو بلکہ ان کے درمیان اصلاح کی پوری کوشش کرو اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو۔ کسی کی بیجا طرفداری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔ یہاں آیت میں جو یہ فرمایا انما المؤ منون اخوۃ بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اخوۃ کا لفظ قابل غور ہے جو حقیقی بھائیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ رشتے ناتے کے بھائیوں کے لئے لفظ اخوان آتا ہے تو قرآن پاک نے یہاں اخوۃ کا لفظ لا کر بتلادیا کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تعلق اور رشتہ بالکل سگے بھائیوں کا سا ہے جو انتہائی محبت کا رشتہ ہے یہ تو ہوئی قرآنی تصریح۔ اب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس لئے اس پر ظلم وستم نہ کرنا چاہئے ایک دوسری صحیح حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر مسلمان بھائی کے لئے اس کی پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین۔ اور تجھے بھی خدا ایسا ہی دے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت رحمدلی۔ میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں جب کسی عضو کو تکلیف ہوتو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی نیند نہ آنے کی تکلیف ہوتی ہے ایک اور صحیح حدیث میں ہے مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن کا تعلق اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے۔ مومن اہل ایمان کے لئے وہی دردمندی کرتا ہے جو دردمندی جسم کو سر کے ساتھ ہے پھر آپس میں عدل وانصاف کرنے کے متعلق ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جو عدل وانصاف کرتے رہے وہ موتیوں کے منبروں پر رحمٰن عزوجل کے سامنے ہوں گے اور یہ بدلہ ہوگا ان کے عدل و انصاف کا۔ اوپر شروع سورۃ سے حقوق نبویہ ذکر کرنے کے بعد اب یہاں باہمی حقوق اور آداب معاشرت بیان فرمائے جاتے ہیں جن میں پہلا حکم ان آیات میں بیان فرمایا گیا کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں یا دو شخصوں میں لڑائی ہو جائے تو باہم صلح صفائی اور میل ملاپ کرادو اور عدل وانصاف ملحوظ رکھو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی وحدت قائم رکھنے کے لئے اور ایک سطح پر مرکوز کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود رہے جو اختلافات کا جائزہ لیتی رہے اور جب مسلمانوں کے دو فریق میں کوئی نزاع اختلاف یا مناقشہ پیدا ہو تو بیچ میں پڑ کر صلح صفائی کرادے اور جو فریق نہ مانے تو اس کے خلاف قوت وطاقت کا استعمال کریں حتیٰ کہ وہ فریق سرکشی سے باز آجائے اور خدا کے حکموں کے آگے سر تسلیم خم کردے۔

دوسری بات جو ان آیات نے بتائی وہ یہ ہے کہ دین کا اشتراک ہر مادی۔ مالی۔ ملکی۔ نسلی نسبی تفریق وامتیاز سے بالاتر ہے اور بڑے چھوٹے امیر غریب۔ سب کو اخوت دینی کے رشتہ میں پرو کر اسلام دین فطرت نے مسلم قومیت کی بنیاد صرف وحدت کلمہ پر رکھی ہے نہ کہ ملک قوم وطن زبان وغیرہ پر۔ آج جو مسلمان نت نئے ہمہ گیر فتنوں میں گرفتار ہو رہے ہیں اور خصوصاً جو افتاد پاکستان پر پڑی ہوئی ہیں اس کی وجہ صرف اور محض یہی ہے کہ اللہ ورسول۔ قرآن وحدیث کتاب وسنت نے جو ہدایات اور تعلیمات دی ہیں ان کو تو خیر باد کہدیا اور کہیں قوم پرستی کہیں وطن پرستی کہیں صوبہ پرستی کہیں زبان پرستی وغیرہ کے بت بنا کر کھڑے کر لئے۔ انا للہ وانآ الیہ راجعون۔ اور اپنے مسائل کا حل غیروں کی نقالی میں منحصر سمجھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور قرآن وسنت کو اپنانے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

ابھی آگے مزید بعض ہدایات مسلمانوں کو دی جارہی ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہونے سے آپس میں نفرت وعداوت اور اختلاف اور افتراق کے جذبات ہی پیدا نہ ہوں اور آپس کے بھائی چارہ میں فرق ہی نہ آنے پائے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ

اے ایمان والو نہ تو مَردوں کو مَردوں پر ہنسنا چاہیئے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو

نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ

عورتوں پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد

الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪

گناہ کا نام لگنا (ہی) بُرا ہے، اور جو باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے (مومن)	لَا يَسْخَرْ نہ مذاق اڑائے	قَوْمٌ ایک گروہ	مِّنْ قَوْمٍ (دوسرے) گروہ کا	
عَسٰٓى کیا عجب	اَنْ يَّكُوْنُوْا کہ وہ ہوں	خَيْرًا بہتر	مِّنْهُمْ ان سے	وَلَا نِسَآءٌ اور نہ عورتیں	مِّنْ نِّسَآءٍ عورتوں سے۔ کا
عَسٰٓى کیا عجب	اَنْ يَّكُنَّ کہ وہ ہوں	خَيْرًا بہتر مِّنْهُنَّ ان سے	وَلَا تَلْمِزُوْٓا اور نہ عیب لگاؤ	اَنْفُسَكُمْ باہم (ایک دوسرے)	وَ اور
لَا تَنَابَزُوْا باہم نہ چڑاؤ	بِالْاَلْقَابِ بُرے القاب سے	بِئْسَ الِاسْمُ بُرا نام	الْفُسُوْقُ گناہ	بَعْدَ الْاِيْمَانِ ایمان کے بعد	وَمَنْ اور جو۔ جس
لَّمْ يَتُبْ توبہ نہ کی (باز نہ آیا)	فَاُولٰٓئِكَ تو یہی لوگ	هُمُ الظّٰلِمُوْنَ وہ ظالم (جمع)			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مسلمانوں میں نزاع اور اختلاف کو روکنے کی تدابیر بتلائی گئی تھیں پھر بتلایا گیا کہ اگر اتفاقاً اختلاف رونما ہو جائے تو پرزور اور مؤثر طریقہ سے اس نزاع کو ختم کرایا جائے اور عدل انصاف کے ساتھ میل ملاپ اور صلح صفائی کرادی جائے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو شخصوں یا دو جماعتوں میں اختلاف رونما ہوا تو ایک دوسرے کا تمسخر اور استہزا کرنے لگتا ہے۔ ذرا سی بات ہاتھ لگ گئی اور مخالفت میں ہنسی مذاق اڑانا شروع کردیا۔ حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ جس کا مذاق اڑا رہا ہے وہ شاید اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بہتر ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہ خود بھی اختلاف سے پہلے اس کو بہتر سمجھتا تھا مگر ضد اور نفسانیت میں آدمی کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اس طرح جذبات منافرت ومخالفت اور زیادہ مشتعل ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نفرت و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہتی ہے اور قلوب میں بعد بڑھتا جاتا ہے اس لئے خداوند قدوس نے دین اسلام کے ماننے والوں کو اس قسم کی باتوں سے منع فرمایا تاکہ جذبات مخالفت تیز نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ اس آیت میں ایمان والوں کو خطاب کر کے ہدایت دی جاتی ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ مسخرا پن کرے۔ نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں۔ نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی ہے اور فتنہ وفساد کی آگ زیادہ تیزی سے پھیلتی ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیسی بیش بہا قرآنی ہدایات ہیں آج اگر مسلمان سمجھیں تو ان کے سب سے بڑے مرض کا مکمل علاج اسی ایک سورہ حجرٰت میں موجود ہے۔

اس آیت میں پہلی چیز جس سے مسلمانوں کو ممانعت فرمائی گئی وہ تمسخر ہے تمسخر وہ ہنسی ہے جس سے دوسرے کی تحقیر اور دل شکنی اور دل آزاری ہو اور یہ حرام ہے اور وہ ہنسی جس سے دوسرے کا دل خوش ہو وہ مزاح اور خوش طبعی کہلاتی ہے اور ایسی ہنسی جائز ہے اور بلکہ بہت سے حالات میں مستحب ہے۔ تمسخر یعنی ہنسی اور ٹھٹھہ میں کسی کو بے عزت کرنا یہ باہمی عداوت کی جڑ ہے پھر کسی کا مذاق اڑانا اس بات کی دلیل ہے کہ خود تو عیوب سے پاک صاف ہے اور دوسرا قابل مذمت اور لائق تمسخر ہے یہ رعونت اور تکبر کی شاخ ہے جو اسلام میں قطعاً ممنوع ہے۔

دوسری چیز جس کی آیت میں ممانعت کی گئی وہ طعنہ ہے۔ طعنہ

زنی بھی دل دکھانے والی چیز ہے جس سے اتفاق ومحبت میں نہ صرف فرق آ جاتا ہے بلکہ اس کی جڑیں ہل جاتی ہیں۔

تیسری چیز جس سے یہاں ممانعت فرمائی گئی وہ ولاتنابزوا ہے یعنی کسی کو چڑانے والے ناموں سے نہ پکارو مثلاً اندھا کانا لنگڑا لولا ایسے القاب سے یاد کرنا خواہ کسی میں وہ باتیں موجود ہوں اس سے منع فرمایا گیا۔ اسی طرح کسی کو جاہلیت کے نام اور صفات سے یاد کرنا یا فسق اور برائی کے ناموں سے یاد کرنا یہ سب ممنوع ہے اور یہ سب اتنے بڑے گناہ ہیں کہ اگر اس کا مرتکب توبہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ظالم ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کے اصل مقام تک پہنچنے کے لئے اور اس کی خاص برکتیں حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی خود غرضی سے پاک ہو اور اس کے دل میں اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے اتنی خیر خواہی ہو کہ جو نعمت اور جو بھلائی اور جو بہتری وہ اپنے لئے چاہے وہی دوسرے بھائیوں کے لئے بھی چاہے اور جو بات اور جو حال وہ اپنے لئے پسند نہ کرے اس کو کسی دوسرے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ صاحب ایمان نہ ہو جاؤ اور تم پورے مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم میں باہم محبت نہ ہو۔ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں کہ اگر اس پر عمل کرنے لگو تو تم میں باہمی محبت پیدا ہو جائے وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے درمیان سلام کا رواج پھیلاؤ اور اس کو عام کرو"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والی کسی قوم اور کسی معاشرہ کے ایمان کی تکمیل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں باہم محبت ومودت ہو اگر ان کے دل ایک دوسرے کی محبت سے خالی ہیں تو سمجھنا چاہئے کہ وہ حقیقت ایمان اور اس کے برکات و ثمرات سے محروم ہیں ایک دوسری مشہور حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے "مسلم وہ ہے جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں لوگوں کو کوئی خوف وخطر نہ ہو"۔

اس حدیث شریف میں زبان اور ہاتھ سے ایذا رسانی کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ بیشتر ایذاؤں کا تعلق انہیں دونوں سے ہوتا ہے ورنہ مقصد ومطلب یہ ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے لیکن یہ بھی واضح رہے کہ قرآن اور حدیث میں جس ایذا رسانی کو منافی اسلام فرمایا گیا ہے۔ وہ وہ ہے جو بغیر کسی صحیح وجہ اور معقول سبب کے ہو۔ ورنہ بشرط قدرت مجرموں کو سزا دینا اور ظالموں کی زیادتیوں اور مفسدوں کی فساد انگیزیوں کو بزور دفع کرنا تو مسلمانوں کا فرض منصبی ہے جیسا کہ گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو دنیا امن وراحت سے محروم ہو جائے۔ ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ مومن لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ فحش گو اور بدکلام ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ بدکلامی اور فحش گوئی اور دوسروں کے خلاف زبان درازی یہ عادتیں ایمان کے منافی ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے بھائی کے عیب کو ظاہر نہ کر شاید اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے اور تجھ کو مبتلا کر دے اسی طرح فرمایا گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور یہ کسی کو خبر نہیں کہ کس نے کب توبہ کی ہو سکتا ہے جس کو تم برا کہتے ہو اس نے توبہ کر لی ہو اور جس کو تم تکبر اور غرور میں قابل مذاق سمجھتے ہو وہ تو اپنے عجز وانکسار کی وجہ سے معزز ومکرم ہو جائے۔ اور تم اپنی بلندی وپاکی کے زور میں اللہ کے مجرم ٹھہرو۔ خلاصہ یہ کہ قرآن اور حدیث میں واضح ہو رہا ہے کہ شریعت کو معاشری اصلاح کے باب میں کس درجہ اہتمام ہے اور جو معاشرہ ان ہدایات وقوانین پر عامل ہو جائے کیا اس میں باہمی رنجشیں اور دلی عداوتیں اور ایک دوسرے سے بغض ومنافرت رخنہ انداز ہو سکتی ہیں؟ مگر افسوس اور رونا تو یہی ہے کہ قرآن اور حدیث کی تعلیمات کو پیش در پیش اور مقدم رکھنا تو درکنار اب تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ ملاپن یعنی قرآن وحدیث کا سیکھنا سکھانا اور اس پر عمل کرنا یہ تو ہماری ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے اب تو سائنس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے جس قوم اور معاشرہ کا یہ حال ہو اس کو اپنی صلاح اور فلاح قرآن حدیث میں کہاں نظر آنے لگی۔ بس اس کو تو اپنی صلاح وفلاح سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہی نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں پر رحم فرمائیں اور قرآن اور حدیث کی طرف سے ہماری آنکھیں کھول دیں۔

ابھی مزید ہدایات کا سلسلہ اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا

اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو، کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو اور کوئی

يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا

کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو،

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے (مومن)	اجْتَنِبُوْا بچو	كَثِيْرًا بہت سے	مِّنَ الظَّنِّ گمانوں سے	اِنَّ بیشک	
بَعْضَ الظَّنِّ بعض گمان	اِثْمٌ گناہ	وَّلَا تَجَسَّسُوْا اور ٹٹول میں نہ رہا کرو ایکدوسرے کی	وَلَا يَغْتَبْ اور غیبت نہ کرے	بَّعْضُكُمْ تم میں سے (ایک)		
بَعْضًا بعض (دوسرے) کی	اَيُحِبُّ کیا پسند کرتا ہے؟	اَحَدُكُمْ تم میں سے کوئی	اَنْ يَّاْكُلَ کہ وہ کھائے	لَحْمَ اَخِيْهِ اپنے بھائی کا گوشت		
مَيْتًا مردہ کا	فَكَرِهْتُمُوْهُ تو اس سے تم گھن کروگے	وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو تم	اِنَّ اللّٰهَ بیشک	تَوَّابٌ توبہ قبول کرنیوالا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے وہ ہدایات بیان ہو رہی ہیں کہ اول تو مسلمانوں میں نزاع و اختلاف پیدا ہی نہ ہوں۔ اور اگر کبھی ایسا ہو جائے تو اس کو ختم کرنے کی ہدایت دی گئی اور ایسی باتوں سے منع فرمایا گیا جس سے اختلاف بڑھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں گذشتہ آیات میں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ مسلمانوں کی ایک جماعت دوسری جماعت سے یا ایک فرد دوسرے فرد سے تمسخر نہ کرے۔ نہ کھوج کرید کر ایک دوسرے کے عیب نکالے جاویں۔ نہ برے ناموں اور برے القاب سے مقابل کو یاد کیا جاوے کیونکہ ان سب باتوں سے عداوت ونفرت میں ترقی ہی ہوتی ہے۔

اب آگے اس آیت میں مزید ان باتوں سے منع کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو روکا جاتا ہے جن سے اختلاف اور تفریق باہمی بڑھتی ہے۔

پہلی چیز جس سے اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ بدگمانی ہے۔ بدگمانی بھی فساد کی جڑ ہے۔ جب ایک فریق دوسرے فریق سے بد گمان ہو جاتا ہے اور حسن ظن کی گنجائش نہیں چھوڑتا تو مخالف کی کوئی بات ہو۔ اس کا محل اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو برائی کا نکلتا ہو تو ہمیشہ بدگمانی کرنے والے کی طبیعت برے پہلو کی طرف چلے گی اور اس برے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دے کر فریق مقابل پر الزام اور تہمتیں لگانا شروع کر دے گا اور پھر یہی نہیں کہ صرف بدگمانی پر اکتفا ہو۔ نہیں بلکہ اس جستجو میں بھی رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں۔ جس پر خوب حاشیے چڑھائیں اور پھر اس کی غیبت سے اپنی مجلس گرم کریں۔ اس آیت میں قرآن کریم نے ان تینوں باتوں سے منع فرمایا۔ اگر مسلمان اسی زیر تفسیر ایک آیت پر عامل ہو جائیں تو آپس میں جو اختلافات پیش آ جاتے ہیں وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں اور چند روز میں نفسانی اختلافات کے نام و نشان باقی نہ رہیں۔ پہلی چیز جس کی یہاں اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی ہے وہ سوء ظن یا بدگمانی ہے۔ یہ بدگمانی ایسی بری چیز ہے کہ اس سے دلوں کے اندر کینے کے اژدھے پلتے ہیں اور جماعت میں افتراق وتشتت پیدا ہوتا ہے۔ اس بدگمانی کی بدولت اچھے اچھے دوست اور رشتہ دار بھی جدا ہو جایا کرتے ہیں اور برخلاف اس خراب عادت کے نیک گمانی ایسی اچھی صفت ہے کہ برے تعلقات کو بھی الفت ومحبت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ احادیث میں بھی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک گمانی کی بڑی تاکید اور بدگمانی سے بچنے کی سخت ضرورت و اہمیت بیان فرمائی ہے۔ ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ طواف کرتے ہوئے خانہ کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا تو کتنا پاک گھر ہے۔ تو کیسی اچھی خوشبو والا ہے۔ تو کس قدر عظمت والا ہے اور کیسی بڑی حرمت والا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ مومن کی حرمت۔ اس کے مال اور اس کے جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک تجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔ بدگمانیوں کی عام عادت بطور وبا کے ہم لوگوں میں اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ بات بات پر بلاوجہ بھائیوں سے بدگمانی۔ بیوی بچوں سے بدگمانی۔ پڑوسیوں سے بدگمانی۔ دوستوں اور ساتھیوں سے بدگمانی۔ نوکروں اور خادموں سے بدگمانی۔ گویا بدگمانی کو ہم لوگوں نے اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ جس کی اس آیت میں قطعاً ممانعت فرمائی گئی ہے۔ یہ بدگمانی کی خلش اگر دل سے دور ہو جائے تو ہم میں سے ہر ایک کی زندگی کتنی راحت سے بسر ہونے لگے۔

دوسری چیز جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ کسی کے عیبوں اور کمزوریوں کی تفتیش اور جستجو میں نہ پڑنے کی ہے۔ یہ تجسس اور دوسروں کے عیبوں کی دریافت اور ٹٹول بھی کمینہ حرکات ہیں تاوقتیکہ کوئی شرعی مصلحت یا ضرورت ہی اس کی نہ آپڑے۔ ایک شخص کو حضرت ابن مسعودؓ کے پاس لایا گیا کہ اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہمیں بھید ٹٹولنے اور عیبوں کی تفتیش سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں جو بات ظاہر ہوگی ہم اس پر مواخذہ کریں گے۔ ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اگر تو مسلمانوں کے عیب ڈھونڈنے کے درپے ہوگا تو کام خراب ہو جائے گا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی کسی کی پردہ پوشی دنیا میں کرے گا خدا اس کی پردہ پوشی آخرت میں کرے گا۔

تیسری چیز جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ یہ ہے کہ کوئی کسی کی غیبت اور بدگوئی نہ کرے۔ غیبت یعنی کسی کی غیر حاضری میں اس کے عیوب بیان کرنا ایک تو بزدلی ہے دوسرے اس کے ساتھ چھپی دشمنی ہے اور تیسرے اس کی تذلیل ہے۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے؟ آپ نے فرمایا کے کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اسے ناگوار ہو۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر اس میں دراصل وہ بات موجود ہو تو پھر کیا؟ فرمایا یہی تو غیبت ہے۔ اگر واقعتاً وہ بات موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **الغیبت اشد من الزنا**۔ یعنی غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک شخص زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے اور غیبت کرنے والے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لے جایا گیا تو میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور بدن کا گوشت نوچ رہے تھے۔ میں نے جبرئیل امین سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل امین نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور ان کی آبروریزی کرتے تھے۔ الامان والحفیظ۔

ایک بار کسی بزرگ کی کسی نے غیبت کی ان کو جب اس کا علم ہوا تو

انہوں نے بہت سا حلوہ پکوا کر اس غیبت کرنے والے شخص کے پاس بھجوا دیا اور کہلایا کہ یہ حقیر سا تحفہ ہے اس کرم کے عوض میں جو آپ نے مجھ پر فرمایا۔ جب یہ حلوہ اس کے پاس پہنچا تو بہت تعجب کیا۔ حلوہ بھیجنے والے بزرگ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس کی غیبت کی جاتی ہے خدا اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کو عطا کر دیتا ہے پس اس احسان کے عوض میں نے یہ تحفہ حاضر کیا تھا۔

اللہ اللہ غیبت میں آج مسلمان کیسے مشغول اور مبتلا ہیں۔ ایسی حرام اور ناپاک شے جو زنا سے بھی بدتر ہو جو اپنی نیکی کے زوال کا باعث ہو وہ مسلمانوں کی مجلسوں کی رونق اور مسلمانوں کا محبوب مشغلہ ہو۔ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں۔ عوام کا ذکر نہیں خواص اس میں مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کہلاتے ہیں دین داروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ غضب کہ اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا۔ آگے آیت میں اس غیبت کی برائی کو ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ بھلا کوئی بھائی کا مردہ گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کسی کو پسند نہیں ہوسکتا تو جس کی غیبت ہوتی ہے۔ وہ غائب ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو مردہ سے تشبیہ دی۔ یعنی وہ مردہ کے مانند بے خبر ہے اور یہ اس کی برائی کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ انسان اور وہ بھی بھائی اس کا زندہ گوشت کوئی کھانا پسند نہیں کرتا ہے چہ جائیکہ مردار گوشت۔ احادیث میں بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقۃً گوشت کھایا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کی غیبت کی تھی۔ احادیث میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابل برداشت بن گئی۔ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضورؐ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا۔ دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں۔

الغرض یہاں آیت میں بتایا گیا کہ مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے۔ اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ ان نصیحتوں پر کاربند ہی ہوگا۔ جس کے دل میں خدا کا ڈر ہے تو ایمان اور اسلام کا دعویٰ رکھنے والوں کو واقعی طور پر اس خداوند قدوس کے غضب سے ڈر کر ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب بھی نہ جانا چاہئے۔ اور اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں تو اللہ کے سامنے صدق دل سے توبہ کرے وہ اپنی مہربانی سے معاف فرمادے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تواب الرحیم ہے۔

قرآن مجید کی ان اخلاقی اور معاشرتی ہدایتوں پر عمل کرنا اگر ہم سیکھ لیں تو آج دنیا میں بھی ایک حد تک جنت کا مزہ آنے لگے۔ آج جبکہ مسلمانوں میں باہم نظم اور اتحاد اور اتفاق کی شدید ضرورت ہے۔ تو یہ چیزیں یعنی بدگمانی۔ جاسوسی۔ غیبت اس اتفاق اور اتحاد کے لئے سم قاتل اور زہر ہلاہل سے کم نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اسلام اور ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ اور ہماری زبانوں کو غیبت کے گناہ سے خصوصاً محفوظ رکھیں۔

یہاں چند فقہی مسائل غیبت سے متعلق ملاحظہ ہوں:۔

مسئلہ نمبر ۱: غیبت کا بقصد و اختیار سننا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود غیبت کرنا۔ (معارف القرآن جلد ۸)

مسئلہ نمبر ۲: بچے اور مجنون اور کافر ذمی کی غیبت بھی حرام ہے کیونکہ ان کی ایذاء بھی حرام ہے۔ اور جو کافر حربی ہیں اگرچہ ان کی ایذاء حرام نہیں مگر اپنا وقت ضائع کرنے کی وجہ سے پھر بھی غیبت مکروہ ہے (ایضاً۔)

مسئلہ نمبر۳: غیبت جیسے قول وکلام سے ہوتی ہے ایسے ہی فعل یا اشارہ سے بھی ہوتی ہے۔(ایضاً) 7

مسئلہ نمبر۴: بعض صورتوں میں غیبت کی اجازت ہے مثلاً کسی شخص کی برائی کسی ضرورت یا مصلحت سے کرنا پڑے تو وہ غیبت میں داخل نہیں۔ بشرطیکہ وہ ضرورت و مصلحت شرعاً معتبر ہو جیسے کسی ظالم کی شکایت کسی ایسے شخص سے کرنا جو ظلم کو دفع کر سکے۔ یا کسی کی اولاد یا بیوی کی شکایت اس کے باپ اور شوہر سے کرنا جو ان کی اصلاح کر سکے یا کسی واقعہ کے متعلق فتویٰ حاصل کرنے کے لئے صورت واقعہ کا اظہار یا مسلمانوں کو کسی شخص کے دینی یا دنیوی شر سے بچانے کے لئے کسی کا حال بتلانا۔ یا کسی معاملہ کے متعلق مشورہ لینے کے لئے اس کا حال ذکر کرنا۔ یا جو شخص سب کے سامنے کھلم کھلا گناہ کرتا ہے اور اپنے فسق کو خود ظاہر کرتا ہے اس کے اعمال بد کا ذکر بھی غیبت میں داخل نہیں مگر بلا ضرورت اپنے اوقات ضائع کرنے کی بنا پر مکروہ ہے۔(معارف القرآن جلد ۸)

مسئلہ نمبر۵: کسی کی برائی اور عیب ذکر کرنے سے مقصود اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ کسی ضرورت اور مجبوری سے ذکر کیا گیا ہو۔(معارف القرآن جلد ۸)

ابھی اسی سلسلہ میں مزید ہدایات اگلی آیات میں جاری ہیں جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ان قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں اور ہماری زبانوں کو اور اعضاء و جوارح کو تمام گناہوں سے عموماً اور غیبت و بدگمانی و تجسس کے گناہوں سے خصوصاً محفوظ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا حقیقی خوف و ڈر ہمارے دلوں کو نصیب فرمائیں تاکہ ہم کو تمام گناہوں سے توبہ نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری گذشتہ تقصیرات کو معاف فرمادیں۔ اور ان پر سچے دل سے توبہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمادیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ

اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا، تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔

اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا

اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، اللہ خوب جاننے والا پورا باخبر دار ہے، یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔

وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا

آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو تو

يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کمی نہ کرے گا، بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ بے شک ہم نے پیدا کیا تمہیں	مِّنْ ذَكَرٍ ایک مرد سے	وَّاُنْثٰى اور ایک عورت	وَجَعَلْنٰكُمْ اور بنایا تمہیں		
شُعُوْبًا ذاتیں	وَّقَبَآئِلَ اور قبیلے	لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم ایکدوسرے کی شناخت کرو	اِنَّ اَكْرَمَكُمْ بیشک تم میں سب سے زیادہ عزت والا	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک		
اَتْقٰكُمْ تم میں سب سے بڑا پرہیزگار	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	خَبِيْرٌ باخبر	قَالَتِ کہتے ہیں	الْاَعْرَابُ دیہاتی	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے
قُلْ فرمادیں	لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے	وَلٰكِنْ اور لیکن	قُوْلُوْٓا تم کہو	اَسْلَمْنَا ہم اسلام لائے ہیں	وَلَمَّا اور ابھی نہیں	يَدْخُلِ داخل ہوا
الْاِيْمَانُ ایمان	فِيْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں	وَاِنْ اور اگر	تُطِيْعُوا تم اطاعت کرو گے	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول	
لَا يَلِتْكُمْ تمہیں کمی نہ کریگا	مِّنْ سے	اَعْمَالِكُمْ تمہارے اعمال	شَيْـًٔا کچھ بھی	اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ مہربان

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے ایک دوسرے سے بدگمانی، کسی کے عیوب کی تفتیش اور کسی کی غیبت یعنی بدگوئی کرنے کی ممانعت فرمائی گئی تھی۔ اب چونکہ کسی کی غیبت۔ عیب جوئی۔ اور طعن وتشنیع کا منشا محض کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اس لئے آگے ان آیات میں قرآن پاک نے اس کبر کی بھی جڑ کاٹ دی اور بتلایا کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز وحقیر ہونا کچھ ذات پات۔ خاندان ونسب سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت متقی پرہیزگار ہو اور اللہ سے ڈرنے والا ہو اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ومکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے انسان ایک مرد اور ایک عورت یعنی حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان۔ صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی۔ انصاری سب کا سلسلہ حضرت آدمؑ اور حوا پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ ذاتیں قومیت اور خاندانی تقسیم یہ تو اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت اور پہچان کے لئے مقرر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف۔ فضیلت۔ اور مقبولیت تمام تر ذاتی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے گویا فضیلت کے لحاظ سے اسلام نے انسانی آبادی کی تقسیم صرف دو ہی طبقوں میں رکھی ہے۔ متقی اور غیر متقی اس کے علاوہ اسلام میں حقیقی تقسیم نہ امیر وغریب کی ہے۔ نہ نسلی شریف اور نہ نسلی رذیل کی ہے۔ نہ کالے گورے کی ہے بلکہ صرف متقی اور غیر متقی کی ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور معزز اور بزرگ گھرانے میں پیدا کر دے وہ ایک موہوب شرف ہے اور غیر اختیاری فضل جیسے کسی کو حسین وخوبصورت بنا دیا جائے لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے

لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت کا ٹھہرالیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے ہاں جس کو یہ نسبی شرف حاصل ہو اس کو شکر کرنا چاہئے کہ اللہ نے بلا اختیار وکسب کے یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ اور شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور اور فخر سے باز رہے اور اس نعمت کو برے اخلاق اور بد خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف فرمایا تا کہ سب لوگ دیکھ سکیں اور طواف سے فارغ ہو کر آپ نے خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا۔

"شکر ہے اللہ کا جس نے فخر جاہلیت کو اور اس کے تکبر کو تم سے دور کر دیا۔ اب تمام مسلمانوں کی صرف دو قسمیں ہیں ایک نیک اور متقی جو اللہ کے نزدیک شریف اور محترم ہے دوسرا فاجر شقی جو اللہ کے نزدیک ذلیل وحقیر ہے"۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبآئل لتعارفوا ط ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ط ان اللہ علیم خبیرO

الغرض انسان کی فضیلت۔ شرف اور عزت کا اصلی معیار نسب نہیں بلکہ تقویٰ وطہارت ہے اور متقی آدمی دوسرے کو حقیر کب سمجھے گا۔ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ ظاہری تقویٰ بھی دنیا میں کسی کی شیخی۔ تعلّی اور تفاخر کی بنیاد نہیں بن سکتا کیونکہ تقویٰ اصل میں دل سے ہے اور دل کا حال اللہ تعالیٰ ہی پر روشن ہے کہ کون واقعی کس حد تک متقی ہے اور جو ظاہر میں متقی نظر آتا ہے وہ باطن میں کیسا ہے اور آئندہ کیسا رہے گا؟ تو یہاں دعوے تقدس وتقویٰ سے ممانعت کی طرف اشارہ ہے آگے ایک ایسی ہی خاص جماعت کا ذکر فرمایا گیا جنہوں نے بطور ریا کے اس کا اظہار بھی اور دعویٰ کیا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں اعراب سے مراد قبیلہ بنو اسد کے دیہاتی ہیں کہ قحط شدید کے ایام میں صدقہ لینے کی غرض سے مدینہ طیبہ آئے اور اظہار کیا کہ ہم ایمان لائے مگر دراصل دل میں ایمان اور اللہ و رسول کی اطاعت مقصود نہ تھی۔ لیکن بعض مفسرین نے اعراب سے یہاں عام دیہاتی لوگ مراد لئے ہیں جو اسلام میں داخل ہوتے ہی ایمان کا بڑھا چڑھا دعویٰ کرنے لگتے تھے حالانکہ دراصل ان کے دل میں اب تک ایمان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دعوے سے روکا۔ یہ اعرابی دعویٰ کرتے کہ ہم ایمان لائے اس پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیہاتی جو آپ کے پاس آ کر ایمان لانے کے مدعی ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے یعنی امنا کے بجائے اسلمنا کہو اور باقی ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اس لئے ایمان کا دعویٰ مت کرو۔ لیکن اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا سب باتوں میں کہنا مان لو جس میں یہ بھی داخل ہے کہ دل سے ایمان لے آؤ تو اللہ تمہارے اعمال میں سے جو کہ بعد ایمان کے ہوں گے ذرا بھی کم نہ کرے گا بلکہ سب کا پورا پورا ثواب دے گا کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ کامل مومن کون ہیں اور اگر کامل مومن بنا جائے تو کیسا بنا جائے یہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں حسب ونسب پر فخر کرنے سے بچائیں اور تقویٰ اور پرہیزگاری جو اصل دولت ہے وہ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ تقویٰ پر ثابت قدم رکھیں اور حقیقی ایمان سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ اسلام کے ساتھ ہمیں ایمان کامل بھی نصیب فرمائیں اور اپنی شان غفور الرحیمی سے ہمارے ناقص اعمال قبول فرما کر ثواب کامل عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا، اور اپنے مال اور جان سے خدا کے راستے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۞ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ

میں جہاد کیا، یہ لوگ ہیں سچے۔ آپ فرما دیجئے کہ کیا خدائے تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو، حالانکہ اللہ کو تو سب آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کی خبر ہے،

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۞ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ

اور اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔ یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو،

إِسْلَامَكُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۞ إِنَّ اللَّهَ

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ

يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۞

آسمان اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے، اور اللہ تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے۔

اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	اَلْمُؤْمِنُوْنَ مومن (جمع)	اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کا رسول	ثُمَّ پھر			
لَمْ يَرْتَابُوْا نہ پڑے شک میں وہ	وَجٰهَدُوْا اور انہوں نے جہاد کیا	بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے	وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں سے	فِيْ میں					
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمُ وہ	الصّٰدِقُوْنَ سچے	قُلْ فرمادیں	اَتُعَلِّمُوْنَ کیا تم جتلاتے ہو؟	اللّٰهَ اللہ	بِدِيْنِكُمْ اپنا دین		
وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِكُلِّ ہر ایک	شَيْءٍ چیز	
عَلِيْمٌ جاننے والا	يَمُنُّوْنَ وہ احسان رکھتے ہیں	عَلَيْكَ آپ پر	اَنْ کہ	اَسْلَمُوْا وہ اسلام لائے	قُلْ فرمادیں	لَا تَمُنُّوْا نہ احسان رکھو تم			
عَلَيَّ مجھ پر	اِسْلَامَكُمْ اپنے اسلام لانے کا	بَلِ اللّٰهُ بلکہ اللہ	يَمُنُّ احسان رکھتا ہے	عَلَيْكُمْ تم پر	اَنْ هَدٰىكُمْ کہ اس نے ہدایت دی تمہیں				
لِلْاِيْمَانِ ایمان کی طرف	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	غَيْبَ السَّمٰوٰتِ پوشیدہ باتیں آسمانوں کی			
وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاللّٰهُ اور اللہ	بَصِيْرٌ دیکھنے والا	بِمَا وہ جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو					

تفسیر و تشریح: یہ سورۂ حجرات کی آخری اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ حسب و نسب کوئی فخر کرنے کی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے جاری کیا اور مختلف قومیں اور خاندان جو بنائے تو وہ محض باہم شناخت اور ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے بنائے نہ کہ فخر و تکبر کے لئے۔ پھر بتلایا گیا تھا کہ بڑائی اور بزرگی اللہ کے نزدیک تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہے نہ کہ حسب و نسب پر۔ اور تقویٰ چونکہ دل سے تعلق رکھنے والی چیز ہے اس لئے اس کا حال اللہ تعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے کہ کون واقعی متقی ہے اور کس درجہ کا۔ اس لئے تقویٰ بھی ایسی چیز نہیں کہ کوئی اس پر فخر کرے اور دعویٰ اپنے متقی اور مقدس ہونے کا کرے۔ اسی سلسلہ میں قبیلہ بنی اسد کے بعض دیہاتیوں کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قحط کے زمانہ میں آئے اور کہا کہ ہم مومن ہیں اور دیکھئے دوسرے قبائل کی طرح ہم نے آپ کی مخالفت نہیں کی۔ ہمارے ساتھ ہمارے

اہل وعیال بھی ہیں۔غرض ان کی یہ تھی کہ آپ ہمارے ممنون ہوکر ہماری مدد کریں۔اس پرحق تعالیٰ کی طرف سے ان دیہاتیوں کو کہا گیا تھا کہ تم آمنا کہہ کر دعوے ایمان مت کرو بلکہ اسلمنا کہہ سکتے ہو کہ مخالفت چھوڑ کر آپ کے مطیع ہو گئے۔انہی بنی اسد کے دیہاتیوں کوان کے دعوے ایمان کرنے پران آیات میں جتلایا جاتا ہے کہ کامل مومن کون ہیں اوراگرتم کو کامل مومن بننا ہے تو کیسے بنو۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سچے اور پکے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ اور رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو اوران کی راہ میں ہرطرح جان و مال سے حاضر رہے یعنی اپنے مالوں کو بھی اوراپنی جانوں کو بھی راہ خدا میں جس میں جہاد بھی شامل ہے خرچ کرتے ہیں یہ سچے لوگ ہیں جو کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایمان لائے یہ ان لوگوں کی طرح نہیں جو صرف زبان ہی سے ایمان کا دعویٰ کر کے رہ جاتے ہیں۔تو یہاں مومنوں یعنی کامل ایمان والوں کی تین صفات بتلائی گئیں ایک یہ کہ وہ اللہ اوراس کے رسول پرایمان رکھتے ہیں اوردل سے یقین رکھتے ہیں۔دوسرے یہ کہ اس خالص تصدیق اور کامل یقین پر پوری طرح جم جاتے ہیں اور جمے ہی رہتے ہیں اوراس میں شک وتردد میں نہیں پڑتے اور تیسرے یہ کہ اللہ کے دین کے لئے جان و مال کی قربانی پیش کرتے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ اگر یہ تینوں باتیں کسی میں موجود نہ ہوں تو وہ کامل الایمان نہیں کہلایا جاسکتا گو وہ زبانی کیسے ہی اسلام اورایمان کے بلند دعوے کرتا ہو۔آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر واقعی سچا دین وایمان اور کامل یقین تم کو حاصل ہے تو اپنے کہنے اور جتلانے سے کیا ہوگا؟ جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبردار ہے۔اورایسا جاننے والا ہے کہ زمین وآسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیہاتی جو اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان مت رکھو۔تم جو اسلام قبول کرو گے میری اطاعت وفرمانبرداری کرو گے اور میری دین میں مدد کرو گے تو اس کا نفع تمہیں کو ملے گا تمہارے اسلام نہ لانے سے میرا کیا ضرر ہے اوراگر واقعی تم دعوے ایمان واسلام میں سچے ہو تو یہ تمہارا احسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ایمان کی طرف آنے کا راستہ دیا اور دولت اسلام سے سرفراز کیا۔گویا خاتمہ سورت پرمتنبہ کردیا گیا کہ اگرتم کو قرآنی ہدایات اوراسلامی تعلیمات پرکاربند ہونے کی توفیق نصیب ہو تو اس کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعام واحسان کا شکر ادا کرو جس نے تم کوایسی توفیق عطا فرمائی۔سورۃ کے خاتمہ پرفرمایا کہ دلوں کے بھید اور ظاہر کا عمل سب کو خدا خوب جانتا ہے اوراسی کے موافق تم کو جزا اور بدلہ دے گا پھراس کے سامنے دعوے اور باتیں بنانے سے کیا فائدہ۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ خالی خولی زبانی ایمان و اسلام کے دعوے اور لن ترانی نہ مطلوب ہے نہ محمود ہے بلکہ حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ اور رسول پرایمان لائے جس کی پہچان اور شناخت یہی ہے کہ اللہ اوراس کے رسول نے جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پرعمل پیرا ہو اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے قطعاً گریز ہو۔یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول تو کہے کہ شراب قطعاً حرام ہے۔ہم کہیں کہ غیرملکیوں کی مہمانداری کرنی بھی تو ضروری ہے اللہ اوراس کا رسول تو کہے کہ سود یکسر حرام ہے ہم کہیں کہ سودی لین دین چھوڑ کر پھر "ترقی" کیسے ہوگی اور یورپ وامریکہ کے بے دین ملکوں میں ہماری عزت اور ساکھ کیسے بنے گی۔اللہ اوراس کا رسول تو کہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو۔زانی کو کوڑے اور رجم یعنی سنگساری کی سزا دو۔ہم کہیں کہ اس ترقی اور تہذیب کے زمانہ میں یہ سزائیں کیسے دی جاسکتی ہیں۔یورپ والے ہم کو ظالم اور بے رحم کہیں گے۔اللہ اور رسول تو کہیں کہ مالدار پرحج فرض ہے اگر استطاعت ہوتے ہوئے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مگر ہم کہیں کہ حج کی عام اجازت کیسے دی جاسکتی ہے جبکہ ملک کی دولت غیرملک میں خرچ کرنے سے زرمبادلہ کی مشکلات پیش آتی ہیں تو یہ ایمان اوراسلام خوب ہے کہ ایک ایک بات میں اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف اور ضد پرعمل ہو اور دعویٰ ہو کہ ہم اللہ اوراس کے رسول پرایمان رکھتے ہیں۔واضح ہو کہ یہ درس اب سے قریب ۱۷ سال پہلے یعنی ۱۹۶۹ کا

لکھا ہوا ہے جس وقت ملک میں یہی حالت تھی۔ تو جیسا کہ ان آیات سے صاف معلوم ہوا حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ اور رسول پر ایمان و یقین ہو۔ اور دوسری بات یہ کہ اس ایمان و یقین میں شک وشبہ اور تردد نہ ہو اور تیسری بات حقیقت ایمان کے لئے یہ فرمائی کہ دین کی بلندی کے لئے اللہ کے نام کی بڑائی اور عظمت کے لئے اپنے جان و مال کی قربانی کرنا۔ اپنی چاہت کے حال کو اللہ کے راستہ میں قربان کرنا اور اپنی عزیز جان کو اللہ کی رضا میں لگانا اور فدا کرنا تو کھرے کھوٹے ایمان کی کسوٹی ہے

یہ آیت انما المؤ منون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یر تابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ ط اولئک ھم الصدقون. ایمان والے تو وہی ہیں کہ جو۔

۱-اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے

۲- پھر انہوں نے کسی طرح شک وشبہ نہیں کیا

۳-اور اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کرتے رہے وہی سچے بھی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھی اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی حقیقی ایمان و اسلام نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک کی سچی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ہمارے دلوں کو شکوک وشبہات سے پاک فرمائیں۔

یا اللہ اپنے دین کے لئے اور اپنی رضا کے لئے ہمیں اپنا جان مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ آپ نے ہم کو اسلام عطا فرما کر ہم پر بڑا احسان وانعام فرمایا۔

اے اللہ ہم کو اس نعمت کی قدر وعظمت عطا فرما اور ہم کو اسی اسلام پر تا زیست قائم رکھ اور اسی پر موت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۞ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا

قٓ قسم ہے قرآن مجید کی۔ بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ڈرانے والا آ گیا سو کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ

شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۞ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۞ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ

عجیب بات ہے۔ جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے۔ ہم اُن کے اُن اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی کم کرتی ہے،

مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۞ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۞

اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے۔ بلکہ سچی بات کو جبکہ وہ ان کو پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں۔

قٓ قاف	وَالْقُرْاٰنِ قسم ہے قرآن	الْمَجِيْدِ مجید	بَلْ بلکہ	عَجِبُوْٓا انہوں نے تعجب کیا	اَنْ کہ	جَآءَهُمْ ان کے پاس آیا	مُّنْذِرٌ ایک ڈرسنانے والا	
مِّنْهُمْ ان میں سے	فَقَالَ تو کہا	الْكٰفِرُوْنَ کافروں	هٰذَا یہ	شَيْءٌ شے	عَجِيْبٌ عجیب	ءَاِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر گئے	وَكُنَّا اور ہو گئے	
تُرَابًا مٹی	ذٰلِكَ یہ	رَجْعٌ دوبارہ لوٹنا	بَعِيْدٌ دور	قَدْ عَلِمْنَا تحقیق ہم جانتے ہیں	مَا تَنْقُصُ جو کچھ کم کرتی ہے	الْاَرْضُ زمین		
مِنْهُمْ ان میں سے	وَعِنْدَنَا اور ہمارے پاس	كِتٰبٌ حَفِيْظٌ محفوظ رکھنے والی کتاب	بَلْ كَذَّبُوْا بلکہ انہوں نے جھٹلایا	بِالْحَقِّ حق کو				
لَمَّا جَآءَهُمْ جب وہ آیا ان کے پاس	فَهُمْ پس وہ	فِيْٓ اَمْرٍ ایک بات میں	مَّرِيْجٍ الجھی ہوئی					

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب ۲۶ ویں پارہ کی سورہ قٓ کا بیان ہو رہا ہے اور یہیں سے قرآن پاک کی ساتویں منزل جو آخری منزل ہے شروع ہوتی ہے۔ اس وقت اس سورہ قٓ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام وزمانہ نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتدا ہی حرف قٓ سے ہوئی ہے جو مقطعات قرآنی میں سے ہے۔ اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام قٓ مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے اور مکی دور کے ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۵۰ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۴ لکھا ہے یعنی ۵۳ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۶۰ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۴۵ آیات ۳ رکوعات۔ ۳۷۶ کلمات اور ۱۵۲۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں عقائد سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں۔ سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی گئی کہ یہ ایک عظیم الشان کتاب ہے اور جو کچھ اس میں قیامت۔ حشر نشر وغیرہ کے بارہ میں بتلایا گیا ہے وہ سراسر حق ہے لیکن مخالفین محض ہٹ دھرمی سے کام لے کر ان باتوں کا ناحق انکار کرتے ہیں چنانچہ کفار ومنکرین کہتے کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہم دوبارہ کیونکر زندہ ہوں گے۔ کفار کے ان اشکالات کا جواب دیتے ہوئے بتلایا گیا کہ یہ مانا کہ انسان مر کر مٹی ہو جائے گا اور اس کے اجزا زمین میں بکھر جائیں

گے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اس کے بدن کا ذرہ ذرہ کہاں ہے اس لئے ہر جگہ سے سمیٹ کران اجزاء کو پھر اکٹھا کر کے انسان کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کیا جاوے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگا اور اس کی قدرت کی نشانیاں اب بھی دنیا میں ظاہر ہیں آسمان کی طرف دیکھو اتنی بڑی چھت بغیر کسی ستون اور سہارے کے کس طرح کھڑی ہے اور کس طرح ستارے جگمگاتے ہیں پھر اس آسمان میں نہ کوئی سوراخ نظر آتا ہے نہ کوئی دراڑ نظر آتی ہے۔ پھر زمین کو دیکھو کہ کس طرح دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور وزنی پہاڑ اس پر جمے ہوئے ہیں اور قسم قسم کی چیزیں اس زمین سے اگ رہی ہیں۔ پھر آسمان سے بارش ہوتی ہے مردہ خشک زمین زندہ ہو کر ہری بھری ہو جاتی ہے اور اس میں جان پڑ جاتی ہے اسی طرح انسان بھی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہو جائے گا۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر کے کسی نے بھی اچھا پھل نہ پایا بلکہ انکار کرنے والے بری طرح ہلاک ہوئے چنانچہ پہلے قوم نوح۔ اصحاب الرس۔ عاد۔ ثمود۔ قوم فرعون۔ قوم لوط۔ اصحاب الایکہ۔ اور قوم تبع ہر ایک نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تکذیب کرنے والے ہلاک کر دیئے گئے۔ اس لئے لوگوں کو گذشتہ قوموں کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ پھر خود انسان کی پیدائش اور اس کے متعلق خدائی قدرت کا اظہار کیا گیا کہ یہ انسان آپ ہی آپ نہیں بن گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ارادہ سے پیدا کیا ہے اور اس کے قول وفعل کے نگران دو فرشتہ اس کے ساتھ لگا دیئے ہیں جو اس کی نیکی اور بدی فوراً لکھتے رہتے ہیں اور آخر ایک وقت اس انسان پر ایسا آنا ہے کہ جب اس پر موت کی بے ہوشی طاری ہوتی ہے اور موت کا آنا یقینی ہے پھر جب انسان کو موت آ گئی اور اس کی دنیا کی زندگی ختم ہو گئی تو اس کے بعد ایک وقت آئے گا کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی اس وقت تمام انسان جہاں بھی ہوں گے پھر زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ ہولناک دن شروع ہو جائے گا جس سے تمام اللہ کے نبی اور رسول ڈراتے چلے آئے ہیں قیامت میں انسان اپنے اعمال کے مطابق دوزخ میں جائے گا یا جنت میں۔ پھر جنت و جہنم کی کچھ کیفیت بیان کی گئی اور بتلایا گیا کہ انسان اللہ سے منہ موڑ کر دنیا میں جن کو اپنا ساتھی بنا رہا ہے۔ وہ قیامت کے دن اس کے کچھ کام نہ آئیں گے وہاں تو اسی کی نجات ہوگی جو دنیا میں بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہے گا اور دل سے اللہ کی طرف رجوع کرتا رہے گا اور اس سے غافل نہ ہوگا۔ سورۃ کے خاتمہ پر فرمایا گیا کہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتے ہیں اور وہی موت دیتے ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہوگا اور گو یہ منکرین ان باتوں کو نہ مانیں مگر حقیقت یہ ہے کہ سب کو ایسا ہی جمع ہونا ہے اور یہ اللہ کے نزدیک کچھ مشکل بات نہیں بلکہ بڑی آسان بات ہے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا کہ آپ کو ان منکرین سے زبردستی بات منوانے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے آپ کا کام اچھی طرح سمجھا کر کہہ دینا ہے آگے کوئی مانے یا نہ مانے۔ پس آپ قرآن پڑھ پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیں گو نصیحت وہی حاصل کرے گا جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہو یہ ہے خلاصہ اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اب ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو سورۃ کی ابتداق جو حروف مقطعات میں سے ہے فرمائی گئی جس کے حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ پھر قرآن کریم کی عظمت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے اس کی قسم کھا کر بتلایا گیا کہ اس قرآن کی بزرگی اور عظمت شان کا کیا کہنا لیکن اس کے باوجود منکرین پھر بھی اس کو قبول نہیں کرتے اور یہ اس لئے نہیں کہ ان کے پاس اس کے خلاف کوئی حجت و برہان ہے بلکہ محض اپنے جہل وحماقت سے اس پر تعجب کرتے ہیں کہ ان ہی کے خاندان۔ قبیلہ اور نسل کا ایک آدمی ان کی طرف رسول ہو کر آیا اور بڑا بن کر سب کو نصیحتیں کرنے لگا اور بات بھی ایسی عجیب کہی جسے کوئی باور نہ کر سکے۔ بھلا جب ہم مر کر مٹی ہو گئے کیا پھر زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے۔ یہ واپسی تو عقل سے بہت دور اور ہماری سمجھ سے بعید ہے کفار کے ان اشکالات کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے علم میں ہے کہ بدن کے اجزا

تحلیل ہوکر جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہیں اس کو قدرت ہے کہ ہر جگہ سے اجزاء اصلیہ کو جمع کر کے ڈھانچہ کھڑا کر دے اور دوبارہ جان اس میں ڈال دے اور یہی نہیں کہ آج سے معلوم ہے بلکہ اللہ کا علم قدیم ہے اور قبل وقوع ہی سب اشیاء کے حالات ایک کتاب میں جو لوح محفوظ کہلاتی ہے لکھ دیئے تھے اور اب تک وہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس موجود چلی آتی ہے جس میں ذرا کی بیشی نہیں ہوسکتی تو یہ منکرین بلاوجہ تعجب میں ہیں اور یہ تعجب ہی نہیں بلکہ کھلی ہوئی تکذیب ہے۔ اللہ کے رسول کا انکار۔ قرآن کا انکار۔ مرکر دوبارہ زندہ ہونے کا انکار۔ غرض ہر چیز کو جھٹلاتے ہیں اور عجیب الجھی ہوئی باتیں کرتے ہیں۔ بے شک جو شخص سچی باتوں کو جھٹلاتا ہے اسی طرح شک واضطراب کی الجھنوں میں پڑا رہتا ہے۔

یہاں آیت میں جو فرمایا گیا ہے وعندنا کتب حفیظ ۝ اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے تو اس کتاب سے مفسرین نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ مراد ہے لوح محفوظ جس کو ام الکتٰب بھی کہا گیا ہے کیا ہے؟ کیسی ہے؟ درحقیقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ بس مراد اللہ تعالیٰ کی علمی کتاب ہے جسمیں ہر چیز موجود ہے سابق ولاحق۔ حاضر و غائب کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں۔ جسطرح لوح اپنی تحریر کو ظاہر کر دیتی ہے واقعات گزر جاتے ہیں لوح پر تحریر باقی رہتی ہے اور اپنے مضمون کو ظاہر کرتی رہتی ہے۔ (لغات القرآن جلد ۵)

آگے ذکر ہے قدرت الٰہی کا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو یہ عظمت والی عظیم الشان کتاب عطا فرمائی ہے ہم کو اس نعمت کی قدردانی اور شکرگذاری کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اس کے احکام وقوانین پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ہمیں اپنی عظمت والی کتاب قرآن کریم کی حقیقی عظمت عطا فرما دے اور ہمیں اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے کی توفیق نصیب فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضَ

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر کی طرف آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ نہیں۔ اور زمین کو

مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ

ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیزیں اُگائیں۔ جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا

لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝

ہر رجوع ہونے والے بندے کیلئے۔ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا پھر اس سے بہت سے باغ اُگائے اور کھیتی کا غلہ

وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۖ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝

اور لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ بندوں کے رزق دینے کیلئے اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح زمین سے نکلنا ہوگا۔

أَفَلَمْ يَنظُرُوا تو کیا وہ نہیں دیکھتے؟	إِلَى السَّمَاءِ آسمان کی طرف	فَوْقَهُمْ ان کے اوپر	كَيْفَ کیسے	بَنَيْنَاهَا بنایا اسکو	وَزَيَّنَّاهَا اور اس کو آراستہ کیا			
وَمَا لَهَا اور اس میں نہیں	مِن کوئی	فُرُوجٍ شگاف	وَالْأَرْضَ اور زمین	مَدَدْنَاهَا ہم نے پھیلایا	وَأَلْقَيْنَا اور ڈالے جمائے	فِيهَا اس میں		
رَوَاسِيَ پہاڑ (جمع)	وَأَنبَتْنَا اور اُگائے	فِيهَا اس میں	مِن سے۔کے	كُلِّ زَوْجٍ ہر قسم	بَهِيجٍ خوشنما	تَبْصِرَةً ذریعہ بینائی	وَذِكْرَىٰ اور نصیحت	
لِكُلِّ لئے۔ہر	عَبْدٍ مُّنِيبٍ رجوع کرنیوالا بندہ	وَنَزَّلْنَا اور ہم نے اتارا	مِنَ السَّمَاءِ آسمان سے	مَاءً پانی	مُّبَارَكًا بابرکت	فَأَنبَتْنَا پھر ہم نے اُگائے		
بِهِ اس سے	جَنَّاتٍ باغات	وَحَبَّ اور دانہ (غلہ)	الْحَصِيدِ کاٹنے (کھیتی)	وَالنَّخْلَ اور کھجور کے درخت	بَاسِقَاتٍ بلند و بالا	لَّهَا جن کے	طَلْعٌ خوشے	
نَّضِيدٌ تہ بتہ	رِّزْقًا رزق	لِّلْعِبَادِ بندوں کیلئے	وَأَحْيَيْنَا اور ہم نے زندہ کیا	بِهِ اس سے	بَلْدَةً شہر (زمین)	مَّيْتًا مردہ	كَذَٰلِكَ اسی طرح	الْخُرُوجُ نکلنا

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں کفار و منکرین کا قول نقل فرمایا گیا تھا کہ جو یہ کہتے تھے کہ بھلا مر جانے کے بعد جب ہم مٹی ہو گئے تو پھر دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے یعنی وہ حشر نشر کو ناممکن سمجھتے تھے۔ تو اس کا ایک جواب وہاں دیا گیا تھا کہ بدن کے اجزا تحلیل ہو کر جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں اور اس کو قدرت حاصل ہے کہ وہ انسانی بدن کے ایک ایک ذرہ کو جہاں کہیں بھی وہ ہو انہیں جمع کر کے دوبارہ اس میں زندگی ڈال دے دوسرا جواب ان آیات میں دیا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اس کو ناممکن خیال کرتے ہیں دراصل ان منکرین نے اللہ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔ یہ لوگ جس چیز کو ناممکن خیال کرتے ہیں پروردگار عالم اس سے زیادہ بڑھے چڑھے اپنی قدرت کے نمونے سامنے رکھ کر فرماتا ہے کہ ایک آسمان ہی کو دیکھ لو جو ان کے سر پر ہر طرف چھایا ہوا ہے نہ بظاہر اس میں کوئی کھمبا نظر آتا ہے نہ ستون و سہارا تو اتنا بڑا عظیم الشان جسم کیسا مضبوط اور محکم کھڑا ہوا ہے اور رات کو جب اس پر ستاروں کی قندیل روشن ہوتی ہے تو یہ آسمان کس قدر پر رونق اور خوبصورت نظر آتا ہے پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس گذر گئے نہ اس چھت میں کہیں سوراخ ہوا۔ نہ کوئی حصہ ٹوٹا پھٹا۔ نہ رنگ خراب ہوا آخر وہ کس کی قدرت ہے جس نے یہ مخلوق بنائی اور پھر بنا کر اس کی ایسی حفاظت کی۔ پھر آسمان کے بعد زمین کی صناعی کی طرف توجہ دلائی کیا یہ منکرین زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس قدر دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور کس طرح اس پر بڑے بڑے وزنی اور بھاری بھر کم پہاڑ جمے ہوئے ہیں اور اس

زمین میں سے کس طرح طرح کی خوشنما اور دلفریب چیزیں پھل پھلار۔ میوے۔ غلہ ترکاری سبزی وغیرہ اگتی ہیں۔ یہ چیزیں ہر ایک کی آنکھوں کے سامنے ہیں اور اس آسمان وزمین کی تخلیق و تنظیم میں دانائی اور بینائی کے کتنے سامان ہیں جن میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان صحیح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے اور ان باتوں کو یاد دلانے والی ہیں جنہیں انسان غفلت میں پڑ کر بھول گیا ہے۔ پھر ایسی روشن نشانیوں کی موجودگی میں بھی یہ منکرین کیونکر حق کو جھٹلانے کی جرأت کرتے ہیں۔ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس پر بھی غور کرو کہ اللہ نے نفع دینے والا پانی آسمان سے برسا کر زمین سے باغات اگائے جن میں میوہ دار درخت پھولتے اور پھلتے ہیں اور کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں جو کاٹی جاتی ہیں اور جن کے اناج کھلیان میں ڈالے جاتے ہیں اور کھجور کے اونچے اونچے درخت اگادیے جو بھرپور میوے لاتے ہیں اور کھجوروں کے گچھوں سے لدے رہتے ہیں۔ یہ سب سامان اللہ نے اپنے بندوں کے رزق کے لئے کیا ہے اور یہی پانی ہے کہ جب برستا ہے تو مردہ خشک زمین میں جان پڑ جاتی ہے اور خشک سوکھی ہوئی زمین پھر تروتازہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے اور سوکھے چٹیل میدان سرسبز ہو جاتے ہیں تو ان سب چیزوں پر غور کرنے سے اللہ کی قدرت صاف نظر آتی ہے خاص کر پانی سے مردہ زمین میں دوبارہ جان پڑتی دیکھ کر تو کسی عقلمند کو اس میں شبہ نہ رہنا چاہئے کہ اسی طرح انسان مردہ ہو کر پھر دوبارہ زندہ ہوگا جس طرح بارش ہونے پر خشک زمین کو از سرنو سرسبز شاداب ہوتے دیکھتے ہو اسی طرح حکمت الٰہی اور قدرت خداوندی مردہ انسانوں کو بھی زمین سے نکال کھڑا کرے گی۔ اس کا ناممکن ہونا تو الگ رہا اس میں تعجب کی بھی کیا بات ہے۔ کیا قدرت کی یہ نشانیاں نہیں بتلاتیں کہ بلا شک وشبہ وہ قادر تمام باتوں پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

صرف یہیں اس سورت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں متعدد جگہ حق تعالیٰ نے اپنی لامحدود قدرت کو جاننے اور اس سے حق تعالیٰ کے وجود کو پہچاننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے لئے انسانوں کو اپنی مخلوقات اور مصنوعات میں غور وفکر کرنے کے لئے فرمایا۔ اور اسی کو ذریعہ بتلایا **تبصرۃ وذکریٰ لکل عبد منیب o** یعنی ہر ایسے شخص کے لئے جو اللہ کی قدرت کی معرفت حاصل کرنا چاہے وہ اس غرض کے لئے اللہ کی مصنوعات میں فکر کرنے کی طرف متوجہ ہو یہی ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے۔ تو یہاں حشر و نشر اور بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر کفار ومشرکین مکہ کو یہ جواب دیا گیا کہ انسان اپنے محدود علم وقدرت وبصیرت پر اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اور غیر متناہی علم اور قدر کو قیاس کر کے اس گمراہی میں پڑتا ہے کہ قیامت اور حشر ونشر کا انکار کرتا ہے خلاصہ یہ کہ یہاں ثابت کیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان وزمین جیسی بڑی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو ایک مردہ کو دوبارہ زندہ کردینے پر اس کو قدرت کیوں نہ ہو گی۔ ضرور ہوگی اور اس میں تعجب اور تکذیب کی کیا بات ہے۔

اب آگے منکرین ومکذبین کو وعید سنائی جاتی ہے اور گذشتہ بعض مشہور قوموں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جنہوں نے انکار قیامت سے اپنے رسولوں کی تکذیب کر کے اپنے سر عذاب مول لیا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ نے ہماری پرورش کیلئے دنیا میں طرح طرح کے سامان رزق عطا فرمائے ہیں۔ اپنی ان نعمتوں کا شکر گذار اور قدردان بنا کر زندہ رکھئے اور ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿١٢﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۙ

ان سے پہلے قوم نوح اور اصحب الرّس اور ثمود۔ اور عاد اور فرعون اور قوم لوط

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿١٤﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ

اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع تکذیب کر چکے ہیں، سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید محقق ہوگئی۔ کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے،

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ښ

بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شبہ میں ہیں۔ اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں،

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ

اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ۔ جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں جو کہ داہنی اور بائیں طرف

قَعِيْدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾ وَجَاۗءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ

بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔ اور موت کی سختی حقیقۃً آ پہنچی،

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾

یہ وہ چیز ہے جس سے بدکتا تھا۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمُ نُوْحٍ نوح کی قوم	وَ اور	اَصْحٰبُ الرَّسِّ اہل رس	وَثَمُوْدُ اور ثمود	وَعَادٌ اور عاد	وَفِرْعَوْنُ اور فرعون
وَاِخْوَانُ اور بھائی (جمع)	لُوْطٍ لوط	وَاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ اور اہلِ ایکہ (بن کے رہنے والے)	وَقَوْمُ تُبَّعٍ اور قوم تبع	كُلٌّ كَذَّبَ سب نے جھٹلایا			
الرُّسُلَ رسولوں	فَحَقَّ پس ثابت ہوگیا	وَعِيْدِ وعدہ عذاب	اَفَعَيِيْنَا تو کیا ہم تھک گئے	بِالْخَلْقِ پیدا کرنے سے	الْاَوَّلِ پہلی بار	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	
فِيْ لَبْسٍ شک میں	مِنْ سے	خَلْقٍ جَدِيْدٍ پیدا کرنا از سرنو	وَلَقَدْ خَلَقْنَا اور تحقیق ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	وَنَعْلَمُ اور ہم جانتے ہیں		
مَا تُوَسْوِسُ جو وسوسے گزرتے ہیں	بِهٖ اس کے	نَفْسُهٗ اس کا جی	وَنَحْنُ اور ہم	اَقْرَبُ بہت قریب	اِلَيْهِ اس کے	مِنْ سے	
حَبْلِ الْوَرِيْدِ رگِ گردن (شہ رگ)	اِذْ يَتَلَقَّى جب لیتے (لکھ لیتے) ہیں	الْمُتَلَقِّيٰنِ دو لینے (لکھ لینے) والے	عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں سے	وَ اور			
عَنِ الشِّمَالِ بائیں سے	قَعِيْدٌ بیٹھا ہوا	مَا يَلْفِظُ اور نہیں نکالتا	مِنْ قَوْلٍ کوئی بات	اِلَّا مگر	لَدَيْهِ اس کے پاس	رَقِيْبٌ ایک نگہبان	عَتِيْدٌ تیار بیٹھا ہوا
وَ اور	جَآءَتْ آگئی	سَكْرَةُ الْمَوْتِ موت کی بے ہوشی	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	ذٰلِكَ یہ	مَا كُنْتَ جس سے تو تھا	مِنْهُ اس سے	تَحِيْدُ بھاگتا (بدکتا)

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین کے قیامت و حشر و نشر کے بارہ میں اشکالات نقل فرما کر ان کے جوابات ارشاد فرمائے گئے تھے اور بتلایا گیا تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بارش کے پانی سے مردہ یعنی خشک زمین کو زندہ اور سرسبز فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح مردہ انسان دوبارہ زندہ ہو کر زمین سے اٹھ کھڑے ہوں گے اس لئے قیامت میں مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر نہ تعجب ہونا چاہئے نہ انکار مگر ضدی و ہٹ دھرم کفار مکہ کہاں ماننے والے تھے۔ اس لئے ان کو انکار و تکذیب پر وعید سنائی جاتی ہے کہ پہلے بھی بہت سی مشہور قومیں اور امتیں اپنے رسولوں کا انکار

اوران کی باتوں کی تکذیب کر چکی ہیں مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ ان پر عذاب خداوندی نازل ہوا اور وہ ہلاک کیئے گئے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ ان کفار مکہ سے پہلے قوم نوح نے اور اصحاب الرس نے اور قوم ثمود اور قوم عاد اور قوم فرعون اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع یہ سب بھی اپنے رسولوں کی اور ان کی باتوں کی جو وہ قیامت وحشر ونشر کے بارہ میں بتلاتے تھے انکار وتکذیب کر چکی ہیں۔ ان تمام اقوام کے قصے سورہ حجر سورہ فرقان اور سورہ دخان وغیرہ میں گزر چکے ہیں۔ تو ان تمام امتوں کو ان کی سرکشی وکفر اور مخالفت حق کا نتیجہ وہی ملا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا یعنی عذاب خداوندی سے ہلاک کر دیے گئے تو اہل مکہ اور دیگر مخاطبین کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس انکار وتکذیب کی بدخصلت سے پرہیز کرنا چاہئے اور باز آجانا چاہئے ورنہ ایسا نہ ہو کہ عذاب کا کوڑا ان پر بھی برس پڑے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اول بار میں عدم محض سے تو تمام مخلوق اور چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ کا ہونا یہ بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر کیا ان منکرین کا یہ خیال ہے کہ اب اللہ کی قدرت تخلیق جواب دے گئی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ اول بار مخلوق کو پیدا کر کے (معاذ اللہ) تھک گئے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر وہ انسانوں کے دوسری بار پیدا کرنے میں شبہ کیوں کرتے ہیں جو ایک بار پیدا کر سکتا ہے وہ مٹا کر دوسری بار بھی پیدا کر سکتا ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس انسان کو اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے ارادہ سے پیدا کیا ہے یہ نہ آپ ہی آپ بن گیا اور نہ کسی دوسرے نے اسے پیدا کیا اور پھر اس کو پیدا کر کے یہ نہیں کہ چھوڑ دیا اور بے خبر ہو گئے۔ نہیں بلکہ اس کے ہر قول وفعل سے اللہ تعالیٰ خبردار ہیں حتیٰ کہ جو وساوس وخطرات انسان کے دل میں گزرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی واقف ہیں اور وہ انسان سے اتنے قریب ہیں کہ اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں اور پھر یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل کے خطرات ووساوس کو جانتے ہیں اور انسان کی شہ رگ سے زیادہ اس کے نزدیک ہیں بلکہ دو فرشتے بھی خدا کے حکم سے ہر وقت اس کی تاک میں لگے رہتے ہیں اور جو لفظ انسان کے منہ سے نکلے وہ لکھ لیتے ہیں دائیں طرف والا نیکی لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بدی۔ ادھر انسان نے کچھ کیا یا کہا ادھر ان میں سے کوئی ایک فوراً لکھ لیتا ہے اور وہ اس کے اعمال کی تاک میں تیار بیٹھا رہتا ہے کہ ادھر اس نے کچھ کیا یا کہا ادھر اس نے جھٹ لکھ لیا۔ آخر ایک وقت انسان پر ایسا آتا ہے کہ وہ نہ کچھ کہہ سکتا ہے اور نہ کر سکتا ہے اور اس پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور موت کی علامتیں شروع ہو جاتی ہیں اس وقت وہ سب سچی باتیں نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں جن کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی تھیں۔ یہ پیش آنا ہر انسان کے لئے قطعی یقینی ہے۔ آگے انسان کو براہ راست خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے انسان یہی موت ہے جس سے تو بچتا تھا اور کتراتا تھا اور بہت کچھ تو نے اس کو ٹلانا چاہا اور اس وقت سے بہت کچھ بھاگتا رہا پر یہ گھڑی ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ کھڑی ہوئی کوئی تدبیر وحیلہ دفع الوقتی کا نہ چل سکا۔

یہاں آیت میں جو فرمایا گیا نحن اقرب الیه من حبل الورید o کہ ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں تو اس کا جمہور مفسرین نے یہی مطلب لیا ہے کہ قرب سے مراد قرب علمی اور احاطہ علمی ہے۔ قرب مسافت مراد نہیں۔ اور شہ رگ ہر جاندار میں خون کی وہ رگیں ہیں جو جاندار کے دل سے نکلتی ہیں جن پر انسان وحیوان کی زندگی موقوف ہے یہ رگیں کاٹ دی جائیں تو جاندار کی روح نکل جاتی ہے خلاصہ مطلب اس جملہ کا یہی ہوا کہ جس چیز پر انسان کی زندگی موقوف ہے اللہ تعالیٰ اس چیز سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں یعنی اس کی ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔

پھر ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالتا جس کو یہ نگران فرشتے محفوظ نہ کر لیتے ہوں اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

''انسان بعض اوقات کوئی کلمہ خیر بولتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے مگر یہ اس کو معمولی بات سمجھ کر بولتا ہے۔ اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب کہاں تک پہنچا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے

اپنی رضائے دائمی قیامت تک کی لکھ دیتے ہیں۔اسی طرح کوئی کلمہ انسان اللہ کی ناراضی کا معمولی سمجھ کر زبان سے نکال دیتا ہے اور اس کو گمان نہیں ہوتا کہ اس کا گناہ اور وبال کہاں تک پہنچے گا۔اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص سے اپنی دائمی ناراضی قیامت تک کے لئے لکھ دیتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبانوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رضامندی کے کلمات ہماری زبان سے نکلنا نصیب فرمائیں۔

اب آگے موت کے بعد جو قیامت اور حشر نشر واقع ہوگا اس سے بعض واقعات بیان فرمائے جاتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور کفر وشرک سے بچا کر ہم کو ایمان واسلام کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ نافرمان قوموں کی خصلت واعمال سے ہم کو بچایئے اور ہم کو کامل اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہمارے اقوال واعمال میں حفاظت فرمایئے اور وہ اعمال واقوال جو آپ کی رضا کے باعث ہوں ہمارے لئے آسان اور سہل فرما دیجئے اور وہ اعمال واقوال جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں ہم سے محال وناممکن کر دیجئے اور اُن سے کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ موت کی سختی ہمارے لئے آسان فرمایئے گا اور ایمان واسلام کی موت ہم سب کو نصیب فرمایئے گا۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ⁽²⁰⁾

اور صور پھونکا جاوے گا، یہی دن ہوگا وعید کا۔

وَنُفِخَ اور پھونکا گیا	فِي الصُّوْرِ صور میں	ذٰلِكَ یہ	يَوْمُ الْوَعِيْدِ وعید کا دن

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اے انسان موت کی بے ہوشی تجھ پر یقیناً آ کر رہے گی اور آدمی نے موت کو بہت کچھ ٹلانا چاہا اور اس وقت سے بچنے کے لئے بھاگتا اور کتراتا رہا مگر یہ موت کی گھڑی انسان کے سر سے ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ کر کھڑی ہوتی ہے اور کسی کی کوئی تدبیر اور حیلہ موت سے بچنے کا نہ چل سکا۔ اب جب انسان کو موت آ گئی اور اس کی دنیا کی زندگی ختم ہوئی تو اب اس کو آگے کیا واقعات پیش آنے ہیں یہ اس آیت اور آئندہ آیات میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ ایک وقت آئے گا تو صور میں پھونک ماری جائے گی اس وقت جہاں بھی جو انسان مرا ہوگا پھر زندہ ہو کر کھڑا ہوگا اور وہ ہولناک دن شروع ہو جائے گا جس سے اللہ کے نبی اور رسول اور اللہ کی سب کتابیں ڈراتی چلی آئی ہیں یہاں جس صور پھونکے جانے کا ذکر ہے وہ دوسری بار کا صور ہوگا جب کہ سب مردہ زندہ ہو جائیں گے اور پہلے بار کے صور پھونکے جانے پر سب کا دنیا میں خاتمہ ہو جائے گا۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث مفسر دہلویؒ نے اپنی کتاب قیامت نامہ میں احادیث کی روشنی میں جو صور پھونکے جانے کی کیفیت لکھی ہے وہ موقع کی مناسبت سے یہاں نقل کی جاتی ہے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

''قرب قیامت کی آخری علامت کے بعد قیام قیامت کی اول علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے (یہاں لوگوں سے مراد بے دین اور کفار ہیں جو اخیر میں دنیا میں باقی رہیں گے اور قیامت انہی پر قائم ہوگی کیونکہ اہل ایمان تو اس جہان سے سب کوچ کر چکے ہوں گے حتیٰ کہ کوئی روئے زمین پر لفظ اللہ تک کہنے والا نہ ہوگا) دنیاوی نعمتیں۔ اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کہ ناگاہ ایک باریک لمبی آواز آدمیوں کو سنائی دے گی۔ یہی نفخ صور اول ہوگا۔ تمام اطراف کے لوگ اس کے سننے میں یکساں ہوں گے اور حیران ہوں گے کہ یہ آواز کیسی ہے اور کہاں سے آتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ آواز مانند کڑک بجلی کے سخت و بلند ہوتی جائے گی۔ آدمیوں میں اس کی وجہ سے بڑی بے چینی و بے قراری پھیل جاوے گی۔ جب وہ پوری سختی پر آ جائے گی تو لوگ خوف و ہیبت سے مرنے شروع ہو جائیں گے زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدانوں میں بھاگیں گے اور وحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی طرف میل کریں گے۔ زمین جابجا شق ہو جائے گی۔ سمندر ابل کر قرب و جوار کے مواضعات پر چڑھ جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ نہایت محکم اور بلند پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہوا کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے۔ گرد و غبار کے اٹھنے اور آندھیوں کے آنے کے سبب جہاں تیرہ و تار ہو جائے گا۔ وہ آواز دم بدم سخت ہوتی جائے گی یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ جب تمام انسان مر جائیں گے تو ملک الموت ابلیس کی روح قبض کرنے کے لئے متوجہ ہوں گے یہ ملعون چاروں طرف دوڑتا پھرے گا ملائکہ گرز ہائے آتشیں سے مار مار کر لوٹا دیں گے اور اس کی روح قبض کر لیں گے سکرات موت کی جتنی تکالیف تمام افراد بنی آدم پر گذری ہیں اس پر تنہا گذریں گی۔ نفخ صور کے مسلسل چھ ماہ تک پھکنے کے بعد نہ آسمان رہے گا۔ نہ ستارے۔ نہ پہاڑ۔ نہ سمندر۔ نہ اور کوئی چیز سب کے سب نیست و نابود ہو جائیں گے حتیٰ کہ ایک مرتبہ تو فرشتے بھی مر جائیں گے مگر لکھا ہے کہ آٹھ چیزیں فنا سے مستثنیٰ ہیں اول عرش۔ دوسرے

کرسی۔ تیسرے لوح۔ چوتھے قلم۔ پانچویں بہشت۔ چھٹے صور۔ ساتویں دوزخ۔ آٹھویں ارواح۔ لیکن ارواحوں کو بھی بے خودی و بیہوشی لاحق ہو جائے گی۔ بعضوں کا قول ہے کہ یہ آٹھ چیزیں بھی تھوڑی دیر کے لئے معدوم ہو جائیں گی۔ حاصل کلام جب سوائے ذات باری تعالیٰ کوئی اور باقی نہ رہے گا۔ تو خداوند رب العزت فرمائے گا **لمن الملک الیوم** کہاں ہیں بادشاہان و مدعیان سلطنت؟ کس کے لئے آج کی سلطنت ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمائے گا **لله الواحد القهار** (خدائے یکتا و قہار کے لئے ہے) پس ایک وقت تک ذات واحد ہی رہے گی۔ پھر ایک مدت کے بعد جس کی مقدار سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا از سر نو سلسلہ پیدائش کی بنیاد قائم ہو گی۔ آسمان۔ زمین۔ فرشتوں کو پیدا کرے گا۔ زمین کی ہیئت اس وقت ایسی ہو گی کہ اس میں عمارتوں۔ درختوں۔ پہاڑوں اور سمندروں وغیرہ کا نشان نہ ہو گا اس کے بعد جس جس مقام سے لوگوں کو زندہ کرنا منظور ہو گا تو اسی جگہ پہلے ان کی ریڑھ کی ہڈی کو پیدا کر کے رکھ دیا جائے گا اور ان کے دیگر اجزائے جسمانی کو اس ہڈی کے متصل رکھ دیں گے۔ ترتیب اجزا کے بعد ان اجزائے مرکبہ پر گوشت و پوست چڑھا کر جو جو صورت ان کے مناسب حال ہو عطا ہو جائے گی۔ قالب جسمانی کے تیار ہونے کے بعد تمام ارواحوں کو صور میں داخل کر کے حضرت اسرافیل کو حکم ہو گا کہ ان کو پوری طاقت سے پھونکیں اور خود خداوند کریم ارشاد فرمائے گا قسم ہے میرے عزوجلال کی کوئی روح اپنے قالب سے خطا نہ کرے۔ پس روحیں اپنے اپنے جسموں میں اس طرح آئیں گی جیسے گھونسلوں میں پرندے۔ صور اسرافیل میں تعداد ارواح کے موافق سوراخ ہیں جن میں سے روحیں پھونکے پر اپنے اپنے قالبوں میں داخل ہو جائیں گی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کا رابطہ جسموں سے قائم ہو جائے گا اور سب کے سب زندہ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد صور دوم پھر پھونکا جائے گا جس کی وجہ سے زمین پھٹ کر تمام لوگ برآمد ہوں گے اور گرتے پڑتے آواز صور کی جانب دوڑیں گے یہ صور بیت المقدس کے اس مقام پر جہاں صخرہ معلق ہے پھونکا جائے گا۔ قبروں میں سے آدمی اسی شکل میں پیدا ہوں گے جیسے کہ بطن مادر سے یعنی برہنہ تن۔ بے ختنہ۔ بے ریش ہوں گے صرف سروں پر بال اور منہ میں دانت ہوں گے۔ سب سے پہلے زمین میں سے حضرت رسول مقبول محبوب رب العالمین۔ اشرف الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے۔ آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر جگہ جگہ سے انبیاء صدیقین شہداء۔ صالحین اٹھیں گے۔ بعد ازاں عام مومنین پھر فاسقین۔ پھر کفار تھوڑی تھوڑی دیر بعد یکے بعد دیگرے برآمد ہوں گے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوں گے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کے پاس اور دیگر امتیں اپنے اپنے پیغمبر کے پاس مجتمع ہو جائیں گی..........''؟

قیامت نامہ کی اس عبارت سے صور کے پھونکے جانے کی کچھ تفصیل آپ کے سامنے آگئی۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں کیونکر آرام و سکون سے بیٹھوں جبکہ حالت یہ ہے کہ صور پھونکنے والا (یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام) صور کو منہ میں دبائے ہوئے ہیں۔ کان حکم سننے کے لئے لگائے ہوئے ہیں پیشانی جھکائے ہوئے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب یہ حالت ہے تو آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا **حسبنا الله و نعم الوكيل** پڑھا کرو۔ تو یہاں آیت میں **ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید** یعنی قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا جس سے سب زندہ ہو جاویں گے یہی دن ہو گا وعید کا جس سے لوگوں کو ڈرایا جاتا تھا۔ تو یہاں دوسری مرتبہ کا صور پھونکا جانا مراد ہے۔ جس کی تشریح اوپر قیامت نامہ سے سنائی گئی۔

اب اس کے بعد آگے میدان قیامت و حشر کی حاضری کا حال اور کفار وغیرہ کے جہنم میں پھینکے جانے کا حکم ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

8 وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا

اور ہر شخص اس طرح آوے گا کہ اس کے ساتھ ایک اس کو اپنے ہمراہ لاوے گا اور ایک گواہ ہوگا۔ تو اس دن سے بے خبر تھا سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا

عَنكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ﴿٢٣﴾ أَلْقِيَا

سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔ اور فرشتہ جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے۔ ہر ایسے شخص کو

فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ﴿٢٥﴾ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ

جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا اور ضد رکھتا ہو۔ اور نیک کام سے روکتا ہو اور حد سے باہر جانے والا ہو اور شبہ پیدا کرنے والا۔ جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو سو ایسے شخص کو

فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿٢٧﴾

سخت عذاب میں ڈال دو۔ وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا لیکن یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا

ارشاد ہوگا کہ میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا تھا۔ میرے ہاں بات نہیں بدلی جاوے گی

أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٢٩﴾

اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

وَجَآءَتْ اور آئیگا (حاضر ہوگا)	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	مَعَهَا اسکے ساتھ	سَآئِقٌ ایک چلانے والا	وَ اور	شَهِيدٌ گواہی دینے والا	لَقَدْ كُنتَ تحقیق تو تھا	
فِي غَفْلَةٍ غفلت میں	مِّنْ هَٰذَا اس سے	فَكَشَفْنَا تو ہم نے ہٹا دیا	عَنكَ تجھ سے	غِطَآءَكَ تیرا پردہ	فَبَصَرُكَ پس تیری نظر	الْيَوْمَ آج	
حَدِيدٌ بڑی تیز	وَقَالَ اور کہے گا	قَرِينُهُ اس کا ہم نشین	هَٰذَا یہ	مَا لَدَيَّ جو میرے پاس	عَتِيدٌ حاضر	أَلْقِيَا تم دونوں ڈالدو	فِي جَهَنَّمَ جہنم میں
كُلَّ كَفَّارٍ ہر ناشکرا	عَنِيدٍ سرکش	مَّنَّاعٍ منع کرنے والا	لِّلْخَيْرِ مال کیلئے	مُعْتَدٍ حد سے گزرنے والا	مُّرِيبٍ شبہات ڈالنے والا	الَّذِي وہ جس	
جَعَلَ ٹھہرایا	مَعَ اللَّهِ اللہ کے ساتھ	إِلَٰهًا معبود	آخَرَ دوسرا	فَأَلْقِيَاهُ پس اسے ڈالدو تم	فِي الْعَذَابِ عذاب میں	الشَّدِيدِ سخت	قَالَ کہے گا
قَرِينُهُ اسکا ہم نشین	رَبَّنَا اے ہمارے رب	مَا أَطْغَيْتُهُ میں نے اسے سرکش نہیں بنایا	وَلَٰكِن اور لیکن وہ	كَانَ تھا	فِي ضَلَالٍ گمراہی میں	بَعِيدٍ پرلے درجے کی	
قَالَ فرمائے گا	لَا تَخْتَصِمُوا تم نہ جھگڑو	لَدَيَّ میرے پاس۔ سامنے	وَقَدْ قَدَّمْتُ اور میں پہلے بھیج چکا ہوں	إِلَيْكُم تمہاری طرف			
بِالْوَعِيدِ وعدہ عذاب	مَا يُبَدَّلُ نہیں بدلی جاتی	الْقَوْلُ بات	لَدَيَّ میرے پاس ہاں	وَ اور	مَا أَنَا نہیں میں	بِظَلَّامٍ ظلم کرنیوالا	لِّلْعَبِيدِ بندوں پر

تفسیر وتشریح: گذشتہ درس میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب انسان کو موت آ گئی اور اس کی دنیا کی زندگی ختم ہوئی تو اس کے بعد ایک وقت آئے گا کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو اس وقت پھر سب مردہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ یوم جزا و سزا جس سے اللہ کے نبی انسانوں کو دنیا میں ڈراتے تھے شروع ہو جائے گا۔ اب آگے ان آیات میں محشر کی کیفیت بیان کی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ میدان حشر میں تمام انسان دوبارہ زندہ کر کے اس طرح حاضر کئے جائیں گے کہ ایک فرشتہ پیشی کے میدان کی طرف دھکیلتا ہوگا اور دوسرا فرشتہ اعمالنامہ لئے ہوگا جس

میں اس کی زندگی کے سب احوال درج ہوں گے۔ یہ وہی دو فرشتے ہوں گے جو کراماً کاتبین کہلاتے ہیں اور جو دنیا میں انسان کی نیکی و بدی لکھتے رہتے ہیں جب قیامت میں میدان حشر میں سب حاضر ہوں گے تو ان میں جو کافر ہوں گے ان سے خطاب ہوگا کہ دنیا کے مزوں میں پڑ کر تو آج کے دن سے بے خبر تھا اور تیری آنکھوں کے سامنے شہوات و خواہشات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پیغمبر جو سمجھاتے تھے تجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ آج ہم نے تیری آنکھ سے وہ پردے ہٹا دیئے اور نگاہ خوب تیز کر دی۔ اب دیکھ لے جو باتیں کہی گئی تھیں صحیح ہیں یا غلط اس کے بعد فرشتہ کاتب اعمال جو اس کے ساتھ رہتا تھا اعمال نامہ سامنے کر کے کہے گا کہ یہ تیرا کچھا چٹھا ہے جو میرے پاس تیار اور موجود ہے۔ جب فرشتے اعمال نامہ سامنے رکھ دیں گے اور مجرم جرم کا اقبال کرلیں گے تو دو فرشتوں کو حکم ہوگا خواہ یہ کراماً کاتبین ہوں یا اور کوئی کہ ہر ایسے شخص کو جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کا انکار کرتا تھا اور حق سے ضد رکھتا تھا اور نیک کام سے روکتا تھا اور شرارت میں حد سے آگے بڑھا ہوا تھا اور دین کی باتوں میں شک و شبہ ڈالا کرتا تھا اور خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی معبود ٹھہراتا تھا ہر ایسے شخص کو جہنم میں جھونک دو۔ یہ کم بخت سخت عذاب کے قابل ہیں۔ جب ایسے کافر کو معلوم ہوگا کہ اب دائمی خسارہ اور عذاب میں پڑنے والا ہے اس وقت اپنے بچاؤ کے واسطے گمراہ کرنے والوں کے ذمہ الزام رکھے گا اور کہے گا کہ مجھے تو شیطان مردود نے بہکایا جو ہر دم میرے ساتھ لگا رہتا تھا۔ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے ساتھ جیسے دو فرشتے ساتھی بنائے گئے ہیں جو انسان کے اعمال لکھتے ہیں اسی طرح ایک شیطان بھی ہر انسان کا ساتھی رہتا ہے جو اس کو گمراہی اور گناہوں کی طرف بلاتا ہے اور رغبت دلاتا ہے تو جب جہنم میں جانے والا یہ عذر کرے گا کہ مجھے تو اس شیطان نے بہکایا تھا ورنہ میں نیک کام کرتا۔ اس پر وہ شیطان جو اس کے ساتھ لگا رہتا تھا کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اس کو جبراً گمراہ نہیں کیا تھا نہ میں نے اس پر زبردستی کی تھی کہ برے کام کر اور شرارت کے لئے ہر وقت تیار رہ۔ یہ تو ایک اشارہ اور شہ میں خود ہی جھٹ پٹ گمراہی کے راستہ پر لگ گیا تھا اور نجات و فلاح کے راستہ سے دور جا پڑا تھا۔ اس پر ارشاد باری ہوگا کہ اب بک بک مت کرو دنیا میں سب کو نیک و بد سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اب ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا ملے گی جو گمراہ ہوا یا جس نے اغوا کیا سب اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتیں گے میں پہلے ہی دنیا میں اپنے رسول اور کتاب بھیج کر آج کے دن کے عذاب سے ڈرا چکا ہوں آج وہی ہوگا جو میں نے اپنی کتاب میں کہہ دیا تھا۔ میری بات بدلی نہیں جاتی جو کہہ دیا وہی ہو کر رہتا ہے اور ہمارے ہاں ظلم نہیں جو کچھ فیصلہ ہوگا عین حکمت اور انصاف سے ہوگا جیسا جس نے کیا ویسا ہی آج بھگتے گا۔

اب یہاں ان آیات سے **القیافی جھنم کل کفار عنید مناع للخیر معتد مریب ن الذی جعل مع اللہ الٰھا فالقیہ فی العذاب الشدید** جس میں فرشتوں کو حکم باری تعالیٰ ہوگا کہ ہر ایسے شخص کو جہنم میں سخت عذاب میں ڈال دو جو

(۱) کفر کرنے والا ہو۔ (۲) حق سے ضد رکھتا ہو۔ (۳) نیک کام سے رکتا ہو۔ (۴) حد سے باہر ہو جانے والا ہو۔ (۵) دین میں شبہ پیدا کرنے والا ہو۔ (۶) جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو۔

معلوم ہوا کہ یہ چھ صفات انسان میں خالص کافرانہ اور مشرکانہ صفات ہیں کہ جن پر جہنم میں جھونک دیئے اور عذاب شدید میں ڈالے جانے کا حکم ہوگا۔ اب یہاں جو بات خوف کھانے کی ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت کے مسلمان میں تو ان صفات میں سے کوئی صفت نہیں پائی جاتی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا اس وقت کا مسلمان نیک کام سے روکنے والا تو نہیں۔ حق سے ضد رکھنے والا تو نہیں۔ حد سے باہر ہو جانے والا تو نہیں۔ دین میں شبہ پیدا کرنے والا تو نہیں۔ اس کا فیصلہ عام حالات دیکھ کر خود کر لیجئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگئے کہ ہمیں ان کافرانہ صفات سے بچنا نصیب ہو۔

اب میدان حشر میں جزا و سزا کا انجام جہنم یا جنت ہوگا اس لئے آگے کچھ کیفیت جہنم اور جنت کی بیان کی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۞ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

جس دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے۔ اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی

غَيْرَ بَعِيْدٍ ۞ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۞ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ

کہ کچھ دور نہ رہے گی، یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر ایسے شخص کیلئے ہے جو رجوع ہونے والا پابندی کرنے والا ہو جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہوگا

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۞ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۞ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا

اور رجوع ہونے والا دل لے کر آوے گا اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا جو چاہیں گے اور ہمارے پاس

مَزِيْدٌ ۞ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ

اور بھی زیادہ ہے۔ اور ہم ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت میں ان سے زیادہ تھے اور تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے،

مِنْ مَّحِيْصٍ ۞ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۞

کہیں بھاگنے کی جگہ بھی نہ ملی۔ اس میں اس شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا وہ متوجہ ہو کر کان ہی لگا دیتا ہو۔

يَوْمَ جس دن	نَقُوْلُ ہم کہیں گے	لِجَهَنَّمَ جہنم سے	هَلِ امْتَلَأْتِ کیا تو بھر گئی؟	وَتَقُوْلُ اور وہ کہے گی	هَلْ کیا	مِنْ سے۔ کچھ	مَزِيْدٍ مزید ہے	
وَاُزْلِفَتِ اور نزدیک کر دی جائیگی	الْجَنَّةُ جنت	لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	غَيْرَ بَعِيْدٍ نہ دور	هٰذَا یہ	مَا تُوْعَدُوْنَ جو تم سے وعدہ کیا جاتا تھا			
لِكُلِّ اَوَّابٍ ہر رجوع کرنے والے کیلئے	حَفِيْظٍ نگہداشت کرنے والے	مَنْ جو	خَشِيَ ڈرا	الرَّحْمٰنَ رحمٰن (اللہ)	بِالْغَيْبِ بن دیکھے			
وَجَآءَ اور آیا	بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ رجوع کرنیوالے دل کے ساتھ	ادْخُلُوْهَا تم اس میں داخل ہو جاؤ	بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ	ذٰلِكَ یہ				
يَوْمُ الْخُلُوْدِ ہمیشہ رہنے کا دن	لَهُمْ ان کیلئے	مَا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے	فِيْهَا اس میں	وَلَدَيْنَا اور ہمارے پاس	مَزِيْدٌ اور بھی زیادہ			
وَكَمْ اَهْلَكْنَا اور کتنی ہلاک کیں ہم نے	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	مِنْ قَرْنٍ امتیں	هُمْ اَشَدُّ وہ زیادہ سخت	مِنْهُمْ ان سے	بَطْشًا پکڑ میں			
فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ پس گریدنے (گشت کرنے) لگے شہروں میں	هَلْ کیا	مِنْ سے (کہیں)	مَّحِيْصٍ بھاگنے کی جگہ	اِنَّ بیشک	فِيْ میں			
ذٰلِكَ اس	لَذِكْرٰى نصیحت	لِمَنْ اس کیلئے جو	كَانَ ہو	لَهٗ اس کا	قَلْبٌ دل	اَوْ یا	اَلْقَى السَّمْعَ ڈالے (لگائے) کان	وَهُوَ اور وہ شَهِيْدٌ متوجہ

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ہر ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو جو دنیا میں کفر کرنے والا تھا اور حق سے ضد اور بیر رکھتا تھا اور لوگوں کو نیک کام سے روکتا تھا اور حد عبدیت سے باہر ہو جانے والا تھا اور دین حق میں شک وشبہ پیدا کرتا تھا اور جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا تھا۔ ہر ایسے شخص کو سخت عذاب جہنم میں ڈال دو۔ اب آگے ان آیات میں اس جہنم کی کچھ کیفیت بیان کی جاتی ہے۔ جس میں یہ کفار جھونکے جائیں گے۔ پھر آگے ان کفار کے مقابلے میں متقی اور پرہیزگار اہل ایمان جو جنت میں داخل کئے جائیں گے ان کا ذکر فرما کر جنت کی کچھ کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے اور جہنم سے خوف اور جنت کا شوق دلا کر منکرین کو پھر تنبیہ کی جاتی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی آپ وہ دن ان منکر لوگوں کو یاد دلایئے کہ جب کفار کو

جہنم میں داخل کر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ جہنم سے خطاب فرمائیں گے کیا تو بھر چکی؟ تو جہنم جس کا پھیلاؤ اس قدر جن وانس سے بھی نہ بھرے گا۔ وہ شدت غیظ سے اور زیادہ کافروں اور نافرمانوں کو طلب کرے گی اور کہے گی کہ اور کچھ ہو جو میرے اندر ڈال دیا جائے۔ کفار اور جہنمی یہ سن کر اور بھی زیادہ خائف ہوں گے کہ ہم کیسے غضب کے ٹھکانے میں پھنسے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہنم **ھل من مزید** ہی کہتی رہے گی۔ یعنی کچھ اور بھی ہو تو میرے اندر ڈالا جائے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے۔ اور وہ دب جائے گی اور سمٹ جاوے گی اور عرض کرے گی بس بس اب میں بھر گئی۔ اللہ تعالیٰ اس جہنم کے آزار سے اپنی رحمت سے ہم سب کو بچائیں۔ یہ تو جہنم کا حال ہوا کہ جو کفار و مشرکین کا ٹھکانہ ہوگا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ پرہیز گار متقی اہل ایمان کے لئے جنت ان کے قریب کر دی جائے گی۔ اور وہ بہت نزدیک سے اس کی تروتازگی اور بناؤ سنگھار دیکھیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ لو دیکھو یہ ہے وہ جنت جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور کہا گیا تھا کہ یہ ان لوگوں کے لئے تیار ہے۔ جنہوں نے دنیا میں خدا کو یاد رکھا اور گناہوں سے بچ کر اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور بے دیکھے اس کے قہر و جلال سے ڈرتے رہے اور ایک پاک صاف رجوع ہونے والا دل لے کر دربار خداوندی میں حاضر ہوئے۔ اس جنت کا وعدہ ایسے ہی لوگوں سے کیا گیا تھا۔ وقت آ گیا ہے کہ سلامتی اور عافیت کے ساتھ اب جاؤ اور امن و چین کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ جسے یہ جنت مل گئی وہ اس میں ہمیشہ رہنے کا حقدار ہو گیا۔ جو اس میں گیا وہ ہمیشہ وہیں رہے گا۔ نہ کبھی اس میں سے نکالا جائے گا اور نہ اکتا کر خود نکلنا چاہے گا۔ کیونکہ اس میں ہر وہ چیز ملے گی جس کی جنتی خواہش کرے گا۔ اور اس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو ان کے خیال میں بھی نہیں۔ مثلاً دیدار الٰہی کی لذت بے قیاس۔ غرض کہ جنت میں بہت کچھ ہے۔ جنتی کتنا ہی مانگے سب کچھ دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنا دینے پر بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ آگے کفار منکرین کی تنبیہ کے لئے فرمایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو ان لوگوں کے حال سے سبق حاصل کرنا چاہئے جو ان سے پہلے گذرے اور سوچنا چاہئے کہ انہوں نے کیا کیا اور جو کچھ کیا اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے دنیا میں کتنی شریر اور سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں۔ جو زور اور قوت میں ان موجودہ کفار منکرین سے بڑھ چڑھ کر تھیں اور جنہوں نے بڑے بڑے شہر چھان مارے تھے۔ پھر جب عذاب الٰہی آیا تو بھاگ جانے کو روئے زمین پر کہیں ٹھکانہ نہ ملا۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ ان عبرت ناک واقعات میں غور وفکر کر کے وہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جن کے سینہ میں سمجھنے والا دل ہو کہ از خود ایک بات کو سمجھ لیں یا کم از کم کسی سمجھانے والے کے کہنے پر دل کو حاضر کر کے کان دھریں کیونکہ یہ بھی ایک درجہ سمجھ کا ہے کہ آدمی متنبہ نہ ہو تو دوسرے کے متنبہ کرنے پر ہوشیار ہو جائے۔ لیکن جو شخص نہ خود سمجھے نہ کسی کے کہنے پر توجہ کے ساتھ کان لگائے۔ ایسے بے حس کا درجہ تو اینٹ پتھر سے زیادہ نہیں۔

کفار اور مشرکین کی ان صفات و خصائل کے مقابلہ میں جن کا ذکر گذشتہ درس میں ہوا اور جن کی وجہ سے ان کو جہنم میں جھونکے جانے کا حکم ہوگا۔ متقین و مومنین جن کو سلامتی کے ساتھ بہشت کے باغات میں داخل ہونے کی بشارت سنائی جاتی ہے ان کی یہاں ان آیات میں چار صفات بیان کی گئی ہیں:۔

پہلی صفت **اواب** فرمائی۔ اواب کے معنیٰ حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے والے کے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اواب وہ شخص ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے استغفار کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اواب وہ شخص ہے جو اپنی ہر مجلس اور ہر نشست میں اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگے۔

دوسری صفت **حفیظ** فرمائی۔ حفیظ کے معنیٰ حضرت ابن عباسؓ سے

یہ منقول ہیں کہ جو شخص اپنے گناہوں کو یاد رکھے تا کہ ان سے رجوع کر کے تلافی کرے اور ایک روایت میں آپ ہی سے یہ منقول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کو یاد رکھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شروع دن میں چار رکعتیں اشراق کی پڑھ لے وہ اواب اور حفیظ ہے۔

تیسری صفت من خشی الرحمٰن بالغیب فرمائی یعنی جو خداوند ذوالجلال والاکرام سے بے دیکھے ڈرتا ہو۔

چوتھی صفت فرمائی وجآء بقلب منیب یعنی جو اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت میں قلب منیب لے کر آئے۔ منیب کے بھی لفظی معنیٰ رجوع کرنے اور تائب ہونے والے کے ہیں۔ اور مفسرین نے منیب کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ادب و احترام کو ہر وقت مستحضر رکھے اور اللہ جل شانہٗ کے سامنے تواضع اور عاجزی سے رہے اور اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی کسی درجہ میں یہ متقین کی صفات عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے خاتمہ کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے اور پھر وقوع قیامت کا مکرر ذکر فرمایا جاتا ہے اور آنحضرتؐ کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ اس قرآن کے ذریعہ سے تبلیغ و تذکیر کرتے رہئے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے والدین کو ہمارے متعلقین کو اہل وعیال کو ہمارے اکابر واصاغر کو ہمارے دوست اور احباب کو اور تمام امت مسلمہ کو جہنم کے عذاب سے دور رکھیں اور اپنی رحمت سے ہم سب کو اس جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں۔ جس کا متقیوں سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہم کو وہ دل عطا فرمایئے جو ہر حال میں آپ کی طرف رجوع ہونے والا ہو اور ہم کو اپنی اطاعت کی پابندی نصیب فرمایئے اور ہم کو اپنی ذات کا وہ خوف عطا فرمایئے کہ جس کے باعث ہم ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے والے ہوں۔

یا اللہ نافرمان امتوں کے واقعات سے ہم کو عبرت اور نصیحت عطا فرمایئے تا کہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں۔

یا اللہ ہمیں ایمان واسلام کی سچی محبت نصیب فرمایئے تا کہ ہمارا جینا اور مرنا اسلام اور ایمان پر ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ فَاصْبِرْ عَلٰى

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس سب کو چھ دن میں پیدا کیا، اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں۔ سو ان کی باتوں پر صبر کیجئے

مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ

اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور چھپنے سے پہلے۔ اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے

وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ

اور نمازوں کے بعد بھی۔ اور اے مخاطب سن رکھ جس دن ایک پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا۔ جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے،

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا

یہ دن ہوگا نکلنے کا۔ ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف پھر کر آنا ہے۔ جس روز زمین ان پر سے کھل جائے گی جب وہ ڈرتے ہوں گے،

ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۝ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ

یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے۔ جو جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، تو آپ قرآن کے ذریعہ سے

مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝

ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہئے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

وَلَقَدْ اور تحقیق	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دن میں		
وَ اور	مَا مَسَّنَا نہیں چھوا ہمیں	مِنْ لُّغُوْبٍ کسی تکان نے	فَاصْبِرْ پس صبر کرو تم	عَلٰى پر	مَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	وَسَبِّحْ اور پاکیزگی بیان کرو	
بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی تعریف کیساتھ	قَبْلَ قبل	طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج کا طلوع	وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ اور غروب ہونے قبل	وَمِنَ الَّيْلِ اور رات میں			
فَسَبِّحْهُ پس اسکی پاکیزگی بیان کرو	وَاَدْبَارَ اور بعد	السُّجُوْدِ سجدوں (نماز)	وَاسْتَمِعْ اور سنو تم	يَوْمَ جس دن	يُنَادِ الْمُنَادِ پکارنے والا پکارے گا		
مِنْ سے	مَّكَانٍ قَرِيْبٍ جگہ قریب	يَّوْمَ جس دن	يَسْمَعُوْنَ وہ سنیں گے	الصَّيْحَةَ چیخ	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	ذٰلِكَ یہ	يَوْمُ الْخُرُوْجِ باہر نکلنے کا دن
اِنَّا نَحْنُ بیشک ہم	نُحْيٖ زندگی دیتے ہیں	وَنُمِيْتُ اور مارتے ہیں	وَاِلَيْنَا اور ہماری طرف	الْمَصِيْرُ پھر لوٹ کر آنا ہے	يَوْمَ تَشَقَّقُ جس دن شق ہو جائے گی		
الْاَرْضُ زمین	عَنْهُمْ ان سے	سِرَاعًا جلدی کرتے ہوئے	ذٰلِكَ یہ	حَشْرٌ حشر	عَلَيْنَا ہمارے لئے	يَسِيْرٌ آسان	نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں
بِمَا جو	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	وَمَا اَنْتَ اور نہیں آپ	عَلَيْهِمْ ان پر	بِجَبَّارٍ جبر کرنے والے	فَذَكِّرْ پس نصیحت کریں	بِالْقُرْاٰنِ قرآن سے	
مَنْ جو	يَّخَافُ وہ ڈرتا ہے	وَعِيْدِ میری وعید					

تفسیر وتشریح: یہ سورہ ق کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ شروع سورۃ سے مرکزی مضمون یہی بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ تمام انسانوں کو اس دنیوی زندگی کے خاتمہ کے بعد پھر دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور ان کو جزا وسزا دی جائے گی۔ کفار ومشرکین اپنے کفر وشرک کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے اور اہل ایمان متقی ایمان وعمل صالحہ کی بنا پر جنت میں داخل کئے جائیں گے جہاں دائمی اور ابدی راحت آرام کے سامان

ہوں گے۔ منکرین قیامت وحشر ونشر کو مختلف دلائل وپہلو سے سمجھایا گیا تھا کہ قیامت واقع ہوگی۔اور تمام مرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اسی سلسلہ میں اب خاتمہ کی آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر یہ منکرین دوبارہ زندہ ہونے اور جزا وسزا کے انکاری اس بنا پر ہیں کہ ایسا کرنا کسی کی قدرت میں نہیں تو ان کا یہ خیال باطل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی تو ایسی قدرت ہے کہ اس نے آسمان وزمین جیسی عظیم مخلوق اور جو کچھ کہ ان کے درمیان میں ہے سب کو چھ دن کے مقدار کے موافق زمانہ میں پیدا کیا اور ایسا کرنے میں کوئی اللہ تعالیٰ کو تکان نہیں ہوئی تو انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب یہ منکرین ایسی موٹی باتوں کو بھی نہ سمجھیں اور انکار ہی پر اصرار کرتے رہیں تو آپ غمگین نہ ہوں بلکہ ان کی بیہودہ بکواس پر صبر کریں۔اور اپنے پروردگار کی یاد میں دل لگائے رکھیں اور اس کی تسبیح وتحمید کرتے رہیں اسی میں نماز بھی داخل ہے۔اور یہ اللہ کی عبادت اور یاد آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے چھپنے سے پہلے اور رات کے اوقات میں کرتے رہیں۔
بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تین ہی نمازیں فرض تھیں۔فجر اور عصر اور تہجد۔اس کے بعد معراج والی رات میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں جن میں فجر اور عصر کی نماز جوں کی توں رہی اور تہجد آپ پر اور آپ کی امت پر ایک سال تک واجب رہی اس کے بعد آپ کی امت سے اس کا وجوب منسوخ ہوگیا۔ بہرحال اب بھی ان تین وقتوں کو طاعت وعبادت کے لحاظ سے خصوصی شرف وفضل حاصل ہے۔نماز اور ذکر ودعاء وغیرہ سے ان اوقات کو معمور رکھنا چاہئے۔اور فرض نمازوں کے بعد بھی کچھ تسبیح و تہلیل کرنی چاہئے۔احادیث میں بھی نمازوں کے بعد تسبیح کی بہت فضیلت آئی ہے۔بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مفلس مہاجر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال دار لوگ بلند درجے اور ہمیشگی والی نعمتیں حاصل کر چکے۔آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہماری طرح نماز روزہ تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن جو وہ صدقے دیتے ہیں وہ ہم نہیں دے سکتے۔وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے۔آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو سب سے آگے نکل جاؤ اور تم سے افضل کوئی نہ نکلے لیکن جو اس عمل کو کرے۔تم ہر نماز کے بعد ۳۳'۳۳'۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' الحمد للہ ' اللہ اکبرؔ پڑھ لیا کرو۔وہ پھر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی آپ کی اس حدیث کو سنا اور وہ بھی اس پر عمل کرنے لگے آپ نے فرمایا پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرے۔
ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ بار۔الحمد للہ ۳۳ بار۔اللہ اکبر ۳۴ بار اور ایک بار یہ کلمہ **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر** کہے تو اس کے تمام گناہ صغیرہ بخش دیئے جاتے ہیں۔
صحیح بخاری ومسلم کی ایک حدیث ہے کہ جس شخص نے دن میں ۱۰۰ مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگر چہ وہ سمندر کی موجوں سے بھی زیادہ ہوں۔
ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت سو۱۰۰ سو۱۰۰ مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرے تو قیامت کے روز کوئی آدمی اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا بجز اس کے کہ وہ بھی یہ تسبیح اتنی یا اس سے زیادہ پڑھتا ہو۔
ان تسبیحات کی اتنی فضیلت سن کر ہم میں سے ہر ایک کو نمازوں کے بعد تسبیح پڑھنے کا کوئی نہ کوئی معمول ضرور بنالینا چاہئے۔اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔
آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے مخاطب اس بات کو توجہ سے سن رکھ کہ جس روز حضرت اسرافیل بذریعہ نفخ صور مردوں کو قبر سے نکلنے کے لئے پاس ہی سے پکاریں گے تو ان کی آواز تمام انسانوں کو یکساں سنائی دے گی۔روایات میں ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام جو صور

پھونکنے پر متعین ہیں۔ وہ موجودہ بیت المقدس کے صخرہ پر کھڑے ہو کر ساری دنیا کے مردوں کو خطاب کر کے کہیں گے کہ اے گلی سڑی ہڈیو! اور ریزہ ریزہ ہو جانے والی کھالو اور بکھر جانے والے بالو سن لو تم کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ حساب کے لئے جمع ہو جاؤ۔ یہ نفخہ ثانیہ ہوگا جس سے دوبارہ عالم کو زندہ کیا جائے گا۔ اور یہاں آیت میں مکان قریب فرمایا ہے تو اس سے مفسرین نے یہ مراد لی ہے کہ اس وقت اس فرشتہ یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز نزدیک اور دور کے سب لوگوں کو اس طرح پہنچے گی کہ گویا پاس ہی سے پکار رہے ہیں۔ باقی صور پھونکنے کے سوا اور بھی ندائیں حق تعالیٰ کی طرف سے اس روز ہوں گی آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب زمین سے نکل کھڑے ہوں گے اور چونکہ موت و حیات سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہر پھر کر آخر سب کو اسی طرف جانا ہے اس لئے بچ کر کوئی نکل نہیں سکتا۔ زمین پھٹے گی اور مردے اس سے نکل کر میدان حشر کی طرف جھپٹیں گے۔ خدا تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر دے گا اور ایسا کرنا اس کو کچھ مشکل نہیں۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین پھٹ کر مردے نکل آویں گے اور میدان حشر کی طرف دوڑتے ہوں گے تو یہ انسانوں کا دوڑنا ملک شام کی طرف ہوگا جہاں صخرہ بیت المقدس پر حضرت اسرافیل علیہ السلام ندا کرتے ہوں گے۔ جو لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں اور واہی تباہی کلمات بکتے ہیں تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بکنے دیجئے اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ جبر اور زبردستی سے ہر ایک کو یہ باتیں منوا کر چھوڑیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ قرآن سنا سنا کر بالخصوص ان کو نصیحت و فہمائش کرتے رہئے جو اللہ کے ڈرانے سے ڈرتے ہیں۔ ان معاندین و منکرین کے پیچھے زیادہ نہ پڑیئے۔

یا اللہ ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرما لیجئے جو آپ کی وعید سے ڈرتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے ذکر و فکر اور طاعت و بندگی کو توفیق دائمی ہم کو بھی عنایت فرمائیں۔ اور شب و روز اپنی طاعات میں مصروف رکھیں۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا کی زندگی میں قیامت و آخرت کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق نصیب کریں اور وہاں کے لئے ذخیرہ جمع کرنے کی ہمت عطا فرمائیں۔ یا اللہ ان اعمال صالحہ کو ہمارے لئے آسان فرما دیجئے کہ جو ہمارے لئے آخرت میں کامیابی کا باعث ہوں اور ان عمال سے بچا لیجئے جو قیامت میں رسوائی کا باعث ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کو اڑاتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔ تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے

لَصَادِقٌ ۙ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۙ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ

وہ بالکل سچ ہے۔ اور جزا ضرور ہونے والی ہے۔ قسم ہے آسمانوں کی جس میں راستے ہیں۔ کہ تم لوگ مختلف گفتگو میں ہو۔

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۙ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ

اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے۔ غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے۔ جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں۔

وَالذّٰرِيٰتِ قسم ہے پراگندہ کرنیوالی (ہواؤں)	ذَرْوًا اڑا کر	فَالْحٰمِلٰتِ پھر اٹھانے والی	وِقْرًا بوجھ	فَالْجٰرِيٰتِ لیکر چلنے والی	يُسْرًا نرمی سے	
فَالْمُقَسِّمٰتِ پھر تقسیم کرنیوالے	اَمْرًا حکم سے	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	تُوْعَدُوْنَ تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے	لَصَادِقٌ البتہ سچ ہے	وَاِنَّ اور بیشک	
الدِّيْنَ جزاوسزا	لَوَاقِعٌ البتہ واقع ہونیوالی	وَالسَّمَآءِ اور قسم ہے آسمان کی	ذَاتِ الْحُبُكِ راستوں والے	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَفِيْ البتہ میں	قَوْلٍ بات
مُّخْتَلِفٍ جھگڑنے والی	يُّؤْفَكُ پھیرا جاتا ہے	عَنْهُ اس سے	مَنْ اُفِكَ جو پھیرا جاتا ہے	قُتِلَ مارے گئے	الْخَرّٰصُوْنَ اٹکل دوڑانے والے	
	الَّذِيْنَ وہ جو	هُمْ وہ	فِيْ غَمْرَةٍ غفلت میں	سَاهُوْنَ بھولے ہوئے ہیں		

تفسیر وتشریح: الحمدللہ ۲۶ ویں پارہ کی آخری سورۃ الذّٰریٰت کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام وزمانہ نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات ورکوعات بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کے پہلے ہی فقرہ میں والذّٰریٰت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ذاریات ان ہواؤں کو کہتے ہیں جو غبار وغیرہ اڑاتی ہیں۔ اس سورۃ کا نام ذاریات اسی ابتدائی فقرہ سے ماخوذ ہے یہ سورۃ مکی ہے اور مکی دور کے ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۵۱ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۴۳ لکھا ہے یعنی ۴۲ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۹۱ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں اس سورۃ میں ۶۰ آیات۔ ۳ رکوعات۔ ۳۶۰ کلمات اور ۱۵۵۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں عقائد یعنی توحید۔ رسالت۔ قیامت۔ آخرت۔ جزاوسزا۔ جنت وجہنم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سورۃ کی ابتدا قیامت کے ذکر سے اس طرح فرمائی گئی کہ تم ہواؤں کو دیکھتے ہو کہ جب گرمی اور خشکی بڑھ جاتی ہے تو تیزی کے ساتھ گرد وغبار اڑانے والی آندھیاں آتی ہیں پھر یہی ہوائیں پانی سے بھرے ہوئے بادل اٹھا لاتی ہیں اور پھر ان بادلوں کو جگہ جگہ لے جاتی ہیں اور ادھر ادھر اللہ کے حکم کے مطابق بارش برساتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہواؤں کے چلنے کا ایک مقصد ہے۔ اسی طرح انسان کی اس دنیا کی زندگی کا بھی

ایک مقصد ہے۔اس کے دنیا میں کئے ہوئے کاموں کے نتیجہ ایک دن نکلیں گے اور عدل وانصاف کے ساتھ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ یہ فیصلہ قیامت میں ہوگا جس کی طرف سے بہت لوگ غفلت میں پڑے ہیں حتیٰ کہ بعض اس کے وقوع ہی کا انکار کرتے ہیں مگر ان منکرین کے انکار سے کیا ہوتا ہے یہ تو اپنی انکل چلاتے ہیں اور رسول و قرآن کے کہنے کا یقین نہیں کرتے حالانکہ قیامت کا آنا لازمی ہے اور اس قیامت کے دن میں گمراہ بدکاروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ انہی شرارتوں کی سزا ہے جو تم نے دنیا میں کیں اور جس کا تم دنیا میں مذاق اڑاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ قیامت آنی ہے تو آ کیوں نہیں جاتی۔ان کے برخلاف جو دنیا میں ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کی وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر امکان قیامت پر بطور دلیل کے بتلایا گیا کہ آسمان اور زمین کی ساری نشانیاں اور خود انسان کے اندر نشانیاں یہی بتاتی ہیں کہ یہ کارخانہ ایک دن ختم ہوگا اور قیامت قائم ہوگی۔اللہ کے تمام رسولوں نے یہی بتایا ہے جنہوں نے ان کی بات نہ مانی اور ان کو جھٹلایا وہ تباہ ہوئے اور اس بات کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط اور قوم فرعون۔قوم عاد۔ثمود اور قوم نوح کا ذکر فرمایا اور جتلایا گیا کہ دیکھو جنہوں نے اللہ اور رسول کا کہنا مانا ان پر اللہ کا کیسا فضل ہوا اور جنہوں نے نافرمانی کی ان کی کیسی گت دنیا ہی میں بنی اور دنیا میں ان پر کیا آفتیں آئیں۔اس لئے اخیر میں سمجھایا گیا کہ اگر تمہیں آفتوں سے بچنا ہے تو اللہ کی ذات پر یقین کرو اور سمجھ لو کہ یہ زمین وآسمان ایک اللہ کے بنائے ہوئے ہیں تم اسی کی پناہ لو اور کسی کی طرف مت جھکو۔ شرک مت کرو۔اللہ کا انکار مت کرو وہی تمہیں رزق دیتا ہے اور تمہاری پرورش کے سامان فرماتا ہے اور تم سے یہی چاہتا ہے کہ تم اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو اس کے حکموں پر چلو اور اس کے مقرر کئے ہوئے راستہ کو اختیار کرو۔اب جو اللہ کے حکم کو نہیں مانتا اور اپنی خواہش پر چلتا ہے وہ ظالم ہے اور قیامت آنے والی ہے۔اس دن ایسے لوگوں کی بری گت بنے گی اور وہ دن جب وعدہ کے مطابق آجائے گا تو پھر ان منکرین کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جن کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔سورۃ کی ابتدا کلام کو پرزور بنانے کے لئے قسم سے فرمائی گئی۔جاہلیت کے اہل عرب میں گو صدہا عیوب تھے مگر ان میں کچھ ہنر بھی تھے ایک یہ ہنر بھی تھا کہ وہ جھوٹ بولنے کو خصوصاً قسم کھا کر بہت برا سمجھتے تھے اور ان کا یقین تھا کہ جو کوئی قسم کھا کر جھوٹ بولتا ہے برباد ہو جاتا ہے اس لئے قسم کھا کر بات کہنے سے ان کو یقین آجاتا تھا اس لئے یہاں قیامت اور جزاو سزا کو قسم کھا کر حق ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی اور صرف ۷ مقام پر اپنی ذات پاک کی قسم کھائی ہے۔علما نے لکھا ہے کہ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔بعض علما نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن کریم عربوں کی زبان میں نازل ہوا اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت تک فصیح و بلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس میں قسمیں نہ ہوں اس لئے قرآن کریم میں بھی قسمیں کھائی گئیں تاکہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی کلام ربانی میں رہنے نہ پاوے۔اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی قسمیں کیوں کھائی ہیں تو علماء نے اس کے کئی وجوہ لکھے ہیں۔اوّل یہ کہ ایسی قسموں میں مضاف پوشیدہ ہے مثلاً جہاں قسم ہے آفتاب و ماہتاب کی وہاں آفتاب و ماہتاب کے رب کی قسم سمجھا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ عرب ایام جاہلیت میں ان اشیاء کی تعظیم کرتے تھے اس لئے قرآن نے قسمیں کھائی ہیں۔تیسرے اس وجہ سے قسمیں کھائی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے خالق وصانع کی عظمت کا اظہار کیا جاسکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہاں ان آیات میں پہلے چار چیزوں کی قسم کھائی گئی پہلی قسم ہے والذریٰت ذروا یعنی قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کو اڑاتی ہیں۔ دوسری قسم ہے فالحملٰت وقرا یعنی قسم ہے ان بادلوں کی جو بوجھ اٹھاتے ہیں۔ تیسری قسم ہے فالجریٰت یسرا یعنی قسم ہے ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں چوتھی قسم ہے فالمقسمٰت امرا یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی جو مخلوقات میں مادی وغیر مادی ہر طرح کی تقسیمات بامر الٰہی کرتے ہیں تو حق تعالیٰ ان چار چیزوں کی قسمیں کھا کر تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے انسانو تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی جزا وسزا ضرور ہونے والی ہے۔ آگے پھر ایک قسم ہے یعنی قسم ہے آسمان کی جس میں فرشتوں کے اترنے چڑھنے کے راستہ ہیں کہ تم لوگ یعنی جمیع انسان قیامت کے بارہ میں مختلف گفتگو میں ہو۔ کوئی تصدیق کرتا ہے کوئی تکذیب کرتا ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت وآخرت کی بات میں خواہ مخواہ جھگڑے ڈال رکھے ہیں۔ اس کو وہی تسلیم کرے گا جس کو بارگاہ ربوبیت سے کچھ تعلق ہو اور جو شخص راندہ درگاہ ہے اور خیر وسعادت کے راستوں سے پھیر دیا گیا ہے وہ اس چیز کے تسلیم اور قبول کرنے سے ہمیشہ باز رہے گا حالانکہ انسان اگر صرف آسمان کے نظم ونسق میں غور کرے تو یقین ہو جائے کہ اس مسئلہ میں جھگڑنا محض حماقت ہے آگے قیامت کے منکرین کی مذمت ہے کہ غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں اور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اب یہاں ہمارے غور کے لئے یہ بات ہے کہ حق تعالیٰ ان آیات میں ۵ بار قسم کھا کر آخرت وقیامت کی کہ جہاں دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی پوری جزا وسزا ملنی ہے یاد دہانی کرا رہے ہیں کہ قیامت وآخرت جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی جزا وسزا ضرور ملنے والی ہے۔ تو مقصد اس قسمیہ کلام سے آخرت پر یقین لانے کی تاکید ہے۔ دیکھئے قرآن پاک کے شروع ہی میں سورہ بقرہ میں جہاں متقین یعنی خدا سے ڈرنے والے بندوں کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں وہاں یہ بھی فرمایا ہے وبالاٰخرۃ ھم یوقنون (اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں۔) تو آخرت کے ساتھ یوقنون فرمایا ہے یومنون نہیں فرمایا یعنی آخرت میں ایمان رکھنے کے لئے نہیں فرمایا بلکہ یقین رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی تو معلوم ہوا کہ ایمان اور یقین دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ آخرت کے لئے ایسا یقین ہونا چاہئے کہ جس میں ذرا شک وتردد نہ ہو اور دل ودماغ میں یہ ہمہ وقت مستحضر رہے کہ آخرت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور حساب کتاب اور جزا وسزا دنیا کے اعمال کی ہوتی ہے۔ دیکھئے دنیا کے کاموں میں یقین کی ایک ظاہری مثال ہے کہ اگر ریل یا ہوائی جہاز سے سفر کرنا چاہتے ہیں تو روانگی کے دن اور وقت کو پہلے سے معلوم کرتے ہیں اور چونکہ یہ یقین ہوتا ہے کہ مقررہ وقت پر ریل یا جہاز روانہ ہو جائے گا اور اگر ہم نے کاہلی۔ سستی یا غفلت برتی تو ریل ہمارا انتظار نہ کرے گی تو ہم پہلے سے سب ضروری سامان سفر تیار کر لیتے ہیں اور عین وقت سے پہلے اسٹیشن پر سفر کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ تو آخرت کے متعلق بھی یقین کی ضرورت ہے کہ ضرور وہ آنی ہے اور جتنا یہ یقین پختہ اور کامل ہوگا اسی قدر آدمی آخرت کے لئے تیاری میں لگا رہے گا۔ اور جتنا یہ یقین کمزور ہوگا اسی قدر آخرت سے غفلت وبے پروائی ہوگی۔ اب آج مسلمانوں میں جو آخرت کی طرف سے عام غفلت طاری ہے اس کی وجہ یقین کی کمزوری ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کا یقین کامل نصیب فرمائیں۔

ابھی انہیں منکرین کے متعلق جو آخرت وقیامت کے منکر تھے مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ

پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا۔ جس دن وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اپنی سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم

كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ؕ

جلدی مچایا کرتے تھے۔ بے شک متقی لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کے رب نے ان کو جو عطا کیا ہوگا،

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ؕ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ

وہ اس کو لے رہے ہوں گے وہ لوگ اس کے قبل نیکوکار تھے۔ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ اور اخیر شب میں

يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ

استغفار کیا کرتے تھے۔ اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا۔ اور یقین لانے والوں کیلئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور خود

اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ

تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا۔ اور تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔ تو قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی کہ وہ

لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝

روز جزا برحق ہے اور ایسا یقینی جیسا تم باتیں کر رہے ہو۔

يَسْـَٔلُوْنَ وہ پوچھتے ہیں	اَيَّانَ کب؟	يَوْمُ الدِّيْنِ جزاوسزا کا دن	يَوْمَ اس دن	هُمْ وہ	عَلَى النَّارِ آگ پر	يُفْتَنُوْنَ اُلٹے سیدھے پڑیں گے	
ذُوْقُوْا تم چکھو	فِتْنَتَكُمْ اپنی شرارت	هٰذَا یہ	الَّذِيْ وہ جو	كُنْتُمْ بِهٖ تم تھے اس کی	تَسْتَعْجِلُوْنَ جلدی کرتے	اِنَّ بیشک	الْمُتَّقِيْنَ متقی (جمع)
فِيْ جَنّٰتٍ باغات میں	وَّعُيُوْنٍ اور چشمے	اٰخِذِيْنَ لینے والے	مَآ اٰتٰهُمْ جو دیا انہیں	رَبُّهُمْ ان کا رب	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَبْلَ قبل
ذٰلِكَ اس	مُحْسِنِيْنَ نیکوکار	كَانُوْا وہ تھے	قَلِيْلًا تھوڑا	مِّنَ الَّيْلِ رات سے۔میں	مَا يَهْجَعُوْنَ وہ سوتے	وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ اور وقتِ صبح	
هُمْ وہ	يَسْتَغْفِرُوْنَ استغفار کرتے	وَ اور	فِيْٓ میں	اَمْوَالِهِمْ انکے مال (جمع)	حَقٌّ حق	لِّلسَّآئِلِ سوالی کیلئے	وَالْمَحْرُوْمِ اور تنگدست (غیر سوالی)
وَفِي الْاَرْضِ اور زمین میں	اٰيٰتٌ نشانیاں	لِّلْمُوْقِنِيْنَ یقین کرنیوالوں کیلئے	وَ اور	فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ تمہاری ذات میں	اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟		
وَفِي اور میں	السَّمَآءِ آسمانوں	رِزْقُكُمْ تمہارا رزق	وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے	فَوَرَبِّ قسم ہے رب کی	السَّمَآءِ آسمانوں		
.	وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَحَقٌّ حق ہے	مِّثْلَ جیسے	مَآ اَنَّكُمْ جو تم	تَنْطِقُوْنَ بولتے ہو	

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ یہ فرمایا گیا تھا کہ قیامت ضرور آنی ہے اور جزاوسزا ضرور ہونے والی ہے۔ کفار مکہ جب کلام پاک کی ایسی آیات جس میں قیامت کا آنا اور ہر شخص کا دوبارہ زندہ ہو کر دنیا کے اعمال کی آخرت میں جزاوسزا پانا۔ اور نتیجہ میں جہنم کے عذاب یا جنت کی راحت کا ملنا سنتے تو وہ اعتراض کے طور پر تمسخر اور ہنسی سے کہتے کہ آخر وہ قیامت آئے گی کب؟ وہ جزاوسزا کا دن کب ہوگا؟ ہم تو انتظار ہی میں ہیں۔ اب تک تو آیا نہیں۔ پھر منکرین قیامت وآخرت یہ بھی کہتے کہ یہ جو قیامت میں عذاب کی دھمکیاں ہم کو سنائی جاتی ہیں تو اس قیامت کو لے آؤ نا؟

ہم بھی تو دیکھیں وہ کیسا عذاب اور کیسی قیامت ہے جس سے ہم کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے۔ اسی کو ان آیات میں جتلایا جاتا ہے کہ یہ قیامت کے منکرین انکار اور ہنسی کے طور پر پوچھتے ہیں کہ ہاں صاحب! وہ انصاف اور جزا کا دن کب آئے گا؟ آخر اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ حق تعالیٰ کی طرف سے ان منکرین کو جواب دیا گیا کہ ذرا صبر کرو۔ وہ دن آیا چاہتا ہے کہ جب تم آگ میں الٹے سیدھے کئے جاؤ گے اور خوب جلا تپا کر کہا جائے گا کہ لو اب اپنی شرارت اور استہزا کا مزا چکھو! جس دن کی جلدی مچا رہے تھے وہ دن آ گیا۔ یہ جواب اسی طرز کا ہے جیسے کسی مجرم کے لئے پھانسی کا حکم ہو جاوے مگر وہ احمق محض اس وجہ سے کہ اس کو تاریخ نہیں بتلائی گئی تکذیب ہی کئے جاوے اور کہے کہ اچھا وہ دن کب آئے گا؟ اس لئے جواب میں بجائے تاریخ بتلانے کے یہ کہنا نہایت مناسب ہوگا کہ وہ دن اس وقت آئے گا جب تم پھانسی پر لٹکا دیئے جاؤ گے تو اسی طرز کا جواب حق تعالیٰ نے منکرین قیامت کو دیا کہ وہ قیامت کا دن وہ ہوگا جب تم آگ پر تپائے جاؤ گے اور تم سے کہا جاوے گا کہ اپنی اس سزا کا مزہ چکھو۔ یہی وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے اور بے پروائی سے دنیا میں کہا کرتے تھے کہ ہر وقت عذاب کی دھمکیاں کہاں تک سنائی جائیں گی۔ عذاب آنا ہے تو کیوں نہیں آ جاتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ برخلاف ان کفار و منکرین کے متقین یعنی اہل ایمان پرہیزگار جنہوں نے دنیا میں اللہ کے آگے سر جھکایا اور جن باتوں سے منع کیا گیا ان کو اللہ کے ڈر سے چھوڑا تو ایسے لوگوں کو قیامت کے دن بڑا انعام و اکرام ملے گا۔ ان میں ہر ایک کو رہنے کے لئے بہشت کے باغات دیئے جائیں گے جن کے اندر جا بجا چشمے بہتے ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نعمتیں دے رہا ہوگا اور وہ ان نعمتوں کو شکر گذاری کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے لے رہے ہوں گے۔ دنیا سے جو نیکیاں سمیٹ کر لائے تھے ان کا نیک پھل مل رہا ہوگا ۔ آگے ان کی نیکیوں کی قدرے تفصیل ہے یعنی جنت میں رہنے والے متقیوں کی دنیا میں یہ حالت تھی کہ وہ ساری رات سو کر غفلت سے نہیں گذارتے تھے بلکہ نیند چھوڑ کر رات کا اکثر حصہ اللہ کی عبادت و بندگی میں گذارتے تھے اور پھر صبح کے وقت جب رات ختم ہونے کو آتی تو اللہ سے اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے کہ الٰہی حق عبودیت ادا نہ ہو سکا۔ جو کوتاہی رہی وہ اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے یعنی کثرت عبادت ان کو مغرور نہ کرتی تھی بلکہ جس قدر بندگی میں ترقی کرتے جاتے خوف اور خشیت بڑھتا جاتا تھا۔ یہ تو عبادت بدنیہ میں ان کی حالت تھی اور عبادت مالیہ میں ان کی یہ کیفیت تھی کہ ان کے مال دولت میں سوالی اور غیر سوالی سب کا حق تھا یعنی علاوہ فرض زکوٰۃ کے اپنے مال میں اپنی خوشی سے سائلوں اور محتاجوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا جو ایسے التزام اور اہتمام سے دیتے تھے جیسے کہ ان کے ذمہ ان کا کچھ آتا ہو۔ یہ متقین کی صفات کا مضمون توبیچ میں آ گیا تھا اصل مضمون یہ بیان ہو رہا تھا کہ قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اور چونکہ کفار قیامت کی صحت کا انکار کرتے تھے اس لئے آگے اس کی دلیل کی طرف اشارہ ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ یقین لانے کی کوشش اور طلب کرنے والوں کے لئے امکان قیامت پر بہت سی نشانیاں اور دلیلیں ہیں اور انسان اگر خود اپنے اندر یا روئے زمین کے حالات میں غور کرے تو بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ہر نیک و بد کی جزا و سزا کسی نہ کسی رنگ میں ضرور مل کر رہے گی۔ جلد یا بدیر۔ مثلاً انسان ہر رات کا اپنا سونا اور پھر جاگنا ہی دیکھ لے یہ بھی ایک نمونہ اور دلیل ہے بعث بعد الموت کی۔ پس جبکہ انسانوں کی آنکھوں کے سامنے اتنے دلائل موجود ہیں تو آگے تو تو بیخاً فرمایا جاتا ہے کہ جب ایسے دلائل موجود ہیں تو کیا تم کو پھر بھی مطلوب دکھائی نہیں دیتا کہ تم اس کا انکار کرتے ہو۔ آگے ایک اور دلیل امکان قیامت پر دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو کچھ زمین میں ہو رہا ہے اس کا حکم آسمان ہی سے اترا ہے یہاں تک کہ رزق کا دارومدار بھی نرا تمہاری کمائی اور جدوجہد پر نہیں رکھا گیا بلکہ اس کا انتظام بھی اوپر ہی سے ہوتا ہے۔ بس جس طرح تمہارا مقدر رزق تمہارے پاس پہنچتا ہے یونہی وہ قیامت بھی تمہارے پاس آ پہنچے گی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کیونکہ دونوں یعنی تمہارا رزق اور قیامت ایک وقت میں معدوم اور اس کے بعد خدا کی قدرت سے موجود ہونے میں دونوں برابر ہیں پھر ایک چیز کا اقرار کر کے دوسری کا انکار کرنا محض بے معنی ہے۔ اور اب تو مادیت اور دہریت اور سائنسی ترقیات کا زمانہ ہے۔ آج **وفی السمآء رزقکم** اور

تمہارا رزق آسمان میں ہے کون یقین کرنے کو تیار ہے۔ یورپ کے دہریوں۔نیچریوں اور بے دینوں کو چھوڑیئے۔اب تو وہ جو قرآن کو آسمانی کتاب بھی بظاہر تسلیم کرتے ہیں ان کی اکثریت کا بھی حقیقی اور پختہ عقیدہ اس پر نظر نہیں آتا کہ ہمارا اور تمام مخلوق کا رزق آسمان میں ہے۔اب تو دنیا والوں کی اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ امریکہ اور کناڈا اور آسٹریلیا وغیرہ جہاں غلہ ان کی ضروریات سے زیادہ پیدا ہوتا ہے وہ ہمیں اناج دے کر ہماری غذائی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں اور ہمیں قحط اور غذائی کال سے بچا سکتے ہیں۔اخبار بین حضرات جانتے ہیں کہ دنیا بھر کی قومیں صلاح و مشورہ کیلئے اور اپنے ملک کی غذائی ضروریات کو فراہم کرنے کیلئے یورپ کے شہر روم میں ۵ نومبر ۱۹۷۴ء سے جمع ہیں اور اس عالمی غذائی کانفرنس پر نظریں لگائے ہوئے ہیں اور اخبارات لکھ رہے ہیں کہ یہ غذائی عالمی کانفرنس اپنے بارہ روزہ اجلاس میں جو فیصلہ کرے گی وہ کروڑوں انسانوں کی موت وزیست کے فیصلہ ہوں گے (حریت اداریہ ۱۰ نومبر ۱۹۷۴ء) دنیا کے ملکوں کی ہنگامی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ایک عالمی ذخیرہ کے قیام کی تجویز پر غور ہو رہا ہے اور اقوام متحدہ کی خوراک وزراعت کی تنظیم نے عالمی ذخیرہ کیلئے ہر سال ۱۰ کروڑ ٹن غلہ کی مقدار مقرر کی ہے (حریت ۹ نومبر ۱۹۷۴ء) جس کے لئے ۱۰ لاکھ ٹن غلہ سالانہ ۔تین سال تک۔کناڈا نے دینے کا وعدہ کیا اور اسی طرح آسٹریلیا نے ۱۰ لاکھ ٹن غلہ سالانہ تین سال تک دینے کا وعدہ کیا اور ایسے ہی وعدہ امریکہ اور دوسرے فاضل اناج پیدا کرنے والے ملکوں سے لینے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی اس لایعقل اور موہوم تجویز سے دنیا کے کروڑوں انسانوں کو بھوک سے نہ مرنے دینے کا حل تجویز کر رہے ہیں۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔ذرا غور تو کیجئے کہ یہ جو ان داتا بننے کی کوشش کر رہے ہیں تو ان بے عقلوں کی عقل میں یہ نہیں آتا کہ جن اسباب، وجوہات اور قدرتی آفات کی وجہ سے دنیا کے بعض ملک جیسے ہندوستان اور بنگلہ دیش وغیرہ قحط کے شکار ہو رہے ہیں (یہ ۱۹۷۴ء کے واقعات کی طرف اشارہ ہے) کیا وہی آفات اور اسباب امریکہ۔اور کناڈا اور آسٹریلیا وغیرہ پر نہیں آسکتے۔اور قدرت خداوندی تو دنیا والوں کو نمونہ دکھلاتی رہتی ہے۔ابھی تھوڑے ہی عرصہ کی بات ہے کہ امریکہ ہی کے ایک حصہ میں ایسا سیلاب اور طوفان آیا اور ایسی تباہی و بربادی ہوئی کہ اس ترقی یافتہ دنیا میں ایسی تباہی شاید دوسری جگہ نہ آئی ہو۔تو کیا امریکہ نے باوجود اپنی سائنسی ترقیات ان قدرتی آفات کو آنے سے روک دیا۔ جو مصیبت قحط کی ہندوستان یا بنگلہ دیش پر اس وقت یعنی ۱۹۷۴ء میں پڑی ہوئی ہے کیا وہی قدرتی آفات آئندہ امریکہ۔اور کناڈا وغیرہ پر نہیں پڑسکتیں اور بنگلہ دیش و ہندوستان کی طرح بھوک سے سسک سسک کر لوگ وہاں نہیں مر سکتے اخبار بین حضرات کو معلوم ہوگا کہ بنگلہ دیش کی کیا صورت حال ہے (یعنی ۱۹۷۴ء میں) اخبارات کی خبر ہے کہ ڈھاکہ جیسے شہر اور دارالسلطنت میں ہر رات میں ۲۰ سے لے کر ۴۰ افراد بھوک سے سسک کر سڑکوں اور گلیوں میں مرے ہوئے پائے جاتے ہیں اور صبح سویرے مینوسپلٹی کی گاڑیاں ان لوگوں کی لاشیں اٹھا کر جن میں بچے زیادہ ہوتے ہیں ایک اجتماعی گڑھے میں دفن کر دیتے ہیں۔اسی بنگلہ دیش کے ضلع رنگ پور کا حال لکھا ہے کہ رنگ پور کی پوری آبادی جو قریب ۱۵ لاکھ ہے اس کی تقریباً ۱۳ لاکھ کی آبادی کو سرکاری تنوروں سے روزانہ ایک روٹی فی کس کے حساب سے دی جاتی ہے۔سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اسی رنگ پور میں روزانہ تقریباً ۱۳۰ افراد موت کی نیند سو جاتے ہیں اور غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اب تک بھوک سے مرنے والوں کی تعداد صرف رنگ پور میں ایک لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔اسی طرح دوسرے علاقوں میں بھی تباہ کن صورت حال ہے۔یہ سنا کر یہاں موقع کی مناسبت سے ایک بات یہ عرض کرنے کو دل چاہتا ہے کہ اب جب آپ کے سامنے کھانا آئے تو دل میں اس وقت یہ محسوس کیجئے کہ اس وقت روئے زمین پر اللہ کی کتنی مخلوق ہے کہ جو آسمانی رزق سے محروم ہونے کی وجہ سے سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بھوک سے جان دے رہی ہے اور ہمیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے کیسی سہولت اور عزت وعافیت اور راحت وچین وسکون سے رزق عطا فرما رکھا ہے۔ آخر ہمارے اعمال کون سے اچھے ہیں۔اور وہ کون سا گناہ نہیں ہے کہ جو اس ملک کی سرزمین پر نہ ہو رہا ہو۔بس اللہ کا ہی فضل ہے اور نہ معلوم کن مقبول بندوں کی بدولت ہم کو بھی باسانی رزق مل رہا ہے۔اس لئے

سامنے کھانا آجانے پر دل سے اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور اللہ کے وہ سعادتمند اور نیک بندے جو دوسروں کو کھلا پلا کر کھاتے ہیں ان کو دوہرا شکر ادا کرنا چاہئے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ نے خود ان کو کھلایا پلایا بلکہ دوسروں کو بھی کھلانے پلانے کی سعادت نصیب فرمائی۔ اور اسی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لئن شکرتم لا زید نکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں ضرور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بیشک میرا عذاب بڑا سخت ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ہمارا اور ساری مخلوق کا رزق آسمان میں ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا وفی السمآء رزقکم ۔تو مخلوق کو وہی رزق نصیب ہوگا جو آسمان سے ان کے لئے اترے گا۔ اس لئے اس پر اگر صحیح اور سچا یقین ہو تو اسی سے رزق طلب کرنا چاہئے جس کے پاس رزق کے حقیقی ذخیرہ موجود ہیں اور جو حقیقی رزاق اور روزی رساں ہے۔ کاش کہ کوئی ان محض مادی اسباب پر نظر رکھنے والوں کو سنادے و فی السمآء رزقکم کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ اس لئے اسی حقیقی رزاق سے رزق طلب کرو۔ وہ اگر رزق بند کردے یا کم کردے تو دنیا کی کون سی حکومت اور طاقت ہے کہ وہ بند کئے ہوئے رزق کو کھول سکے یا کم کو زیادہ کر سکے۔ اور اگر وہ رزق کھول دے تو وہ کون ہے کہ جو اس کو بند کردے یا روک لے۔ مگر رونا تو یہی ہے کہ یہ بات تو دین کے ذریعہ سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اور دین ہی سے بیر ہے۔ الا ما شآء اللہ۔

اس جملہ و فی السمآء رزقکم کے سلسلہ میں بات کہیں سے کہیں طویل ہوگئی۔ الغرض یہاں قیامت کے سلسلہ میں بتلایا گیا کہ جس طرح تمہارا رزق تمہارے پاس آسمان سے پہنچتا ہے۔ یونہی وہ قیامت بھی تمہارے پاس آپہنچے گی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ۔آگے منکرین کو یقین دلانے کے لئے قسم کھا کر ارشاد ہوتا ہے کہ قسم ہے آسمان و زمین کے پروردگار کی کہ وہ قیامت ایسی ہی برحق ہے اور واقعی اور یقینی ہے جیسے تمہارا بولنا یعنی جیسے تمہیں اپنے بولنے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہوتا ایسے ہی قیامت میں بھی شک کی گنجائش نہیں۔

یہاں ان آیات میں متقین کی جو یہ صفات بیان کی گئی کہ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے تو احادیث میں بھی اس کی یعنی رات میں عبادت کرنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مسند امام احمد میں ایک حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسے بالاخانہ ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کن کے لئے ہیں؟ ارشاد فرمایا ان کے لئے جو نرم کلام کریں اور دوسروں کو کھلاتے پلاتے رہیں اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نماز پڑھتے رہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو اسلام لانے سے پہلے یہود میں سے تھے فرماتے ہیں جب شروع شروع رسول اللہؐ مدینہ شریف میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ میں بھی اس مجمع میں تھا واللہ آپ کے مبارک چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی اتنا تو میں نے یقین کرلیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلی بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے کان میں پڑی یہ تھی کہ آپ نے فرمایا اے لوگو کھانا کھلاتے رہو۔ صلہ رحمی کرتے رہو اور سلام کیا کرو اور راتوں کو جب لوگ سوتے ہوئے ہوں نماز ادا کرو تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو بھی یہ سعادتیں نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اوپر کی اور ان آیات میں منکرین و مکذبین کی مذمت اور ساتھ ہی مصدقین و متقین کی تعریف فرمائی گئی۔ اسی کی تائید میں آگے بعض پیغمبروں اور ان کی امتوں کے قصہ بیان فرمائے جاتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ محسنین و متقین کے ساتھ کیا ہے اور مکذبین و منکرین کے ساتھ اس کا کیا برتاؤ رہا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنے متقین اور محسنین بندوں میں ہم کو بھی شامل ہونے کی سعادت نصیب فرمادیں اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمادیں۔ اور جس جنت کا ان سے وعدہ فرمایا گیا ہے ہمیں بھی اس میں داخلہ اپنی رحمت سے نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۘ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ

کیا ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے۔ جب کہ وہ ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا، ابراہیمؑ نے بھی کہا سلام

مُّنْكَرُوْنَ ۚ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۙ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۡ

انجان لوگ ہیں۔ پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا لائے۔ اور اس کو ان کے پاس لاکر رکھا کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں۔

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۚ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ

تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے، انہوں نے کہا کہ تم ڈرو مت، اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا، اتنے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۚ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۚ

پھر ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ بڑھیا بانجھ۔ فرشتے کہنے لگے کہ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے، کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا جاننے والا ہے۔

هَلْ کیا	اَتٰىكَ آئی تمہارے پاس	حَدِيْثُ بات خبر	ضَيْفِ مہمان	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	الْمُكْرَمِيْنَ معزز	اِذْ جب	دَخَلُوْا وہ آئے	عَلَيْهِ اس کے پاس
فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	سَلٰمًا سلام	قَالَ اس نے کہا	سَلٰمٌ سلام	قَوْمٌ لوگ	مُّنْكَرُوْنَ ناشناسا	فَرَاغَ پھر وہ متوجہ ہوا	اِلٰٓى اَهْلِهٖ اپنے اہل خانہ کی طرف	
فَجَآءَ پس لایا	بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ فربہ بچھڑا	فَقَرَّبَهٗٓ پھر وہ سامنے رکھا	اِلَيْهِمْ ان کے	قَالَ کہا	اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم کھاتے نہیں؟	فَاَوْجَسَ تو اس نے محسوس کیا		
مِنْهُمْ ان سے	خِيْفَةً کچھ ڈر	قَالُوْا وہ بولے	لَا تَخَفْ تم ڈرو نہیں	وَبَشَّرُوْهُ اور انہوں نے بشارت دی	بِغُلٰمٍ ایک بیٹے کی	عَلِيْمٍ دانش مند		
فَاَقْبَلَتِ پھر آگے آئی	امْرَاَتُهٗ اس کی بیوی	فِيْ صَرَّةٍ حیرت سے بولتی ہوئی	فَصَكَّتْ اس نے ہاتھ مارا	وَجْهَهَا اپنا چہرہ	وَقَالَتْ اور بولی	عَجُوْزٌ بڑھیا		
عَقِيْمٌ بانجھ	قَالُوْا انہوں نے کہا	كَذٰلِكِ یونہی	قَالَ فرمایا	رَبُّكِ تیرا رب	اِنَّهٗ بیشک	هُوَ وہ	الْحَكِيْمُ حکمت والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا

تفسیر وتشریح: شروع سورۃ سے منکرین ومکذبین کو متعدد دلائل وبراہین سے بتلایا گیا کہ قیامت اور یوم جزاوسزا یقیناً واقع ہونے والا ہے اور جو اس کے منکر ہیں ان کو عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی تھی اور ان کے مقابل وہ متقی وپرہیزگار جو اللہ سے ڈر کر اس کے حکموں کی فرمانبرداری دنیا میں کرتے ہیں ان کو بہشت کے باغات اور وہاں کی دوسری نعمتوں کے ملنے کی بشارت سنائی گئی تھی۔ اب آگے منکرین کو مزید متنبہ کرنے کے لئے کچھ واقعات گذشتہ پیغمبروں کے سنائے جاتے ہیں جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دنیا ہی میں متقین ومحسنین کے ساتھ کیا رہا اور مکذبین ومنکرین کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جو قصہ ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے وہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں بھی گذر چکا ہے۔ خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے آبائی وطن سے ہجرت کر کے ملک شام میں آگئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ۸۶ برس کی عمر میں حضرت اسماعیلؑ حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے مگر حضرت سارہ کے بطن سے آپ کے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اور وہ اسی امید میں بوڑھی ہوگئی تھیں اور کوئی اولاد نہ ہونے کا ان کو غم رہتا تھا۔ ایک روز جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دوپہر کے وقت مہمانوں کی صورت میں کچھ نووارد نظر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عادت ومہمان نوازی کے موافق ان کو کھانا کھلانے کا انتظام فرمایا اور ایک بچھڑے کا تلا ہوا گوشت تیار

9 کرا کے مہمانوں کے سامنے لا کر رکھا مگر مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ تعجب بھی ہوا کہ کھانا کیوں نہیں کھاتے اور ساتھ ہی طبیعت میں کچھ خوف بھی آیا کہ کہیں یہ دشمن نہ ہوں کیونکہ اس زمانہ میں یہ مشہور دستور تھا کہ دشمن اپنے دشمن کے گھر کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ جب فرشتوں نے جو بشکل انسانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان بنے ہوئے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھانا نہ کھانے پر کچھ متعجب اور ساتھ ہی فکر مند دیکھا تو فرشتوں نے ظاہر کر دیا کہ ہم فرشتے ہیں ہم کو کھانے پینے سے کیا غرض۔ ہم تو آپ کو ایک خوشخبری دینے آئے ہیں کہ آپ کے ایک فرزند یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوں گے جو بڑا عالم ہوگا۔ حضرت سارہ پیچھے کھڑی ہوئی یہ باتیں سن رہی تھیں۔ حضرت سارہ نے جو اولاد کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنی تو وہ بولتی پکارتی ہوئیں آئیں اور بڑے تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں کہ اوّل تو میں بڑھیا اور پھر بانجھ تو اس وقت بچہ پیدا ہونا عجیب بات ہے۔ اس پر فرشتوں نے کہا کہ تم تعجب نہ کرو۔ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کیونکہ اللہ العالمین نے ایسا ہی فرمایا ہے اور وہ بڑی حکمت والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ چنانچہ جس وقت اس بشارت کے مطابق حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہؓ کی عمر ۹۹ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی۔

ان آیات سے متعلق ایک مفید اور کارآمد تنبیہ بھی ملتی ہے اور وہ یہ کہ انبیاء کرام کلی عالم الغیب نہیں ہوتے۔ اس چودھویں صدی کے فتنوں میں سے ایک اہم فتنہ بعض اہل بدعت کا وہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء عالم الغیب ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات میں خدا کے پیغمبروں سے نہ کوئی فضیلت اور بزرگی میں بڑھ کر ہے اور نہ ہی علم و حکمت میں برتر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو اپنی وحی سے سرفراز فرمایا۔ انہیں دین کا سارا اور کامل علم عطا فرمایا۔ اور تمام انسانوں میں علم و دانش۔ عقل و فہم۔ حکمت و فراست اور دیگر کمالات ایمانیہ میں بے مثل و یگانہ بنایا اور حسب ضرورت بعض تکوینی امور کا علم بھی فرمایا مگر پھر بھی انبیاء کا علم ''محیط کل'' نہیں کلی اور تفصیلی غیب و شہادت کا علم خاصہ خداوندی ہی ہے۔ یہ صفت حق تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص فرمائی۔ قرآن کریم کی صدہا آیات اس پر شاہد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کلی غیب داں نہیں تھے۔ مگر افسوس کہ باوجود ایسی کھلی ہوئی صاف اور علانیہ تصریحات کے اس امت کے کچھ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح افراط و تفریط میں مبتلا ہوئے۔ عیسائیوں نے فرط محبت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے رتبہ سے بڑھا کر خدا بنا دیا یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے حق میں گستاخی کی اور بہتان لگائے۔ اس افراط و تفریط کی بنا پر دونوں یہود و نصاریٰ کو قرآن کریم میں مغضوب ملعون اور کافر قرار دیا گیا۔ اس وقت یہ افراط و تفریط کے فتنہ اس امت میں بھی پھیل رہے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء اور اللہ کے برگزیدہ بندوں سے عقیدت و محبت عین ایمان ہے مگر محبت و عقیدت اپنی حدود کے اندر ہی رہنی چاہئے۔ جب محبت حد اعتدال سے بڑھ کر غلو کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے تو اس سے شرک کا دروازہ کھل جاتا ہے جیسا کہ روافض نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیتؓ کی محبت میں انتہائی کی غلو کیا یہاں تک کہ ان کے لئے خدائی صفات ثابت کیں۔ انہیں عالم الغیب۔ حاجت روا اور متصرف امور سمجھا جیسا کہ ان کی نہایت معتبر کتابوں سے ثابت ہے۔ ان کے برعکس بعض فرقوں نے جیسے قادیانی۔ پرویزی۔ بہائی انہوں نے شان رسالت میں کوتاہی اور گستاخی کی اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کر کے جھوٹی نبوتیں کھڑی کر دیں۔ اسی طرح منکرین حدیث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور وجوب اطاعت کا انکار کیا اور آپ کے اسوہ حسنہ آپ کی سنت اور حدیث کے دین میں حجت ہونے کے اجماعی عقیدہ کو رد کر دیا۔ اس طرح یہ لوگ تفریط کے راستے گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ افراط و تفریط کی گمراہیوں سے ہمارے دین و ایمان کو محفوظ رکھیں۔

الغرض دیگر انبیاء کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی عالم

الغیب نہ تھے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے فرستادوں کو نہیں پہچانا اور ان فرشتوں کو یہی سمجھے کہ یہ انسان ہیں کیونکہ وہ انسانی شکلوں میں آئے تھے اسی لئے آپ ان کے لئے بچھڑا تل کر لے آئے۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو فرشتوں کو انسان نہ سمجھتے اور نہ ہی ان کے لئے بچھڑا تل کر لاتے۔ دوسرے یہ کہ جب فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے رویہ سے دل ہی دل میں ڈرے کہ مبادا یہ دشمن ہوں۔ حالانکہ وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دینے کے لئے آئے تھے۔ بہر حال خوف کی وجہ صرف یہی تھی کہ آپ کو اصل حقیقت معلوم نہ تھی۔ جب فرشتوں کے بتانے سے اصل حقیقت معلوم ہوئی کہ وہ فرشتے ہیں اور خوشخبری دینے آئے ہیں تو آپ کا خوف جاتا رہا۔ الحاصل اس واقعہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء ورسل میں افضل تھے کلی علم غیب ان کو بھی عطا نہیں کیا گیا تھا۔ علم غیب کلی خاصہ خداوندی ہے اور صرف حق جل وعلیٰ کی ذات عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اب حضرت ابراہیمؑ اور آنے والے فرشتوں میں جو مزید گفتگو ہوئی وہ اگلی آیات میں ظاہر کی گئی ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اور سچے اسلامی عقائد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور افراط وتفریط سے ہمارے دین کو محفوظ رکھیں۔ اور حقیقی اسلام وایمان پر ہم کو استقامت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس امت میں جو ظاہری وباطنی فتنہ پھیل رہے ہیں اُن سے ہماری حفاظت فرمایئے اور اپنے متقی ومحسنین بندوں میں ہم کو شامل فرمایئے۔

یا اللہ اپنی قدرت کاملہ کا ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے آپ اپنی قدرت سے جو چاہیں وہ کر سکتے ہیں۔ مخلوق کیلئے جو ناممکن اور محال ہو وہ آپ کیلئے بالکل آسان اور سہل ہے۔

یا اللہ ہم کو اپنی قدرت کاملہ پر توکل اور بھروسہ عطا فرمایئے اور ہماری ہر مشکل کو اپنے فضل وکرم سے آسان اور سہل فرمایئے۔

یا اللہ اپنی ذات پاک سے صحیح اور قوی تعلق ہم کو نصیب فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ